۷۸۶

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

مرقع یادگارِ شہادت

تصنیف لطیف شاعر اعظم لسان الحسان حضرت الحاج علامہ

مولٰینا ضیاء القادری البدایونی قبلہ دامت برکاتہم

ناشر

آستانہ بکڈپو۔ پوسٹ بکس ۱۲۰۶ دہلی

(قیمت تین روپے)

فہرست عنوانات مرقع شہادت

تقریظ

فاضل جلیل عظیم المجاہد حضرت الحاج مولانا عبد الحامد صاحب قادری دامت برکاتہم

مولانا یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری بدایونی کی شخصیت اب کسی تعارف کی محتاج نہیں، اُن کا کلام بدایوں کی علمی و ادبی دنیا سے نکل کر محیط ہند میں مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اخبارات و جرائد کے صفحات پر بھی ان کا کلام نمایاں جگہ حاصل کرتا رہتا ہے۔

علماء و مشائخ اور ارباب علم و ادب یکساں طور پر حضرت ضیاء صاحب کی نظموں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مولانا ضیاء القادری محض ایک کامیاب شاعر ہی نہیں بلکہ علم و ادب اور فن تاریخ میں بھی خاص درک اور مہارت رکھتے ہیں۔ اور کثیر تصانیف ملک کے سامنے پیش فرما چکے ہیں۔

حضرت قدوۃ السالکین شیخ المفسرین مولانا شاہ مطیع الرسول محمد عبد المقتدر العثمانی البدایونی قدس سرہ النورانی کے خاندان اور دوسرے خانوادوں کے متعلق آپ نے اکمل التاریخ کے نام سے ایک ایسی تاریخ مرتب کر کے شائع کی ہے، جو ہر طرف عزت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی ہے۔ اس کے بعد سے اب تک مختلف علمی و ادبی مضامین پر آپ کی ٹھوس اور معلومات سے لبریز کتابیں شائع ہو چکی ہیں مرقع شہادت جو اس وقت میرے زیر نظر ہے اس کے کچھ حصے میں نے سب سے پہلی بار بمبئی کی ایک عظیم الشان محفل میں میاں شکیل احمد صاحب قادری (علیگ) ہا

کی زبانی سنے۔ مجھے وہ منظر یاد ہے کہ جس وقت میاں شکیل احمد صاحب نے مرقع شہادت کے چند اشعار پڑھے تو ہزاروں کا مجمع بیخود ہو گیا۔

اس عظیم الشان مجمع میں شاید ہی کوئی فرد ایسا ہو جس پر کیفیت طاری نہ ہو گئی ہو، اس وقت سے "مرقع شہادت" ہر محفل و مجلس میں اپنے تاثرات پیدا کرنے لگا اور حضرت ضیاؔ سے اصرار ہونے لگا کہ اس بے مثل مرقع کو شائع کیا جائے۔ مقام مسرت ہے کہ یہ تالیف زیور طبع سے آراستہ ہو کر ملک کے سامنے آرہی ہے جس پر حضرت ضیاؔ صاحب تحسین مبارکباد ہیں۔

اس تالیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حادثۂ کربلا کو نہایت حزم و احتیاط اور ادب و احترام کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور غلط روایات نہیں آنے دی ہیں اس تاریخی واقعہ کا وہ صحیح تسلسل جس سے حضرت سیدنا امام عالی مقام اور آپ کے رفقائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے صبر و رضا، قربانی و فداکاری کے واقعات کو دنیائے عشق و محبت میں نمایاں کر دیا حضرت ضیاؔ نے پوری محنت کے ساتھ اس قدر موثر انداز میں پیش کیا ہے جو اپنی صنف میں بے مثال ہے اور اس خصوصیات میں مرقع شہادت سے بہتر کوئی دوسری کتاب نہیں دیکھی گئی۔

میری دلی دعا ہے کہ رب مقتدر ضیاؔ قادری کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور یہ تالیف ان کو حسن خاتمہ اور مغفرت کا سبب ہو۔

فقیر

محمد عبد الحامد القادری البدایونی

مقدمہ

مولانا قمر الدین احمد صاحب بی۔ اے، بی ٹی علیگ
بدایونی اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول لنچور
حیدرآباد دکن

تازہ خواہی داشتن تا داغہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

بلگرام کے بارے میں تاریخ ہندوستان (آرائش محفل) کا اعلان ہے کہ "ایک بڑا قصبہ ہے اکثر وہاں کے لوگ قابل، صاحب کمال اور صاحب طبع ہوئے ہیں۔ قصبہ مذکور میں ایک کنواں ہے جو کوئی چالیس دن تک اس کا پانی پیئے خوب گانے لگے"۔ شہر بدایوں بھی جو اکبر کے زمانہ تک صوبہ کا مستقر تھا مردم خیزی میں بلگرام سے کچھ پیچھے نہیں رہا اور اب یہ خدا کو علم ہے کہ یہاں کتنے ملا عبدالقادر جیسے صاحب دین حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی جیسے صاحب دل اور ثنا جیسے صاحب دیوان یہاں کے ساغر ہائے قاضی حوض اور سوت کے آبشاروں نے پیدا کئے ہیں یا حاجی جمال ملتانی کی خاک مزار نے۔ اسباب کچھ بھی ہوں۔ نتیجہ سے کسی کو انکار نہیں۔ بدایوں کے دوسرے صاحبان فضل و کمال سے اس وقت غرض نہیں۔ صرف ادبا اور شعرا میں سینکڑوں آفتاب یہاں کے افق سے اٹھے اور "چوں قامت مادر خمیدیم"، کہہ کر غروب ہو گئے۔ آسمان شاعری کے حالیہ درخشاں تارے مثلاً اعلیٰ۔ نازش۔ ثریا۔ رضی۔ قمر۔ فانی ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ قعر گور میں گرے ہیں مگر

خدا کی یہ زمیں کیا اب بھی دیوانوں سے خالی ہے

پروردگار کا شکر ہے کہ عیش۔ جامی۔ ضیاء۔ امیر۔ ثاقب وغیرہ ابھی باقی ہیں۔ اہل الذکر

تین حضرات نعت منقبت اور منظوم روایات تاریخی لکھ کر اصلاحی اور تعمیری کام انجام دے رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔

زہے حق عشق احمد بندگان چیدہ خود را
کہ تاج ماں شاہی بخشد مے نوشیدہ خود را

موثر تاریخی روایات کو نظم کر کے قومی شعار اور اسلامی کلچر کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا تبلیغی کام سب سے پہلے شبلی مرحوم نے پیش کیا تھا اسی بنیاد پر حفیظ جالندہری نے شاہنامہ اسلام کا شاندار محل تیار کیا اور عیش بدایونی نے شہنشاہ نامہ اسلام لکھ کر قصر دین کو اور بلند کیا۔ زیر تنقید مرقع شہادت مولفہ مولوی محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء بدایونی اسی سلسلہ کی تیسری کڑی ہے۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ عیش صاحب بدایونی حفیظ جالندھری کی پہلی کاربن کاپی ہیں اور ضیاء صاحب دوسری۔ ضیاء صاحب کو یہ علمی اور دینی خدمت اپنے یگانہ روزگار استاد مولانا علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم سے ورثہ میں ملی ہے۔

لکھنو اسکول کے انیس و دبیر جیسے مشاہیر نے مراثی کے ذریعہ جو دینی اور ادبی خدمت کی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن مراثی میں شاعری زیادہ ہوتی ہے اور تاریخ کم مرثیہ کا مقصد تاثر اور تبلیغ ہے حقیقت و صداقت سے اس کو زیادہ سروکار نہیں۔ دقیق النظر حکماء کا خیال ہے کہ دجل اور باطل کا اصل توڑ صدق ہے نہ کہ کذب۔ باطل کا جواب بطور خود دروغ و مبالغہ سے دیتے ہیں۔ وہ کوئی بڑا دقیق اور پائدار کام انجام نہیں دیتے بقول اکبر مرحوم ان سے کہا جا سکتا ہے۔

میں کب کہتا ہوں اے واعظ کہ میں نے کار دیں سمجھا
مگر اتنا سمجھتا ہوں کہ تو بھی کچھ نہیں سمجھا

لیڈی گلیڈ سٹون نے کیا اچھی بات کہی ہے۔ تاریخ اور حقائق کی حمایت میں کہتی ہے "کہ میں تو تاریخ کی بے کیف مگر خالص صداقت کے مقابلے میں کذب اور افسانے کے سارے

مفید اثر اور دلچسپ انداز گو جوتی کی نوک پر مارتی ہوں "؛ نظرِ غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ابراہیمی اور محمدی تعلیم کا بھی اصل منشاء یہی تھا کہ صدیق بنائے جائیں۔ کم ہمت دنیا بالعموم کذب کا مقابلہ کذب سے کرتی ہے۔ اور یہ ایمان و انصاف کے نزدیک کوئی قابلِ لحاظ خدمت نہیں۔ کسی شومیِ بخت یا بے احتیاطی سے حقیقت کا پردہ ذرا اٹھ جائے کہ آن کی آن میں ساری ملمع سازی کھل جاتی ہے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا ہے کچھ عرصہ ہوا کہ انگلستان میں ایک بلند آہنگ مگر پست اخلاق مقرر سامعین سے پرزور طریقہ پر کہہ رہا تھا میں اسوقت جو کچھ کہہ رہا ہوں حق و صداقت کی زمین پر کھڑے ہو کر کہہ رہا ہوں ایسی حالت میں ممکن نہیں ہے کہ آپ میرے ہم خیال نہ ہوں "۔ اتنے میں مجمع میں سے ایک کفش فروش کی آواز آئی "مقرر صاحب آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں آپ حق و صداقت کی زمین پر نہیں کھڑے ہیں۔ آپ اس جوتے پر کھڑے ہیں جس کی قیمت آپ نے سال بھر سے مجھکو ابتک ادا نہیں کی ہے اور روز لیت و لعل کرتے ہیں۔

مرقعِ شہادت میں مجھے ایک قابلِ قدر اور مستقل خوبی یہ نظر آئی کہ مستند تواریخ کے مطابق اس میں قدم قدم پر صداقت و واقعات اور حقیقتِ حال کا خیال رکھا گیا ہے۔ کسی شاعر کو نظم کہتے ہوئے اگر کم قوتِ شاعر محض صداقت اور اظہارِ حقیقت پر نظر رکھے تو شعر نکر سکے

چشمانِ تو زیر ابرو انند
دندانِ تو جملہ در دہانند

ہو کر رہ جاتا ہے اور شعر کا برقی موثر جو اس کا فطری سحر ہے غائب ہو جاتا ہے مگر یہ شہادت صاحب کے قلب کا خروش، گفتار کی طاقت اور بیان کی سلاست ہے کہ ایک ایک شعر دل میں نشتر کی طرح چبھتا ہے بالخصوص المناک حالت میں جو درد انگیز تیر جگہ جگہ دلکو

زخمی کرتے ہیں کہ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے کہ کوئی قدم قدم پر دل میں چٹکیاں لیتا جا رہا ہے۔ شعروں سے ادا ہوا کہ دل میں اتر گیا۔ اکبر مرحوم نے سچ کہا ہے۔ ؎

سخن تو بس وہی ہے جوشِ خاطر سے جو ہو پیدا
کہ دل میں بیٹھ جاتا ہے وہی جو دل سے اٹھتا ہے

شاعری کچھ نہیں ہے دل کی گہرائیوں میں رہنے والے لطیف محسوسات کی تصویر ہے اور تصویر کشی کا سچا کمال شاعر کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ انسانی جذبات اور احساسات کا ماہر نہ ہو۔ مثال کے طور پر مرقع شہادت میں جناب امام کی کعبہ سے کوچ کی روانگی دیکھیے۔ تاریخ و ماثر حقائق و وجدان۔ واقعات و محاکات کو کیسا یکجا کیا ہے۔ ضیا صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

ابھی تک سرِ حج بیت اللہ میں مشغول تھی دنیا ۔۔۔ حرم کے گلشنوں سے چن رہی کچھ پھول تھی دنیا
کہیں سعیٔ صفا مروہ پہ تھی مخلوق آمادہ ۔۔۔ منا میں تھے کہیں اللہ والے زیبِ سجادہ
کہیں تھا شور و غل تہلیل و تسبیحِ الٰہی کا ۔۔۔ اُجالا تھا کہیں حجروں میں توحید آگاہی کا
فضاؤں میں یکایک ایک درد افزا صدا گونجی ۔۔۔ ہوئی گم مرکزِ اسلام سے اسلام کی پونجی
ولی جانِ خلیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے ۔۔۔ شہید فی سبیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے
امانت حق کی دامانِ حرم سے نکلی جاتی ہے ۔۔۔ متاعِ دین و دنیا آج ہم سے نکلی جاتی ہے
جگر پر فرطِ غم سے سنگِ اسود نے رکھا پتھر ۔۔۔ صفا مروہ بھی اس اندوہ میں کھانے لگے چکر
شہادت کا تھا جذبہ عورتوں میں اور مردوں میں ۔۔۔ بیاسی آدمی تھے قافلے کے رہ نوردوں میں
خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا مہماں نکلا ۔۔۔ خود اپنے کارواں کے لیے میرِ کارواں نکلا

اربابِ نظر کے نزدیک کمالِ نظم یہ ہے کہ اگر انسان اسے نثر کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ چوتھا، پانچواں اور نواں شعر پھر پڑھیے اور دیکھیے کہ ان سلیس رواں اور سہلِ ممتنع اشعار کی نثر اور کیا ہو سکتی ہے۔ ماہرِ نفسیات ہونے کی خصوصیت وہ خصوصیت ہے جو شاعر کو

معلم اور مصلح بناتی ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر شاعر جانتا ہے کہ کس واقعہ کو پھیلا کر بیان کیا جائے اور کہاں اختصار سے کام لیا جائے کون سے مواقع رزم کے واسطے زیادہ موزوں ہیں۔ اور کون سے بزم و عظ اور پند کے۔ کس موضوع کے لئے سادگی زیبا رہے اور کس کے لئے شوخی و رنگینی۔ ضیاء صاحب نے کعبہ سے کوفہ تک نو منازل کے حالات و واقعات ایسی صحت ایسی صفائی، اور ایسی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ مستند کتب تاریخ و جغرافیہ کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اعلان و اذعان مردانہ جوش اور میدان جنگ کی جیتی جاگتی تصاویر دیکھنی ہوں تو "مرقع شہادت" میں حضرت مسلم بن عوسجہ خطیب کوفہ کی منظوم تقریر ملاحظہ فرمائیے۔ فرزندان اسلام علیہ السلام میں حضرت مسلمؓ بن عوسجہؓ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے میدان جنگ میں سب سے پہلے جام شہادت پیا۔ ان کی خوش نصیبی دیکھئے کہ ابھی کچھ دم باقی تھا کہ جناب امامؑ سرہانے پہونچ گئے اور جھک کر کان میں بشارت دی "مسلم جنت میں پیش قدمی مبارک"۔ آپ نے پر اشتیاق نظروں سے چہرۂ امام کو دیکھا اور ہمیشہ کیلئے آنکھیں بند کر لیں۔

اب حشر تک بہار تماشا ہے اور ہم آنکھیں ہوئی ہیں بند رخ یار دیکھ کر (غالب)

اس موقع پر ربط مضمون کے بخیال اگر اسلامی تاریخ کے متعلقہ باب کی چند سطروں پر نظر ڈالی جائے تو ناظم کی معیت اور نظم کی قوت کا صحیح اندازہ ہو جائیگا۔ تاریخ کا اعلان ہے۔ عشرہ کی صبح سے قبل جناب امامؓ نے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمارے گھر کو نبوت سے مشرف کیا اور ہم کو قرآن کا فہم دیا۔ لوگو آج روئے زمین پر میرے اہلبیت سے زیادہ ہمدرد اور میرے ساتھیوں سے زیادہ غمگسار نہیں۔ تم کو اللہ جزا دے کل میرا اور دشمن کا فیصلہ ہو جائیگا۔ کامل غور کے بعد میری رائے ہوئی ہے کہ تم لوگ متعلقین کا ہاتھ پکڑ کر اندھیری ہی میں یہاں سے چلے جاؤ میں تم کو خوشی سے رخصت کرتا ہوں، دشمن صرف میری جان چاہتے ہیں سے لیکر تم سے غافل ہو جائیں گے یہ سن کر اہلبیت بے چین ہو گئے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ جناب امام یہ کیوں کیا

اس لئے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہم کو وہ دن نہ دکھائے اب امامؑ نے مسلم بن عقیلؓ کے رشتہ داروں سے کہا مسلمؓ کا خون کافی ہے تم چلے جاؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنے سردار اور اپنے عم زادوں کو چھوڑ کر چلے جائیں ہم نے نہ اُن کے ساتھ تلوار چلائی نہ تیر پھینکا۔ جناب امام آپ کو چھوڑ کر جانا ہم سے ہرگز نہ ہوگا ہم آپکے ساتھ جانیں قربان کر دیں گے۔ جناب پر گذرے گی وہی ہم پر بھی۔ خدا ہمیں آپکے بعد زندہ نہ رکھے۔ اتنا سُنکر آپ کے دوسرے ساتھی کھڑے ہو گئے۔ پہلے حضرت مسلم بن عوسجہؓ اسدی نے کہا۔ جناب امام! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کے کہنے سے آپ کو چھوڑ دیں گے واللہ کبھی نہیں میں لڑونگا اور اپنا نیزہ دشمنوں کے سینہ میں توڑونگا جب تک قبضہ بھی ہاتھ میں رہیگا تو تلوار چلاؤنگا۔ تلوار بھی جاتی رہیگی تو پتھر پھینکوں گا۔ یہانتک کہ موت میرا خاتمہ کردے گی۔ سعد بن عبداللہ الحنفیؓ نے کہا جناب امامؑ ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جبتک کہ "خدا دیکھ نہ لے کہ ہم نے اس کے رسولؐ کا حق محفوظ رکھا۔ واللہ اگر میں ستر مرتبہ بھی آگ میں جلا دیا جاؤں تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑونگا۔ زہیر ابن القینؓ نے کہا۔ جناب امامؑ واللہ اگر ہزار مرتبہ بھی آرے سے چیرا جاؤں تو بھی آپکا ساتھ نہیں چھوڑونگا۔ خوش نصیب ہوں میں اگر میری قربانی سے خاندان رسولؐ کی جانیں بچ جائیں"

ضیا صاحب حضرت مسلم بن عوسجہؓ کی عرض کو زیور نظم سے یوں آراستہ کرتے ہیں۔

مٹایا جا سکتا ہے کب باطل زور و طاقت سے ۔۔۔ ہمیں حق کی مدد کرنا ہے امکانی شجاعت سے
ہمارے ہاتھ میں جبتک سنان و تیغ و خنجر ہیں ۔۔۔ ہمارے سامنے باطل کے جبتک لاؤ لشکر ہیں
کرینگے تیر باراں ہی پرستاران باطل پر ۔۔۔ چلائینگے سنان و تیغ افواج مقابل پر
جہانتک دست و بازو کام دینگے کام لینگے ۔۔۔ نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام ہم لینگے
امام دو سرا کیا چھوڑ دیں تم کو اکیلا ہم ۔۔۔ کریں نیلام ارباب فائدہ کو ہم

نہ ہوں ہتھیار میدان وغا میں پاس گر اپنے — نہ کھائیں لشکر اشرار کو ہم لے لیں ہنر اپنے
کریں زخمی عدو کو خشت باری سنگباری سے — کسی صورت نہ جیتے جی کریں میدان داری سے
اٹھے غازی صحابہ تیغ برکف یا علیؓ کہہ کر — کہا سب نے کہ ہم حاضر ہیں اے لخت دل حیدرؑ

ضیاء صاحب کی نظم کیا ہے ہر مسلم مجاہد کے بیتابانہ جذبات فدائیت کا ایک روشن آئینہ ہے حضرت مسلم بن عوسجہؓ کا یہ اعلان مجلس میں تھا۔ لیکن دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کا ایک ایک حرف میدان جنگ میں عملاً سچا ثابت کیا گیا ؎

ہم نے جو منہ سے کہا تھا وہی کر کے اٹھے
جان دی آپ کے دروازہ پہ مر کے اٹھے

حسینی شمع کے دوسرے پروانے زہیرؓ بن القین کی بھی آخری حالت میدان میں دیکھنے کے قابل ہے۔ ؎

سر و پا دست و بازو چور تھے زخموں کی کثرت سے — مگر سرشار تھا غازی مئے جام شہادت سے
بدن زخمی تھا سارا خون کے چشمے ابلتے تھے — سنان و تیغ غازی برکف افسوس ملتے تھے
زباں تھی خشک غالب تشنگی تھی رک رہا تھا دم — مگر تیغ و سناں جنبش میں مثل برق تھے باہم
کہا سرکار نے اے مرتضیٰ اب آرزو کیا ہے — کہا پیاسا ہوں کوثر کے سوا اب جستجو کیا ہے
ہوا نیت پہ سایہ رحمت عالم کے دامن کا — تعالی اللہ یہ رتبہ زہیرؓ تیغ افگن کا
ہو بارش عرش سے بجلی بنی جنت سے بہار نکلی — ہوں قائم یادگاریں منتقل ان جاں نثاروں کی

اپنی فوج کے میسرہ کے افسر حبیبؓ ابن مظاہر کی شہادت پر جناب امام کا جوش انداز تہور بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ؎

حبیبؓ ایسا محب خاص جب میداں میں کام آیا — حسین ابن علی کے دل میں جوش انتقام آیا
اٹھائی ذوالفقار حیدر کرار ہاتھوں میں — بنی برق غضب تیغ قضا تلوار ہاتھوں میں
زرہ حمزہؓ کی پہنی نیزۂ عباسؓ چمکایا — رگ و ریشہ میں خون ہاشمی چمک کر ابھر آیا

ید اللّٰہی تحمل نے قبائے ناز کو چوما ۔ شجاعت نے رکابِ مرکبِ جانباز کو چوما

جگرِ گوشۂ حسینؓ جناب علی اکبرؓ کی شہادت تو خیر وہ شہادت ہے جس پر جوانی نوحہ خواں ہے۔ صرف دو اشعار سے اس شہادت کی تمہید دیکھئے کہ کس شان اور کس آن سے اُٹھائی گئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جواہرات قدرت نے صرف ضیاء صاحب ہی کی قسمت میں رکھے تھے ؎

ہوا نسلِ خلیل اللہ میں ابنِ علیؑ پیدا ۔ ہمہ تن گلزارِ ابراہیم میں تازہ کلی پیدا

نشانِ شانِ خلّت کربلا میں پھر نظر آیا ۔ پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کو پسر آیا

سبحان اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ع

ہر اک زباں کو یہ موتی عطا نہیں ہوتے

قاآنی کے بقول بے اختیار کہنا پڑتا ہے ؎

قلم گوید کہ تحسیں کن چو سرتا پائے او بینی

تو سرتا پائے تحسینی ترا تحسیں چہ کار آید

جو لوگ شغلِ شاعری کو شغلِ بیکاری سمجھتے ہیں ان کو سمجھنا چاہیئے کہ دنیا میں کوئی شغل نہ مستقلاً مضر ہے اور نہ مستقلاً مفید۔ ہر چیز کی قدر و قیمت اس کے نتائج و آثار سے دیکھی جاتی ہے کسی چیز میں حد سے زیادہ تجاوز کرنے یا اسکے غلط استعمال سے بحث نہیں حد سے بڑھ جانا صنفِ شاعری کے لئے نہیں ہر مفید سے مفید مصرف کیلئے بُرا ہے ؎

جو کوئی حد سے بڑھا اس کی خرابی آئی

خاک میں لوٹتے ہیں یار کے گیسو بڑھ کر

اب رہا یہ سوال کہ انسان کو کاروباری اور عملی زندگی کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے تو اس کو کوئی منع نہیں کرتا لیکن اس میں بھی حد سے بڑھ جانا اور ہمہ وقت سرگرداں رہنا اپنے لطیف جذبات اور ذوقِ سلیم کو گرا دیتا ہے اور خود کو مضحکہ بنا لیتا ہے ذوق

کی تفریح کے واسطے ناگزیر ہے کہ انسان کبھی کبھی ان مشاغل میں بھی حصہ لے جبتک انسان کے ساتھ وجدان ہے نہ موسیقی فنا ہو سکتی ہے اور نہ شاعری یہ چیزیں مثل لائف کے دسترخوان کی چٹنی ہیں، البتہ اُن کو مستقل غذا نہیں بنایا جا سکتا۔ ان حالات میں تو شاعری کا شغل اور بھی ناگزیر ہو جاتا ہے کہ انسان ضیاء صاحب جیسے لوگوں کی طرح اسکو توشۂ عقبیٰ بنائے۔ اور اس سے خوابیدہ جذبات صالح اُبھارنے کا وہ شریفانہ کام لے جو کبھی میدان جنگ میں رجز سے اہل عرب لیتے تھے۔ یا اب فوجی بینڈ سے ممالک متمدنہ میں لیا جاتا ہے۔ کارلائل نے انہیں فوائد کے مدنظر کہا تھا اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ "تم کلام شکسپیر کا چھن جانا پسند کرتے ہو یا ممالکات ہندوستان کا" تو میں بلا تامل کہونگا کہ "ممالکات ہندوستان کا" اس لئے کہ ہندوستان ہم مخلوق کا نتیجہ ہے۔ اور کلام شکسپیر ہمارے خالق کا عطیہ۔ ضیاء صاحب کے زہد کلام کے بعد اس واقعہ اور اس عنوان پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے جس پر یہ زور صرف ہوا ہے۔ ایک عربی مثل ہے کہ اصل حسن وہ ہے جسکی سوکنیں بھی مداح ہوں۔ ایک مسیحی مؤرخ ماسیو ماربین اپنی کتاب سیاست اسلامیہ میں لکھتا ہے: "جناب امام حسینؑ کے دل میں ملک گیری یا حکومت کی ہرگز ہوس نہ تھی۔ کربلا کی مصائب انہوں نے خود پر اس لئے گوارا کئے کہ وہ اپنے نانا کے دین کو رسوائی اور بربادی سے بچانا چاہتے تھے۔ اس اعلیٰ مقصد کے مدنظر انہوں نے ایسی اندوہناک صورت حال پسند فرمائی" بقول ثاقب لکھنوی ؎

محبت میں وہ صدمے جھیل کر اُٹھا ہوں دنیا سے
کہ اب تک لفظِ غم کے ساتھ میرا نام آتا ہے

فرانسیسی ادیب وکٹر ہیوگو نے سچ کہا ہے حریت وحق کا بیج کبھی بار آور نہیں ہو سکتا اگر ظلم کے ہنر سے اس کی آبیاری نہ ہو۔ علم وادب کے زندہ دیوتا برنارڈ شا نے ایک

مرتبہ ایک اخباری نمائندہ نے کہا۔ اگر تمام دنیا ڈوب رہی ہو اور انسانیت کی بقا کے واسطے آپ سے کہا جائے کہ دنیا میں سے صرف بارہ آدمی لے کر آپ اس کشتی میں پار اتر جائیے۔ تو آپ کن بارہ نفوس کا انتخاب کرینگے"۔ اس کا جواب برنارڈ شا نے اپنی طبعی حاضر جوابی سے دیا۔ انسانیت کی بقا کے واسطے صرف میری زندگی کافی ہے۔ بس باقی سب کو ڈوب جانے دونگا۔ برنارڈ شا دنیا میں صرف ایک ہے اور ایک ہی رہے گا۔"

برنارڈ شا جیسے خود پسند دنیا میں سینکڑوں موجود ہیں، اور سینکڑوں ہونگے لیکن شاہ شہیداں جیسے بے مثل گوہر یکتا محمدیؐ دنیا میں صرف ایک تھا اور تا قیامت ایک ہی رہے گا۔ ایسی ذات پاک نے اپنی موت سے جس پر لاکھوں زندگیاں قربان۔ انسانیت کو واقعی بقا دی بقول انیس مرحوم ؎

تباہی میں سفینہ آچکا تھا امت جد کا
یہ کشتی بحر خوں میں ڈوب کر شہ نے نکالی ہے

ماہ زہراؑ جیسے عنوان پر ضیاء صاحب کی روشنی طبع نے چار چاند لگائے ہیں "مرقع شہادت"، دیکھکر کیسی خوشی ہوتی ہے کہ ماشاء اللہ شہد بھی بے مثل اور برتن بھی نہایت پاکیزہ کیوں نہ ہو ؎

حکایت از قد آں سرو دل نواز کنم
باین بہانہ مگر عمر خود دراز کنم

قمر الدین احمد بی، اے بی ٹی علیگ بدایونی

هُوَ الْمُقْتَدِرُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت

رواں الحمد للہ حمدِ رب میں ہے قلم میرا
ہے آغازِ کلام اللہ عنوانِ رقم میرا

ہُوا باہر نہ ہوگا جادۂ حق سے قدم میرا
کہ نذرِ صرفِ رکوع و سجدہ ہے سوئے حرم میرا

مذاقِ طبع ہے نعتِ رسولؐ پاک پر مائل
دل و جاں ہیں ثنائے صاحبِ لولاک پر مائل

ازل سے بارگاہِ عرش منزل کا سلامی ہوں
ہوں مداحِ محمدؐ ترجمانِ خوش کلامی ہوں

سرِ نذرِ جانِ دل ہے صفِ اصحابِ پیمبرؐ کا
ثنا خواں ہوں ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ حیدرؓ کا

وہ اصحابِ نبیؐ ہے نورِ رخشاں ہر طرف جن کا
اصحابی کالنجوم اللہ اکبر ہے شرف جن کا

ثنائے اہلبیتِ مصطفےٰ ایمان ہے میرا
ولائے خامسِ آلِ عبا ایمان ہے میرا

مرا اسلام کاملِ عشقِ تو شاہِ زمن سے ہے
عقیدت فی الحقیقت چار یار و پنجتن سے ہے

زہے عزّ و علاء اہلبیتِ رحمتِ عالم
ہمیشہ جن کے قدموں پر تصدّق دولتِ عالم

مناقب حضور سیّدہ رضی اللہ عنہا

وہ فخرِ انس و جاں بنتِ خدیجہؓ دختِ پیغمبرؐ — زنانِ دہر حورانِ جناں سے فضل و برتر
وہ خاتونِ جناں معصوم حوریں ہمدم جنکی — ملک جنت سے آکر پیستے تھے چکیاں جنکی
وہ مستوراتِ عالم پر مسلّم جن کی سرداری — وہ جن کا نام امینِ عصمت ظہورِ شانِ ستاری
وہ جنکی آلِ اطہر محترم اولادِ آدمؑ سے — وہ جن پر آیۂ تطہیر اتری عرشِ اعظم سے
وہ شب بیدار وہ صرفِ رکوع و سجدہ پیہم — وہ جن کی ذات پر نازاں حضورِ رحمتِ عالمؐ
وہ جن کا ایک سجدہ ضامنِ عفوِ خطاکاراں — وہ جنکی جنبشِ لب شافعِ جرمِ گنہگاراں
وہ نور العینؓ و لختِ دلِ محبوبِ ربانی — وہ فخرِ ہاجرہ و آسیہ وہ مریمِ ثانی
زکیہ، طاہرہ خاتونِ جنت فاطمہؓ زہراؓ — وہ جنکا مرتبہ توقیر لطفِ حق سے بے بہرہ
بتولِ فاطمہؓ وہ جن کی الفت حاصلِ ایماں — محبت جن کی عرفانِ خدا نورِ دلِ ایماں

سامانِ نکاح جناب سیّدہ زہرا رضؓ

بحمد اللہ جب سولہ برس کی عمر کو پہنچیں — ندائیں عرش سے سرکار کو آئیں پئے تمکیں
فرشتوں کی زبانی حکمِ ربِّ ذو الجلال آیا — رسولِ پاکؐ کو زہراؓ کی شادی کا خیال آیا
مسائل عقد کے جب طالبِ خیر الانامؐ آئے — صحابہ کی طرف سے عقدِ زہراؓ کے پیام آئے
ازل سے یہ سعادت تھی مگر تقدیرِ حیدرؑ میں — کہ تھے مولا علیؑ محبوب ترچشمِ پیمبرؐ میں
علیؑ کا حسن سرمستِ شبابِ زندگانی تھا — کہ اکیس سال کی تھی عمر آغازِ جوانی تھا

تھا گہوارہ مدینہ انعقادِ عقدِ نسبت کا
بہار افزا تھا ماہِ سیم دوسرا تھا سال ہجرت کا

مناقب حضرت اسد اللہ الغالب مولیٰ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

علیؓ تھے ابن عم پروردۂ آغوشِ رحمت تھے
علیؓ شیرِ خدا تھے قوتِ بازوئے حضرت تھے

علیؓ دروازۂ شہرِ علومِ مصطفائی تھے
علیؓ گنجینۂ اسرارِ شانِ کبریائی تھے

علیؓ کو نورِ رسولِ خالقِ یکتا سے نسبت تھی
کہ عند اللہ جو ہارون کو موسیٰؑ سے نسبت تھی

تھی پابوس علیؓ شانِ توکل شوکتِ شاہی
رگ و پے میں علیؓ کے جذب تھا زہد اللّٰہی

علیؓ اَبْنَاءَنَا اَبْنَاءَكُمْ کی شرح کامل تھے
علیؓ جزوِ نبی تھے لحمک لحمی کے حامل تھے

علیؓ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ کی تفسیرِ مکمل تھے
علیؓ میدانِ نصرت کے علمبردارِ اوّل تھے

علیؓ فخرِ قریش و افتخارِ آلِ ہاشم تھے
علیؓ سے زندۂ جاوید اسلامی مراسم تھے

علیؓ تھے فرد زہد و علم میں و در شجاعت میں
علیؓ تھے اوّل الاصحاب اصحابِ نبوت میں

علیؓ خیبر شکن فتاحِ خندق ہونے والے تھے
علیؓ نام و نشانِ بت پرستی کھونے والے تھے

علیؓ تھے اپنا ثانی آپ وغا و مجاہد میں
علیؓ میں وصف تھے سب خوبیٔ غازی مجاہد میں

علیؓ کا فضل ظاہر ماہ سے تا بماہی تھا
علیؓ زوجِ بتولِ پاک ہوں امر الٰہی تھا

عقد و نکاح

غرض وہ روزِ نور و زہ شرف وقت سعید آیا
کہ ہم رشتہ نظر در نجف دُرِّ فرید آیا

رسولِ عرش مسند نے بارشادِ خداوندی
نکاحِ حیدرؓ و زہرہؓ پہ ظاہر کی رضامندی

علیؓ ابن ابی طالب کا اے صلّ علیٰ رتبہ
نکاحِ فاطمہؓ کا خود پڑھا سرکار نے خطبہ

زمیں سے عرش اعظم تک مچی دھومیں رحی شاہی
بنی دستِ نبیؐ سے مرحبا دلہن نبیؐ زادی

خوشی سے بزمِ عقدِ پاک میں اصحاب خیر آئے
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ انسؓ طلحہؓ زبیرؓ آئے

علیؑ مجلس میں دولہا بن کے آئے اس تجمل سے　　کہ جیسے بوئے گل ہو بو نہ چھپائے دامنِ گل سے

قبائے سادہ زیبِ جسم تھی سر پہ عمامہ تھا　　شہانہ تھا نہ سہرا تھا نہ مقنع تھا نہ جامہ تھا

ہوئے طے چار سو مثقال چاندی مہر کے بدلے　　عروسِ شب نے جوڑے نو عروسِ مہر کے بدلے

لٹائے بزم میں چھوہارے شہ والا نے خوش ہو کر　　حلاوت یاب محفل میں ہوئے اصحابِ پیغمبرؐ

دلہن دولہا کے ملنے کی مسرت کی گھڑی آئی　　جنابِ سیدہ زہراؑ کی رخصت کی گھڑی آئی

ہوئی بعد فراغ عقد رخصت فاطمہؑ بی کی
رسوم بزم شادی پر نظر تھی ہر صحابی کی

خاتون جنتؑ کا جہیز

جہیز اللہ اکبر جو دیا حضرت نے زہراؑ کو　　دہ بہر خانہ داری تھا مکمل درس دنیا کو

بچھونے دو یمانی چادریں دو اک کملی تھی　　پلنگ تھا چار گدے ایک تکیہ ایک چکی تھی

سبو چھ ایک خالی ایک مشکیزہ تھا پانی کا　　یہ ساماں مختصر سا تھا اثاثہ زندگانی کا

طلائی ہار گردن میں نہ پیشانی پہ جھومر تھے　　فقط چاندی کے بازوبند دو از قسم زیور تھے

جہیز آقا کی جانب سے دلہن کو مرحمت یہ تھا　　ظروف دو تین تھے زیور عوض جو کچھ کہ تھا یہ تھا

علیؑ کے گھر نبیؐ کے گھر سے خاتونِ جناںؑ آئیں　　جنابِ امِ ایمن ساتھ بن کر رازداں آئیں

توقف ہو لیا جب بعد رخصت چند ساعت کا　　ہوا نازل رہ نمائی کو شہنشاہ رسالت کا

علیؑ کے اس نئے آباد گھر میں شاہ دیں آئے　　دعائے خیر دینے رحمۃ للعالمین آئے

بلایا فاطمہؑ کو پاس مانگا آپؐ نے پانی　　اٹھائے ہاتھ سوئے آسماں با خندہ پیشانی

جنابِ سیدہ لائیں پیالہ بھر کے پانی کا　　بشارت دی نبیؐ نے انبساط و جاودانی کا

نبیؐ نے پانی کے چھینٹے بطنِ زہراؑ پشتِ حیدرؑ پر　　دعا مانگی کہ اے ربِّ دو عالم خالقِ برتر

عطا اولاد ہو دونوں فاطمہؑ کو رحمتِ باری　　قیامت تک رہے جس کا مبارک سلسلہ جاری

نبوت کا چمن پھولا پھلا گلہائے زہراؓ سے
بہارِ گلشنِ ایجاد ہے ابنائے زہراؓ سے

دعوتِ ولیمہ

ولیمہ دوسرے ہی دن کیا مولا نے شادی کا
عمل مسنون تھا یہ مصطفیٰؐ دنیا کے ہادی کا

ولیمہ میں ہی ہر رنگ کا سادہ سا کھانا تھا
کہ آپ سردارِ زنانِ جنت ہیں یہ آئینِ دنیا تھا

بجائے میوہ دسترخواں پہ خرمے کھجوریں تھیں
یہ وہ دعوت تھی جسکی میزباں حضرت علیؓ خود تھیں

غلط ہے یہ علیؓ نے دعوتیں دس سیر کی ہونگی
زیادہ سے زیادہ روٹیاں دو سیر کی ہونگی

تعالی اللہ یہ تقریبِ شادی اس کے گھر پر تھی
تصدق سلطنت کونین مکاں کی جسکے در پر تھی

درسِ حیات

شہنشاہِ رسالت خسروِ کونینؐ کے صدقے
سریر آرائے عالم مختار حسنینؓ کے صدقے

عجب شہؐ ہدایت کی ہمیں تعلیم فرمائی
نظامِ زندگی کی مستقل تنظیم فرمائی

سکھایا بندہ پرورؐ نے طرزِ بندگی ہمکو
بسر کرنا بتایا۔ سادگی سے زندگی ہم کو

تعیش سے ہمیں محفوظ رہنے کی ہدایت کی
تصنع پر تکلف پر نمائش پر ملامت کی

معاش خوب و بود و باش و حریت کے طور سکھلائے
طریقے ارتقائے زیست کے فی الفور سکھلائے

ہمیں آداب تہذیب و تمدن سے کیا واقف
تھے جن اسرار سے ہم بیخبر ان سے کیا واقف

جہانداری و دنیاداری کے سب اطوار سمجھائے
ہمیں دنیا کی تقریبات کے معیار سمجھائے

ہمیں اسراف بیجا پر بجا تہدید فرمائی
مصارف میں کفایت کی ہمیں تاکید فرمائی

اصولِ راحتِ دنیا تمام سمجھا دیئے سارے
مکمل شعبہ ہائے زندگی فرما دیئے سارے

ہماری سرجوشی و خود فراموشی

غم و شادی میں روزانہ کے معمولات دنیا میں
یہ قصے یہ قضیے رہتے ہیں دن رات دنیا میں

مگر ہم روزمرہ شادی و غم کی مسائل میں
تصور یہ کبھی بھولے سے بھی لاتے نہیں دل میں

یہ ہم کیا کر رہے ہیں کیوں یہ اخراجات کرتے ہیں
نہیں کرنا جو ہم کو چاہیئے وہ بات کرتے ہیں

غم و اندوہ کا جب وقت ہم پر کوئی آتا ہے
نمائش کی طرف لیکر تخیل ہمکو جاتا ہے

عذر ہوتا نہیں اصلاً ہمیں بیجا مصارف سے
ہم اکثر دور ہٹ جاتے ہیں اسلامی معارف سے

ہماری تعزیت کی مجلسیں بے شبہ روزانہ
ہمارے بے محل اسراف کا بنتی ہیں افسانہ

کچھ اس انداز سے کرتے ہیں تقریبا شادی ہم
سمجھتے ہیں کہ ہیں سرمایہ دار کیقبادی ہم

تباہی آفریں ہوتی ہے ہر تقریب شادی کی
گھٹائیں سر پہ منڈلاتی ہیں بس نامرادی کی

ہمیں تکملہ جہیز و زیور و پوشاک ہوتی ہے
دماغ و ذہن سے گم قوت ادراک ہوتی ہے

خوشی میں ہمت پرواز تا افلاک ہوتی ہے
ہماری سب کمائی دم زدن میں خاک ہوتی ہے

ہمیں اظہار شان و منزلت کا جوش ہوتا ہے
نمود و نام کی خواہش میں دل مدہوش ہوتا ہے

ہماری حیثیت تک قرض میں مکفول ہوتی ہے
غلط شہرت کی خاطر مال و زر کی دھول ہوتی ہے

ظروف و جامہ ہائے عنبری کی خریداری
مہینوں پیشتر کرتے ہیں ہم ناداں یہ تیاری

ہمیں یہ ولولہ رہتا ہے اپنی سربلندی کا
کہ ہو شادی کی ہر نوبت میں کھاتا توڑے بندی کا

فضول و بیجا اخراجات ہم شادی میں کرتے ہیں
کہ آخر کار پہلے موت سے بے موت مرتے ہیں

کہاں وہ صاف ستھری بے تکلف زندگی سادہ
کہاں یہ ذوق سرجوشی کہاں یہ کیف بے بادہ

غرض یہ ہے کہ جب کرتے ہیں ہم لڑکی کی شادی
زخود ہو جاتے ہیں آمادہ تکمیل بربادی

وہ دستور العمل جو قابل تقلید امت تھا
وہ ذوق اتقا جس پر مدار دین و ملت تھا

فریب صحبت ناجنس سے ہم نے کیا زائل
سرور بے ثبات دہر پر ہم ہو گئے مائل

ہمیں دنیا نے خوگر کر دیا اعزاز و شہرت کا
رہا پاس اب نہ ہم کو نہ احکام شریعت کا

دعائے مسلم

خدائے پاک پھر ہم میں وہی احساس پیدا کر
روایات سلف پھر ہوں ہماری زندگی تازہ
رہا پابندیٔ رسم و رواج غیر سے ہم ہوں
طریق زندگی میں سادگی پہلی سی آجائے
ہمارے قلب میں ہو جذبۂ تعلیم اسلامی
ہو پیدا قوت حسن عمل میں گرم جولانی
تمدن ہو ہمارا داعیٔ تہذیب لاثانی
ہمارا زینت تقریبات مذر طاق نسیاں ہو

طریق ملت حق پر دل امت کو شیدا کر
الٰہی متحد ہو جائے پھر امت کا شیرازہ
مثال داعیان خیر اہل خیر سے ہم ہوں
ہمیں سچا مسلماں بزم عالم میں کہا جائے
ہمارے ہر عمل سے دور ہو احساس ناکامی
ہمارے سامنے ہو اسوۂ محبوب سبحانی
ہمارا ہر عمل ہو تابع احکام قرآنی
کبھی مائل نہ تفریحات پر یارب مسلماں ہو

بنا سچا نمونہ ہم کو اصحاب پیمبر کا
ہمیں احساس دے تقلید اہلبیت اطہر کا

ولادت حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام

عرب کی وادیوں میں تیسرا تھا سال ہجرت کا
نیند ہو ماہ رمضان روز شنبہ لیکر یہ خبر آیا
ہوئے بطن بتول گل بدا ماں سے حسن پیدا
مبارکباد دینے عرش سے روح الامیں آئے
سجایا قدسیوں نے گلشن خلد معلیٰ کو

جہاں ہر گز تھا ماہ صوم کی یمن و سعادت کا
گل ریحان جنت خلد سے زہرا کے گھر آیا
کیا نقاش قدرت نے چمن اندر چمن پیدا
فرشتے کرتے ہوئے تہنیت الفردوس سے لائے
نوید تہنیت جبریل نے دی آ کے زہراؑ کو

خوشی سی تھی خوشی انصار و اصحابِ پیمبرؐ کو
دیا اللہ نے کیا چاند سا فرزند حیدرؓ کو

خوشی میں تھا خروشِ سلطانِ خوباں شمعِ نورانی
فروغِ سجدۂ شکرانہ سے روشن تھی پیشانی

بسر زد انبساطِ حیدرؓ و صفدرؓ کو کیا کہیئے
خدا کے نور سے گھر تھا منوّر گھر کو کیا کہیئے

دلوں پہ حمدِ ربّ شکرِ خدا کا جوش تھا غالب
مقامِ حمد تھا بابِ علیؓ ابنِ ابی طالبؓ

حسنؓ نامِ خدا منجملۂ اسماءِ احسن تھا
نہاں نامِ حسنؓ مثلِ چراغِ زیرِ دامن تھا

ولادت کی خبر سن کر علیؓ کے گھر نبیؐ آئے
باندازِ طرب آئے بصد عیش و خوشی آئے

لیا فرزند کو آغوش میں دل سے دعائیں دیں
مبارکباد کی خاتونِ جنتؓ کو دعائیں دیں

ازل سے تا بہ بعثتِ شاہنشہ خوباں
حجابِ قدس میں حق پاک و طیب نام تھا پنہاں

بالہامِ خداوندی نبیؐ نے نام شبرؓ کا
زفرطِ تہنیت جوشِ مسرت سے حسنؓ رکھا

عرب میں شور تھا جنت کا مہ پارہ اتر آیا
کنارِ فاطمہؓ میں عرش کا تارا اتر آیا

جمالِ حسنؓ

حسنؓ کا حسن و صورت حسنِ صورت گر کا مظہر تھا
بالفاظِ دگر آئینۂ شکلِ پیمبرؐ تھا

حسنؓ اک نو شگفتہ پھول گلزارِ جنت کے
نظر آتے تھے اک روشن مرقع نورِ قدرت کے

حسنؓ کی شکل زیبا تھی شبیہِ خسروِ خوباں
حسنؓ کے چاند سے رخ سے عیاں تھا جلوۂ یزداں

حسنؓ سرتا بپا نورِ مجسم ماہ طلعت تھے
عرب کے چاند تھے محبوبِ حق تھے خوبصورت تھے

عقیقہ

ہوا جب ساتواں دن راحتِ جاں کی ولادت کا
عقیقہ خود کیا شہؐ نے گلِ ریحانِ جنت کا

سر پُر نور کے بالوں کو سر سے خود اتروایا
علیؓ صدقہ میں دیں ہم وزن چاندی حکم فرمایا

مناقب امام حسن رضی اللہ عنہ

حسنؓ کو پاکے زیب دوش کہتے تھے حضور اکبرؐ ۔ یہ ہیں محبوب مجھکو ان کو رکھ محبوب اے داور
بجوش رحمت و رافت حضورؐ شافع محشر ۔ بٹھاتے تھے حسنؓ کو کمسنی میں دوش اقدس پر
حضورؐ ایک دن سر راہِ حرم تشریف فرما تھے ۔ حسنؓ شاداں و فرحاں اک دوش معلی تھے
کہا اک شخص نے اے طفل کیا اچھا یہ مرکب ہے ۔ شہ دیں نے کہا راکب بھی تو یہ خاصہ رب ہے
حسنؓ کو گود میں لیکر زباں آقاؐ نہ کھلاتے تھے ۔ زباں کو دیکھ کر یہ شاد ہوتے مسکراتے تھے
نماز پنجگانہ کے لئے جب مصطفاؐ جاتے ۔ حسنؓ خوش فعلیاں کرتے ہوئے مسجد میں آجاتے
وہ جب سجدے میں ہوتے پشت و گردن پہ چڑھ جاتے ۔ بدورانِ رکوع و قومہ ساق پا میں در آتے
حدیثِ پاک یہ صدیق اکبرؓ کی زبانی ہے ۔ عیاں جس سے حسنؓ کی خاص شان کامرانی ہے
رسول اللہؐ تھے رونق فزا مسجد کے ممبر پر ۔ حسنؓ بھی جلوہ آرا تھے قریب حضرت سرور
کبھی اصحاب کی جانب نگاہ بندہ پرور تھی ۔ کبھی چشم خدا بیں ڈالتے پر نور حسنؓ پر تھی
میانِ خطبہ لوگوں سے شہ والا نے فرمایا ۔ مرا فرزند ہے سید ہے یہ خاتون کا جایا
بلا شک ہے یہ عہد قبل شہید کی زندگی میں ۔ سبب سے اس کے ہوگی صلح دو مسلم فریقوں میں
حسنؓ تھا عطر مجموعہ رخ زہراؓ کی نزہت کا ۔ بہارِ گلشن ایجاد تھا یہ پھول جنت کا
فصاحت بذلہ سنجی جاں نثاری خوش بیانی تھی ۔ دل آویز و حلاوت آفریں شیریں بیانی تھی
حسنؓ بار امامت فضلِ بے پایاں کے حامل تھے ۔ حسنؓ مجموعہ اخلاق و اوصاف و فضائل تھے

حسین و صاحبِ تمکیں سخی و نیک پرور تھے
حلیم و ذی وقار و با مروت دافع شر تھے

سخاوت

بیاں کوئی کرے سرکار کے کن کن فضائل کو — سخی ایسے کہ بخشے لاکھ درہم ایک سائل کو
خدا کی راہ میں خیرات کی دو بار سب دولت — نہ رکھا پاس اک حبّہ بے آسائش و راحت
دکھائے تین بار ایسے سخا وجود کے منظر — لٹایا راہِ حق میں کل اثاث البیت اور گھر زر
غنی تھا قلب تھا جوشِ عطا دستِ تونگر میں — خدا کی دی ہوئی دولت لٹا دیتے تھے دم بھر میں

انداز گفتگو

ہیں ابن سعد راوی آپ کی شیریں کلامی کے — بیاں کرتے ہیں وہ کچھ حال اندازِ گرامی کے
خدا شاہد یہ اندازِ کلام سبطِ اکبر تھا — تصدق گفتگو پر ہر مخاطب ہر سخنور تھا
شہیدِ جنبشِ لب تھیں مخاطب کی تمنائیں — یہی جی چاہتا تھا گفتگو حضرت کیے جائیں
زباں سے فحش کلمہ عمر بھر کوئی نہیں نکلا — دمِ گفتن جو نکلا حرف تھا وہ دلنشیں نکلا
طریقِ گفتگو کا عمر بھر میں جائزہ لے کے — لب و لہجہ پہ یہ تنقید کی ہے بعض لوگوں نے
زمیں پر عمر بن عثمان سے کچھ آپکی اَن بَن — ہوا جو فیصلہ باہم مخالف اس سے تھا بدظن
ہمارے پاس کیا ہے آپ نے یہ لفظ فرمائے — بجز اسکے کہ انکی ناک خاک آلود کی جائے
یہ فقرہ زندگی بھر میں لبِ شیریں سے نکلا ہے — عتاب آمیز تا دم قتیل کا یہ ایک جملہ ہے

عجب شانِ تکلم تھی عجب شیریں مقالی تھی
زبانِ قدرت نے گویا نور کے سانچے میں ڈھالی تھی

حلم و تحمل

رقم طبقات ابن سعد میں اک روایت ہے — عیاں جس سے سکونِ حلم نوشاہ امامت ہے

نمازِ جمعہ میں ہوتا تھا یہ مروان کا خطبہ
کہا جاتا ہے حسنؓ کے سامنے حیدرؓ کو کم رتبہ

تحمل کا حسنؓ کے جائزہ مروان لیتا تھا
سرِ منبر علیؓ کو خیرہ سر دشنام دیتا تھا

سکون و صبر سے سنتے تھے یہ سب سبطِ پیغمبرؐ
زباں سے کچھ نہ کہتے تھے اثر ہوتا تھا جو دل پر

کئے مروان نے ایک روز حملے ذاتِ اقدس پر
غرض یہ تھی کہ ہوں غیظ و غضب سے مشتعل شبرؓ

مگر تھا آپ کا قلبِ مصفّا مثلِ آئینہ
کہ تھا والکاظمین الغیظ کا رحمتکدہ سینہ

کہا قاصد سے سن کر آپ نے مروان کی باتیں
رہیں گی یاد مجھکو ظالم ناداں کی باتیں

مجھے کہتا ہے دانا جو کچھ گلہ اسکا نہیں مجھکو
مگر ہے منتقم قہرِ خدا یہ ہے یقیں مجھکو

کہا مروان نے جو کچھ اگر سچ ہے تو محشر میں
یقیناً آئینہ ہو جائے گا دربارِ داور میں

جزائے راستی ہو یا سزائے باطل و ناحق
بہر صورت حکم ہے منتقم ہے داورِ مطلق

رضائے حق پہ راضی ہوں یہی ہوگا جو ہونا ہے
مگر مروان کے مقسوم میں عقبیٰ کا رونا ہے

ہے یہ بھی واقعہ منجملۂ بیدادِ مروانی
حسنؓ پر روز و شب ظالم تھا مصروفِ ستمرانی

مگر یہ پیکرِ صبر و رضا تھا صرفِ خاموشی
ادھر یادِ خدا دل میں ادھر اظہارِ سرجوشی

یکایک ناک دھکتے ہاتھ سے مروان نے پونچھی
یہ نامشروع حرکت سبطِ پیغمبرؐ نے جب دیکھی

شریعت کی اہانت پر خمِ ابرو نے بل کھایا
نظر بدلی ہوئے چیں بر جبیں فوراً جلال آیا

کہا مروان سے تف ہے تری فطری جہالت پر
نظر رکھتا نہیں نا اہل آدابِ طہارت پر

ہے دستِ راست بہرِ پاکیٔ اجزائے جسمانی
ہے بایاں ہاتھ بہرِ شستنِ اندامِ پنہانی

ہوا اس ڈانٹ پر مروان ساکت اور شرمندہ
رہا محجوب اپنے فعل پر جب تک رہا زندہ

زہے حلم و سکوں ہیں دم بخود اپنی مصیبت تک
جھڑک دیتے ہیں دشمن کو مگر توہینِ ملت پر

تعدادِ ازدواج

حسنؓ کا حسنِ احسن دلربا تھا جاذبِ دل تھا
جہاں دیکھا کسی نے اک نظر سو جاں سے مائل تھا

وہ رس آنکھوں میں رخ میں کشش ذاتِ پاک محمدؐ سی تھی — دل زندہ شیرگاں میں آپ سے شادی کی حسرت تھی
بکثرت شادیاں کیں آپ نے کوفہ مدینہ میں — طلاق و عقد کا تھا دور گویا ہر مہینے میں
ظہورِ حسنِ صورت آفرین حسن یکتا تھا — جمالِ حق نما کا تا عراق و شام شہرا تھا

خلع خلافت

امیر المومنین مولا علیؓ کے بعد ہی فوراً — ہوئی شیرازہ امت میں پیدا برہمی فوراً
کیا دعویٰ امیر شامی حکومت نے خلافت کا — حسنؓ کو اس طرف سمجھا گیا وارث امامت کا
خلافت آپ کی تسلیم کی اعیانِ کوفہ نے — کہ بیعت ہاتھ پر کی آپ کے شیعانِ کوفہ نے
کیا کچھ روز تک تو کوفیوں نے پاس بیعت کا — مگر فی الفور ہی جاتا رہا احساس بیعت کا
امیر شام سالارِ عرب حضرت معاویہؓ — حریفِ حضرت مولاؓ سمجھتے تھے جنہیں شیعہ
علی کا اعلان جب نشرِ خلافت پر ہوئے مائل — لرزا تھے خیالِ گشت و خوں سے کوفیوں کے دل
امام نو بمراتب یہ کوائف برملا دیکھے — توسل آشنا بزدل متلون ہوتا دیکھے

امام حسنؓ اور فریب اہل فتن

مگر جب قیس ابن سعد کوفی فوج کا افسر — ہوا دربار میں حاضر کہا اس نے وارث حیدرؓ
مرے زیر کماں یارو ہزار افواج کا دل ہے — رسد کا بار برداری کا ہر ساماں مکمل ہے
امیر شام کے حملے کا ڈر اصلا نہیں مجھ کو — ہو کتنا ہی قوی دشمن مگر خطرہ نہیں مجھ کو
امامِ پاک باطن پر عیاں تھا رازِ مستقبل — خلافِ مرضیٔ حق تابِ گفتن تھی مگر مشکل
عدو کوفہ سے باہر آنے اصرار آ کیا یہ — نظر آیا مقابل میں امیر شام کا لشکر
ہوئیں شب باش تو بین المقابل دونوں میداں میں — مچا غل یک بیک یہ لشکرِ محبوبِ یزداں میں
بپا دونوں دو سواروں میں یکایک ابتری پھیلی — دم لائے شب ہوئی گرد و غبارِ فوج سے میلی

ہوئی شہرت کسی نے نئیں ابن سعد کو مارا — ہوا شیرازۂ افواج کوفہ منتشر سارا

جب اپنی فوج ہو سپہ سالار کی دشمن — ہے ناممکن حریفانِ دغا پر ہو وہ خنجر زن

امامِ پاک کے ڈیرے میں بھی کچھ لوگ در آئے — بنی زادے کو بھی مجروح کرنے نیزے تیر مارے

اُتاری دوش سے چادر لباسِ خیمہ کو لوٹا — بہت کچھ ان مظالم سے شہ والا کا دل ٹوٹا

ستمگر ہو گئے مفرور کوفی بیوفا سارے — کئے سرکار نے سب حمیت سمجھ نظارے

ربیعہ اور ہمدان آپ کو لائے مدائن میں — شفا زخموں سے پائی آپ نے آخر کئی دن میں

معاویہؓ نے ان حالات کی جس دم خبر پائی — شہ والا سے ملنے کے لئے تقدیم فرمائی

امیر شام پہ مانے ہوئے تھے عہد حیدرؑ سے — نہیں تھی جنگ کی خواہش انہیں سبطِ پیمبرؐ سے

مدائن میں حسنؑ ابن علیؑ سے خود وہ ملے آ کر — مکمل گفتگو کی ملکی و مالی مسائل پر

امام پاک نے باایں ہمہ زور ید اللہی — مسلمانوں کی خونریزی کسی صورت نہیں چاہی

شرائط صلح کے باہم اگر طے ہو گئے سارے — ہوئے جنگ و جدل کے ختم وہ دن جن میں نظارے

خلافت پائیں گے حضرت حسنؑ بعد معاویہؓ — عراق و طیبہ و بطحیٰ نہ دیں گے کچھ زر فدیہ

صلحنامہ کے دن تک سے حسنؑ پر جسقدر تھا قرضہ — کرینگے خود ادا ابن ابو سفیانؓ ہر قرضہ

اہم یہ تین شرطیں ہی صلحنامہ کے اندر تھیں — امیدیں منحصر دونوں طرف کی بس انہی پر تھیں

ربیع الاول اکتالیس ہجری میں صلحنامہ — مکمل ہو گیا باہمدگر بے شر و ہنگامہ

نہ کی پروائے مال و ملک و دولت ابن حیدرؑ نے — خلافت کا خلع فرما دیا سبطِ پیمبرؐ نے

مکمل جذبۂ ایثار و ذوقِ عذر خواہی تھا
نثارِ ملتِ حق پر تصدق تاجِ شاہی تھا

محبانِ علیؑ کا رویہ

نہ شیعانِ علیؑ اب تک حسنؑ کے ہی جیالے تھے — بدلتے ہی ہوا مصروفِ خنجر آزمائی تھے

حسنؓ ابن علیؑ پر تھا تبرا اب شعار ان کا — غرض عنوان بد عہدی تھا ہر قول و قرار ان کا
یہ ننگِ خلق عار المومنین شہ کو کہتے تھے — ہمیشہ فکر توہین حسنؓ میں غرق رہتے تھے
مذل المومنین کہہ کر سلام آقا کو کرتے تھے — غرض آزردہ خاطر یوں غلام آقا کو رکھتے تھے

واپسی دربار رسولؐ

محبانِ علیؑ کے جبر جب حد سے سوا پائے — مدینہ میں امامِ پاک کوفہ سے چلے آئے
مدینہ میں رہے نو سال تک شہزادہ والا — مدارج پائے دربار نبیؐ سے ارفع و اعلیٰ
یہ دورِ زیست تھا نذرِ عبادت روز و شبانہ — ملا کرتے تھے دینار ان کو ایک لاکھ سالانہ
یتیموں بے نواؤں اور بیواؤں پہ دولت — ہمیشہ صرف کرتے تھے شہ والا بصد عزت
مدینہ تھا خدا کی یاد تھی حق کی حضوری تھی — تھا حاصل قربِ محبوبِ خدا دنیا سے دوری تھی

سعیٔ یزید

یزید زشت خو آمادہ بیداد تھا پیہم — خلافت کے نہ ملنے کا اُسے تھا ہمہ دم غم
سمجھتا تھا کہ بعدِ مرگ فرزند ابوسفیانؓ — رہے زندہ اگر سبط نبی ابن شہ مرداں
حکومت شام کی ہرگز نہ مجھکو ملنے پائیگی — حسنؓ کے حق میں شرطِ عہد نامہ رنگ لائیگی
بشوق ملک گیری و حکومت کلبیہ زادہ — ہوا قتل حسنؓ پر دیدہ و دانستہ آمادہ
دیئے پیغام جعدہ بنت اشعث کو پس پردہ — یزید اس شرط پر لے دختِ اشعث تیرا بردہ
حسنؓ کو یعنی اپنے شوہر محبوب طلعت کو — پلا زہر ہلاہل بھیج دے گلزار جنت کو
یہ جعدہ جو کہ تھی منجملۂ ازواج والا کی — جفا پیشہ کے شوقِ زوجیت میں ہو گئی اندھی

جہانِ حسن میں عورت عجب نافہم ہوتی ہے
خود اپنی آبرو شوہر کی اپنی جان کھوتی ہے

شہادت سیدنا امام حسنؓ

پلایا زہر ناہنجار نے معصوم شوہر کو
غضب کا زہر تھا جس نے غضب تاثیر دکھلائی
جگر کٹ کر دہن کی راہ سے باہر نکل آیا
ہوئی محسوس بے چینی شہیدِ عشق یزداں کو
حسینؓ ابن علیؓ تشریف فرما تھے جو بالیں پر
یہ بے چینی ہے کیوں یہ اضطراب اے فخر زہرا کیوں
نبیؐ کے پاس تم یا مرتضیٰؓ کے پاس جاتے ہو
خدیجہؓ فاطمہ زہراؓ جہاں تشریف فرما ہیں
وہاں جاتے ہوئے اس درجہ حیرانی کا کیا باعث
کیا ارشاد اے جانِ برادر ماجرا یہ ہے
نہ پہنچا تھا جہاں اب تک وہاں میں آج جاتا ہوں
سپرد اللہ کے تم کو کیا ثابت قدم رہنا
جناب عائشہؓ سے عرض کرنا میری جانب سے
اجازت یہ اگر دربار صدیقہؓ سے ہو جائے
مجھے آغوش سلطانِ رسل میں تم سلا دینا
یہ کہکر نعمتیں جتنی تھیں نانا جان سے پائیں
کیا رخ سوئے قبلہ ہو گئے واصل بحق حضرت

کیا واصل بحق سلطانِ زمن سبط پیغمبرؑ کو
نہ ہرگز راس تدبیر علاجِ شاہ زمن آئی
خدا کا نور عرش اللہ سے باہر نکل آیا
نئے جلوے نظر آنے لگے تو شاہ خوباں کو
ہوئے گویا کہ اے جانِ برادر سبط پیغمبرؑ
یہ جوشِ ناشکیبائی یہ کرب حسرت افزا کیوں
خدا کے سامنے اے بھائی احساں جاتے ہو
جہاں تو قاسمؓ ہیں طاہرؓ ہیں جہاں جعفرؓ ہیں حمزہؓ ہیں
ہیں قرباں کچھ تو کہیے سوزِ پنہانی کا کیا باعث
ہے میرے سامنے اک منظر ماجرا یہ ہے
نہیں دیکھا تھا جس مخلوق کو نزدیک پاتا ہوں
مصائب جھیلتا عمداً اٹھاتا رنج و غم سہتا
مجھے حجرہ کے اندر دفن ہونے کی رضا دے دے
دمِ تدفیں کا ٹنٹا بھی نہ کوئی پیش اگر آئے
مری میت کو حجرہ میں شہ والا کے جا دینا
سپرد حضرت شاہِ شہیداں شہ نے فرمائیں
شہادت لے کے جبیں چومی ہوئی رخ پر فدا رحمت

ملے شاہِ رسل سے بعد رحلت سبط پیغمبرؐ
ہوئے مسند نشین قصرِ جنت سبط پیغمبرؐ

شہادت کی خبر سن کر زمانہ کو اچنبا تھا
ربیع الاولیں کی پانچویں تھی پنجشنبہ تھا

سن پنجاہ یا پنجاہ و یک میں امر حق پاکر
شہید اللہ اکبر ہو گئے لختِ دلِ حیدرؓ

جنازہ پر ہجوم عاشقانِ آلِ اطہر تھا
بشر یا سے تعزیت مروان بھی با دیدۂ تر تھا

حسینؓ پاک نے مروان[1] سے پوچھا کہ اے خود سر
لگے کیا کیا نہ تو نے زندگی میں ظلم حضرت پر

پسِ مردن اب ان کی نعش پر رونے سے کیا حاصل
کہا مروان نے میں کیا کہوں مغموم ہے کیا دل

میں اس مرحوم کو روتا ہوں جو کوہِ تحمل تھا
میں روتا ہوں اسے اللہ پر جس کو توکل تھا

جنازہ جب امام پاک کا بہرِ نماز آیا
حسینؓ ابن علیؓ سبط پیغمبر نے یہ فرمایا

یقیناً خود پڑھاتا میں نماز اخ معظم کی
مگر ہے یہ بھی اک سنت رسولِ ربِّ اکرم کی

نماز اولیٰ امامت والیِ امر کا منصب ہے
یہی حکم شریعت ہے یہی آئین مذہب ہے

سعید[2] اس وقت تھے جو والیِ عامل مدینہ کے
پسر تھے عاص کے تھے آدمی بھی کچھ قرینہ کے

انھوں نے ہی نماز میت شہ کی امامت کی
حسینؓ پاک نے تعمیل احکام شریعت کی

جنازہ لے چلے جب لوگ سوئے روضۂ انور
ہوا مروان مزاحم کھنچ گئے باہم کر خنجر

جناب بو ہریرہؓ نے کیا یہ فیصلہ بڑھ کر
کہا شبیرؓ سے فرزند ہے یہ مرتضےٰ و داور

کنارِ فاطمہ میں دفن ہو لختِ دلِ زہراؓ
بقیع پاک میں ہو تربتِ ابن رسول اللہ

بالآخر وہ ہوا لکھا تھا جو قدرت کے دفتر میں
علیؓ کا لختِ دل آسودہ ہے آغوشِ مادر میں

کفن بر رخ چھپا ماہِ مبیں آغوشِ تربت میں
چمک کر فاطمہؓ کا چاند ڈوبا ظلِ رحمت میں

---

[1] مروان ابن الحکم خلافت امویہ میں افتراق کا بانی خوگر فریب ذہن تھا حضرت عثمانؓ غنی کے زمانہ سے مسلسل مسلمانوں کے محترم آمرین کو لڑا تا رہا معاویہ بن یزید کے بعد ۳ ذیقعدہ [illegible] کو امارت بنو امیہ پر فائز ہوا۔ ۳ رمضان [illegible] کو دمشق میں فوت ہوا

[2] سعید بن العاصی دو مرتبہ والی مدینہ مقرر ہوئے [illegible] میں پیدا ہوئے۔ اور [illegible] میں فوت ہوئے۔ ۱۲

ہوا مستور جلوہ شمع قندیل رسالت کا
چراغ پُر ضیا گل ہو گیا قصر امامت کا

حسینؓ بدر کی صورت حسنؓ کی پاک صورت تھی
سراپائے جمال صاحب لولاک صورت تھی

جہاں میں بجلیاں چمکیں مسلمانو تجی آہوں سے
حسنؓ کی چاند سی صورت ہوئی پنہاں نگاہوں سے

یہ کہدو کشتگان عشق کے غم میں جو روتے ہیں
شہیدان محبت زندہ جاوید ہوتے ہیں

ولادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

عجب تھی فرخ و مسعود چوتھی سال ہجری کی
خوشی تھی رات دن قدسی جناب فاطمہؓ بی کی

طرب افروز تھا دن پانچ شعبان المعظم کا
کہ قصر سیدہ زہرا سے خورشید شرف چمکا

حسینؓ ابن علیؓ تشریف لائے بزم ہستی میں
مئے جام نجف آنکھوں سے ٹپکی جوش مستی میں

ولادت کی خبر گوش رسول پاک تک پہنچی
زمیں سے عیش سرمد کی صدا افلاک تک پہنچی

شفق پھولی فضا نے چرخ پر انوار قدرت کی
ہوئی پھولوں سے سرخی رخسار ملک شہادت کی

عروس صبح نے زر نجف کا مینہ برسایا
پھریرا نصرت حق کا زمانہ بھر میں لہرایا

فرشتے خیر مقدم کے لئے زہراؓ کے گھر آئے
مدینہ کی زمیں پر عرش کے تارے نظر آئے

نگاہ بوتراب آئینہ بر کف دید کو دوڑی
خوشی سے سو قدم تک عیش کا تحفہ لیکر دوڑی

خوشی کے مرغ دوڑے تھے عیاں چشم پیمبر میں
شعاعیں موجزن تھیں خیمہ خورشید انور میں

تجلی دیکھکر نور نظر کے رشتے رحمن کا
رسول اللہ نے بوسہ لیا بچہ کی گردن کا

مبارکباد دی روح الامین نے عرش سے آکر
سرندا مرد تھے ہمراہ سلطان رسل خندہ

لب جبریل سے حق کا سنا پیغام سرور نے
حسینؓ اس چاند سے بیٹے کا رکھا نام سرور نے

عطا کی دوسری نعمت نبی کو حق تعالیٰ نے
کیا اس لخت دل کا بھی عقیقہ ... آرا نے

پلایا دودھ ام الفضل[1] نے فرزند زہراؓ کو / فرشتوں نے کھلایا گود میں دلبندِ زہراؓ کو

رہے شبیر بطنِ والدہ میں چھ مہینے تک / کفِ پا سے تھے ہم شکلِ رسولِ پاک سینے تک

سراپا نور تھے نورِ نبیؐ تھے نور کی صورت

جبینِ پاک روشن تھی چراغِ طور کی صورت

مناقب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ازل سے آپ تھے ظلِ جمالِ حضرت یحییٰ[2] / ہر اک خو آپ کی تھی ہم خیالِ حضرت یحییٰ

رہے چھ ماہ وہ بھی اور یہ بھی بطنِ مادر میں / ہوئے دونوں شہید اللہ اکبر راہِ داور میں

سکون صبر تسلیم و رضا دونوں کی یکساں تھی / وہ پیغمبر تھے سچے اور یہ سچے مسلماں تھے

حسینؓ پاک کا بھی نام تھا اسمائے حسنیٰ میں / کوئی پہلے نہ تھا اس نام کا انسان دنیا میں

حسینؓ آئینہ دارِ حسنِ روئے مصطفائی تھے / حسینؓ اک مطلعِ انوارِ ذاتِ کبریائی تھے

حسنؓ کی ہر ادا کے تھے حسینؓ پاک آئینہ / حسنؓ کی طرح تھا آئینہ خانہ آپ کا سینہ

تھے دونوں مشترک ہر خوبیِ اخلاق کے عامل / تھے دونوں آسمانِ عرشِ رفعت کے مہِ کامل

یقیناً وارثِ نقشِ سیرِ ابرار تھے دونوں / جوانانِ ریاضِ خلد کے سردار تھے دونوں

علیؓ کے لختِ دل زہراؓ کے نورِ عین و دیدہ تھے / تھے محبوبِ خداؐ کی گودیوں کے ناز پروردہ

یہ دونوں پھول زہراؓ کے گلِ ریحانِ جنت تھے / تھے دونوں شاہزادے زینتِ ایوانِ جنت تھے

نمازِ مصطفیٰؐ کی حق نما تصویر تھے دونوں / رکوع و سجدہ ہائے فرض کی تفسیر تھے دونوں

---

[1] ام الفضل کنیت الکبریٰ لقب لبابہ نام بنت حارث خولہ بنت عوف کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ خدیجہ کبریٰ کے بعد آپ پہلی خاتون ہیں جو ایمان لائیں حضور انکے دیکھنے کو اکثر جایا کرتے تھے انھوں نے خواب دیکھا کہ حضور کے جسمِ مبارک کا ایک ٹکڑا انکی گود میں آگیا ہے انھوں نے تعبیر دریافت کی حضور نے فرمایا کہ حسین میرے جگر کے ٹکڑے کو گود میں کھلاؤ گی زمانہ خلافت عثمان غنی میں انتقال فرمایا۔

رسولِ پاکؐ سے ملتی ہوئی دونوں کی طلعت تھی
رسولِ پاکؐ کے سینے میں دونوں کی محبت تھی

یہ دونوں مصطفےٰ کے سامنے سے جب گذرتے تھے
دعا یہ مصطفےٰ دونوں کے حق میں جب کرتے تھے

میں ان دونوں کا طالب ہوں مرے مطلوب ہیں دونوں
خدا محبوب رکھ ان کو مجھے محبوب ہیں دونوں

بلند اللہ اکبر کس قدر دونوں کے مانے ہیں
حدیثوں میں فضائل مشترک دونوں کے آئے ہیں

حسینؓ ابن علیؓ کا اوجِ رفعت[1] کوئی کیا جانے
حسنؓ جانے علیؓ جانے نبیؐ جانے خدا جانے

نبیؐ کا چاند سا فرزند ابراہیم مہ پارہ
نبیؐ کے زانوئے پُرنور پر تھا انجمن آرا

حسینؓ پاک بھی یکبار آئے بزمِ منور میں
ہوئے جلوہ نما آتے ہی آغوشِ پیمبرؐ میں

یہ دونوں لختِ دل سرکار کی آنکھوں کے تارے تھے
زیادہ سب سے دونوں سرورِ دیں کو پیارے تھے

یکایک حضرتِ جبرئیلؑ آئے عرشِ رحماں سے
گذارش کی بصد تکریم یہ سلطانِ خوباں سے

ہے فرمانِ خداوندی کہ یہ نورِ نظر دونوں
نہیں رہ سکتے مل کر یکجا اے احمدؐ گر دونوں

خدا کا حکم یہ منظور اے محبوبؐ رب کیجے
ہیں ان دونوں میں جو محبوب اسکو منتخب کیجے

حسینِ پاکؓ کے از بسکہ تھے مائل پیمبرؐ
کیا قربان ابراہیمؑ کو فرزندِ زہراؓ پر

حسینؓ ابن علیؓ لپٹے رہے دامانِ رحمت سے
ہوئے معصوم ابراہیمؑ پنہاں چشمِ حضرت سے

---

[1] حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماریہ قبطیہ جنکو مقوقس بادشاہ مصر نے حضور کو ہدیہ میں بھیجا تھا آپ کی والدہ ہیں ذی الحجہ ۸ھ میں مدینہ کے حصہ عالیہ میں پیدا ہوئے آپ کی قابلہ حضرت سلمہ زوجہ ابو رافع اور دودھ پلائی ام سیف اور ام بردہ تھیں۔ پیدا ہونے کے ساتویں دن حضور نے آپکا عقیقہ کیا نام رکھا اور سر کے بال اترواکر بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کرکے بال دفن کرائے۔ آپ کی عمر اٹھارہ یا سولہ ماہ آٹھ یوم کی ہوئی۔ حضور کو جسقدر آپ کی پیدائش کی خوشی ہوئی اتنا ہی موت کا غم ہوا۔ نماز جنازہ حضور نے پڑھائی۔ فضل بن عباس نے غسل دیا۔ اسامہ بن زید و فضل نے قبر میں اتارا بعد دفن قبر پر پانی چھڑکا گیا۔ اور علامت قبر بنائی گئی۔ حضرت عثمان بن مظعون کے قریب دفن کئے گئے۔

رسول پاک تھے اک دن مکانِ ام سلمہ میں
یکایک آئے جبریل امیں عرشِ معظم سے
بولے گفتگو ہو تخلیہ اس کی ضرورت ہے
نبی نے ام سلمہ[ل] سے کہا خاتونِ باعزت
کوئی آنے نہ پائے حجرے کے اندر دیکھتی رہنا
جناب ام سلمہ رض تھیں نگہبانِ درِ حجرہ
حسین پاک نے نانی سے نانا جان کو پوچھا
مگر حجرے کے اندر کوئی آ نہیں سکتا
حسین آنکھوں میں آنسو بھر کے بولے ام سلمہ رض سے
درونِ حجرہ سے آنا ندا آئی ان کو آنے دو
گئے شبیر ہنستے کھیلتے سرکارِ والا تک
کہا جبریل نے ختم الرسل محبوب یزداں سے
بجا ہے ٹھیک ہے لیکن ازل سے انکی قسمت میں
مفصل مصطفےٰ سے واقعاتِ کربلا کہہ کر
نکالی پیرہن سے ایک شیشی خاک تھی جس میں
حسین پاک کے جبریل امیں جب ہو گئے رخصت

کبھی سلمہ رض سے باتیں تھیں کبھی یادِ مولا میں
کہا باصد ادب محبوبِ خلاقِ دو عالم سے
امورِ خاص خلوت میں کہے جاتے ہیں یہ آیت ہے
بہت کچھ دیر تک اب تم نگہبانِ درِ دولت
کہے کچھ تو کوئی لیکن ماننا اسکا نہ تم کہنا
کہ آئے اک طرف سے کھیلتے لختِ دلِ زہرہ رض
کہا حجرے کے اندر ہیں حضور سید بطحا
کہا اے راحتِ جاں حکم یہ سرکارِ والا کا
مجھے بھی کیا منع فرمایا ہے میرے نانا نے
مجالسِ خلوت و جلوت میں یہ انکے ہم راز کہ
ہوئے مسندِ سلطانِ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ کے تمہارے
محبت آپ کی ہے جسقدر شاہِ شہیداں سے
یہ لکھا ہے کہ ان کا امتحاں ہو دشتِ غربت میں
کہے جبریل نے اکثر لطیفہ رازِ مستقبل
نہاں آمیزشِ خونِ شہ لولاک تھی جس میں
یہ دیکھی ام سلمہ رض نے شہ کونین کی حالت

ل حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رض کنیت اصل نام ہند۔ امیہ ابوحذیفہ باپ کا نام عاقلہ بنت عامر ماں کا نام ابو سلمہ سابق شوہر کا نام ہے دونوں مسلمان تھے مہاجر تھے۔ ابوسلمہ غزوہ احد میں زخمی ہوئے اسی زخم کے اثر سے ۹ جمادی الثانی سنہ ۴ھ میں وفات پائی۔ ام سلمہ آخر ماہ شوال سنہ ۴ھ میں حضور کے عقد میں آئیں ۸۴ برس کی عمر میں سنہ ۶۳ھ میں قبل واقعہ حرہ وفات پائی حضرت ابوہریرہ رض نے آپکی وصیت کے مطابق نماز جنازہ پڑھائی۔ ولید بن عتبہ والی مدینہ کسی عذر سے حاضر نہ ہو سکا۔

رخ انور پہ آثار غم و اندوہ طاری ہیں
طبیعت مضطرب ہے اشک غم آنکھوں سے جاری ہیں

گذارش کی یہ ام المومنین نے شاہ والا سے
مرے ماں باپ صدقے ہیں تصدق ماجرا کہیے

کیا با چشم نم ارشاد سلطان دو عالم نے
رلایا ہے مجھے اے ام سلمہؓ آج ابن عم نے

یہ مٹی جو مرے ہاتھوں میں ہے جبریل نے دی ہے
یہ خوں آمیز مٹی آن دشت کربلا کی ہے

کیا جائیگا جس جا قتل یہ فرزند زہرا کا
بہے گا اُف لہو جس خاک پر دلبند زہرا کا

یہ مٹی ہے نہیں اے ام سلمہ اس کو تم رکھو
لہو ہو جائے جس دن خاک اس وقت تم سمجھو

حسینؓ ابن علی کو دشمنوں نے قتل کر ڈالا
مگر اتنا کہہ کر رو دیئے پھر سرور والا

تعالی اللہ تھا یہ علم سلطان رسالت کا
نظر کے سامنے تھا واقعہ سارا شہادت کا

معلم تھا خدا اور روح الامیں تھے مخبر آپ
عیاں تھا آپ پر ہر منظر مستقبل و ما سبق

یہی وہ علم ہے علم لدنی جسکو کہتے ہیں
یہ ہے وہ علم علم غیب بھی جس کو کہتے ہیں

حکومتِ یزید

معاویہؓ[۱] کی رحلت ہو گئی جب ساٹھ ہجری میں
ہوئے مصروف شامی سلطنت کی خیر خواہی میں

---

۱ حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان رضہ فتح مکہ سے کچھ قبل مسلمان ہوئے جنگ حنین میں شرکت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت کتابت وحی پر مامور فرمایا۔ زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اسلامی فوج کے ہمراہ شام پر لشکر کشی میں شریک ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان اپنے بھائی کی وفات کے بعد عامل دمشق مقرر ہوئے عہد فاروقی میں صرف گورنر دمشق تھے بعدہ عہد خلافت ذوالنورین میں ملک شام کے عامل ہوئے۔ بیس برس تک گورنر رہے سنہ ۴۰ھ میں شام کی جداگانہ خلافت قائم کی اور ۶۲ سال کی عمر میں اپنے خلیفہ اسلام ہونے کا اعلان کیا۔ ۲۰ سال خلافت کرکے ۸۲ سال کی عمر میں بمقام دمشق انتقال فرمایا باب الجابیہ و باب الصغیر کے درمیان دفن ہوئے۔

بٹھایا تخت پر سب نے یزیدِ کینہ پرور کو
سمجھتا تھا جو دشمن بیشتر سے آلِ حیدرؑ کو

یہ ظالم بیٹھتے ہی شام کے تختِ حکومت پر
اتر آیا قدیمی دشمنی فطری عداوت پر

گئے نامے روانہ شام سے مکہ مدینہ کو
لکھے فرماں کہ حاکم ہاں لیں بیعت اس کمینہ کو

ابی سفیانؓ کا پوتہ مدینہ میں گورنر تھا
بظاہر سخت دوریزہ خلافِ فتنہ و شر تھا

ولید اس نیک دل کا نام تھا عتبہ کا بیٹا تھا
سفیرِ شام جب آیا تو یہ بستر پہ لیٹا تھا

دیا قاصد نے خط معمول خط اس نے پڑھا سارا
چچا کی موت کا تھا سامنے آنکھوں کے نظارا

دیا کچھ لکھ کے ذاکر کو کہا اسکو ذرا لیجا
برائے مشورہ مروان کو فوراً بلا بھیجا

ولید آیا یہ نامہ پا کے ایوانِ حکومت میں
ہوا مروان بھی داخل آ کے ایوانِ حکومت میں

سعیِ بیعتِ امامؑ

لکھا تھا حکم میں لی جائے بیعت ان اکابر سے
ہمیشہ رہتے ہیں بیزار جو شاہانِ جابر سے

حسینؓ ابنِ علی ابنِ عمرؓ ابنِ زبیرؓ اکثر
رہا کرتے ہیں شامی سلطنت سے باغی خودسر

ہوا جتنا جلد ان تینوں سے لی جائے مری بیعت
پھر اس کے بعد حکمِ عام ہو جاری پئے طاعت

کہا مروان نے فوراً بلا بھیجے تینوں کو
ملے موقع نہ تدبیر کا ان انجام بینوں کو

ملازم مسجدِ نبوی میں ان کو ڈھونڈتا آیا
حسینؑ پاک و عبداللہ زبیری کو وہیں پایا

بہم دونوں بزرگوں نے کہا حکمِ طلب سن کر
ہم آتے ہیں عقب سے دے خبر عامل کو اے نوکر

ہوئی ابنِ زبیرؓ و ابنِ حیدرؑ کو پریشانی
نہ باہم کر سکے کچھ فیصلہ دونوں با آسانی

حسینؓ گئے مکاں پر ساتھ لیکر چند اعزا کو
گئے عامل کے گھر باہر بٹھا کر ان عزیزوں کو

ولید ابنِ رسول اللہ کی عزت کا قائل تھا
جب آئے یہ تو استقبال کی جانب بھی مائل تھا

دیا ابنِ علیؑ کو خط یزیدِ فتنہ ساماں کا
پڑھا خط دنگ دیکھا ابنِ عتبہ و مروان کا

دعا مے مغفرت بہر امیر شام فرمائی
کہا بیعت کی بابت صاف لفظوں میں کہ یا بھائی

امیر فاسق و فاجر کی بیعت میں کروں توبہ
خلافِ دینِ حق الزام اپنے سر دھروں توبہ

یہ کہکر آپ نکلا چاہتے تھے قصرِ عامل سے
کہا مروان نے فوراً ولید خوش خصائل سے

بلا بیعت لئے زندہ نہ جانے دیجئے انکو
یہی موقع ہے بڑھکر قتل فوراً کیجئے انکو

حسینؑ ابن علیؓ نے ڈانٹ کر فی الفور فرمایا
غلط ہے قتل مجھکو کب کرے مروان بے مایا

نہیں تنہا یہاں میں اے ولید اعمال طیبہ
محافظ ہے مرا اللہ خیرٌ حافظاً واللہ

مکاں سے کہہ کے یہ تشریف باہر لے گئے
مگر امکان ہنگامے کے مدینہ میں اٹھ جائے

گئے دارالامارۃ کو نہ خود ابن زبیرؓ اصلا
مدینہ سے کیا عزم سفر فی الفور مکہ کا

اسی شب رات کو ابن زبیرؓ اکدم مدینہ سے
روانہ ہو گئے کعبہ کو چھپ چھپ کر قرینہ سے

مدینہ چھوڑ کر مکہ کی جانب بے نوا آئے
خدا کے گھر میں محبوب خدا کے جانثار آئے

ل؎ عبد اللہ ابن زبیرؓ بن عوام آغاز سال ہجری کے دس ماہ بعد پیدا ہوئے حضورؐ نے اپنا لعاب دہن چٹایا اُن کے والد حضرت زبیر نبی صلعم کے پھوپھی زاد بھائی خدیجہ کبریٰ کے برادر زادے صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت ہے۔ جنگ جمل میں ۱۰ جمادی الاخری سنہ ۳۶ھ بعمر ۶۷ سال بروز پنجشنبہ شہید ہوئے۔ عبد اللہ بن زبیر کی والدہ اسما بنت ابوبکر صدیق تھیں۔ یزید ۱۴ ربیع الاول سنہ ۶۴ھ میں فوت ہوا مرنے سے پہلے حصین بن نمیر کو ابن زبیرؓ کے خلاف چڑھائی کا حکم دیا جس نے کعبہ پر آتشباری کی واقعہ حرہ اسی کا کام ہے یزید کے مرنے اور معاویہ ابن یزید کی چند روزہ برائے گفت امارت کے بعد بلا اختلاف عبد اللہ ابن زبیر حجاز۔ عراق یمن خراسان کے خلیفہ تسلیم کئے گئے۔ مروان بن عبد الملک ابن مروان برابر آپ سے لڑتے رہے حجاج ابن یوسف سپہ سالار لشکر عبد الملک نے یکم ذی الحجہ سنہ ۷۲ھ کو کعبہ کا محاصرہ کیا سات مہینے مسلسل کعبہ پر آتشباری کی گئی ۱۵ جمادی الاخر سنہ ۷۳ھ کو حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ شہید ہوئے بڑے عابد ایسے کہ ایک رات برابر صبح تک قیام کرتے دوسری رات صبح تک رکوع میں رہتے تیسری شب تا سحر

دربارِ رسولِ انامؐ
اور
رخصتِ امامؑ

مزارِ مصطفےٰ پر شام ہوتے ہی امام آئے
اجازت کی غرض سے آخری کرنے سلام آئے

کہا رو کر سلام اے تاجدارِ عالمِ امکاں
سلام اے سیدِ عالم سلام اے سرورِ ذیشاں

سلام اے ہادیٔ اسلام اے محبوبِ ربانی
سلام اے عنا حبیبِ لولاک نورِ ذاتِ یزدانی

سلام اے اپنے مظلوموں کے غمخوار رحمتِ عالم
سلام اے بیکسوں کے دل کی ڈھارس شافعِ اعظم

ذرا دیکھو تو چہرے سے اٹھا کر گوشۂ داماں
حسینؓ ابنِ علیؑ پر تنگ ہیں طیبہ کی اب گلیاں

ذرا حجرے سے نکل آئے مکینِ گنبدِ خضرا
ذرا دیکھو تو اہلِ بیت پر ہیں سختیاں کیا کیا

یزیدی زور ہے اسلام ہے سرکار خطرے میں
نواسہ آپ کا اس وقت ہے دشمن کے نرغے میں

یزید فاسق و فاجر مخالف ہے شریعت کا
نہیں احساس اسکو احترامِ دینِ ملت کا

اسے ضد ہے حسینؓ اسکی اطاعت پر ہو آمادہ
مگر توہینِ مذہب کیوں گوارا رکھے نبیؐ زادہ

میں قرباں اے مجھے ناز و نعم سے پالنے والے
مصائب آنیوالے ہیں زمانے میں ٹالنے والے

دہائی آپ کی اے دادرس اپنے نواسوں کے
دہائی آپکی اے آسرا سب کے پیاسوں کے

مدد اے التجائیں سننے والے آلِ اطہر کی
مدد اے آرزو بر لانے والے سائلِ در کی

مراتب ہو گئے یہ کہہ کے فرزندِ رسول اللہ
اُٹھایا سر تو نکلا بے ارادہ منہ سے وا اسفا

نگاہِ یاس حسرت سے دوبارہ اُٹھا کر دیکھا
بچشمِ اشک افشاں مرقدِ سرکار کو دیکھا

گذارش کی لگا کر قبرِ نورانی کو سینے سے
حسینؓ خانماں برباد جاتا ہے مدینے سے

مگر یہ التجا ہے یا نبیؐ یا رحمتِ عالم
قدم سے آپکے ہوں دور جب یا کامِ الفت ہم

ہماری بیکسی درماندگی کی لاج رکھ لینا
ہمیں نظروں سے اپنی صاحبِ معراج رکھ لینا

کہیں پیدا نہ ہو جب تک ٹھکانا بے ٹھکانوں کا
نہ ہو پیماں کوئی جب تک غنیم ناتوانوں کا

وہیں جب تک عدو آمادۂ جور و ستم رانی
رہے جس سمت یکسر ہم پر بجورم خانہ ویرانی

ہمیں مکے میں بھی رہنے نہ دے جب دشمنِ دیں دہر
خدا کے گھر سے بھی ہوں جب وطن نا آشنا بے گھر

بلانے والے بن کر دوست جب بن جائیں بیگانے
گذر جائیں جب اپنی بیکسی کے حد سے افسانے

ہمیں جب کربلا میں سامنا کرب و بلا کا ہو
ہمیں جب تیر بیداد اجل نے چل کے تاکا ہو

سپاہ شام جب محصور کر لے ہم غریبوں کو
کہیں امن و اماں حاصل نہ ہو جب بے نصیبوں کو

خیامِ اہلبیتِ پاک ہوں جب نصب ریتی پر
تصرف جب خزاں کا ہو بہارِ باغِ گیتی پر

نبیؐ زادے علیؑ زادے ہوں جب تلوار کی زد پر
یزیدی ہنستے ہوں جب کشتگانِ حق کے مشہد پر

عدو کے ہاتھ سے جب قتل ہو لشکر نواسے کا
بیاباں میں لٹے جب قافلہ بھوکے پیاسوں کا

سکینہؑ یا نہ اہلبیت پر جب بند ہو پانی
حسینِ تشنہ لب پر ہو رہی ہو جب تیر بارانی

ہوں خاتونانِ اہلبیت جب پابندِ نامحرم
ہوں جب دشمن کے ہاتھوں پائمالِ عالمِ غم

پئے تسکیں مرے سرکار تم اس وقت آ جانا
سکونِ صبر کی تلقین دل افگاروں کو فرمانا

بس اے قبلہ دیں مجھ کو جانے کی اجازت ہے
لبِ اطہر سے فرمایا حسینؑ اب جا کے رخصت ہو

مدینے سے شہِ کونین کا نورِ نظر نکلا
وطن سے بے وطن ہو کر وطن کا تاجور نکلا

مدینہ سے روانگی

غرض با حشم شبیر لے آستانہ سے
ملے صبر و سکوں کے ساتھ ہر اپنے بیگانہ سے

لیا ہمراہ اہلبیت نے یارانِ مکرم کو
سفر فرمایا طیبہ سے بیت اللہ اعظم کو

ولید ابتک یہ سمجھا تھا کہ ہیں دونوں مدینے میں
گرفتاری کی تھی تدبیر وہ حسرت تھا سینے میں

تقاضے پر تقاضے آ رہے تھے اس کی جانب سے
مگر دونوں نہاں تھے چشم اغیار دو جانب سے

ولید اس علم پر طیبہ سے دونوں ہو گئے غائب
ہوا اپنی تغافل کیشیوں پر خائف و خائب

یزید تند خو تک شام میں جب یہ خبر پہنچی
کیا صادر ولیدِ پُر خطا کو حکمِ معزولی

مدینہ پر کیا مامور فوراً دوسرا عامل
سعید[1] الاشدقی کا تھا پسر جو عمرِ نا قابل

مدینے سے پناہ کعبہ میں ابن زبیرؓ آئے
خدا کے گھر میں بچ کر زد سے دشمن کی نکل آئے

محافظ بن کے قدسی آسماں سے راہ میں آئے
امامِ پاک بھی طیبہ سے بیت اللہ میں آئے

اہلِ کوفہ کے خطوط

خبر ان اتفاقات کی جب پہونچی کوفہ میں
ہوا معلوم جب شاہِ شہیداں بھی ہیں مکہ میں

سلیمان[2] کے مکاں پر مجلسِ شوریٰ ہوئی قائم
محبانِ علیؓ نے بے خیالِ لومۃ لائم

کیا یہ فیصلہ لکھیں عریضے ابن حیدرؑ کو
بلائیں کوفہ میں بہرِ امامت سبطِ اصغر کو

حبیب ابن مظاہر اور رفاعہ اور مسیب نے
مرتب خط کیا شیعوں کے ہر طبقہ کی جانب سے

لکھا خط میں کہ ہم بیزار ہیں شامی حکومت سے
ہمیں ہے سوءِ ظن نعمان کے طرزِ سیاست سے

ہیں شیدائی علیؑ ابن ابی طالب کے ہم شیعہ
ہمارا سخت دشمن ہے یزید ابن معاویہ

بجز سرکار کے ہم غیر کی بیعت سے قاصر ہیں
حضور آئیں تو جان و مال سے ہم لوگ حاضر ہیں

امامِ دوسرا کوفہ میں گر تشریف لے آئیں
تو ہم نعمان سے کہہ دیں یہاں سے وہ چلے جائیں

مرتب جب کیا مضمونِ خط جیسے صورتِ محضر
گئے لے کے حرم زود معتمد قاصد اسے لیکر

یہ قاصد دونوں عبداللہ[3] ہمدانی و والی تھے
نہایت تیز رو تھے صاحبِ تدبیرِ عالی تھے

---

۱ عمر بن سعید الاشدق رمضان ۶۰ھ میں عامل مدینہ ہوا۔ ۱۲
۲ سلیمان بن صرد خزاعی رئیس کوفہ ۶۵ھ میں قاتلان حسین سے لڑا۔ ۱۲
۳ عبداللہ بن سبیع ہمدانی۔ عبداللہ بن وال۔ ۱۲

ابھی دو دن نہ گذرے تھے کہ پھر لوگوں کو جوش آیا — لکھا پھر دوسرا خط پھر رواں قاصد کو فرمایا
پھر اسکے بعد بھی تا عدد بے تا عدد خط پہ خط بھیجے — عریضے پر عریضے ترغیب کے تحریص کے لکھے
خطوں پر دستخط ہوتے تھے عمدہ اہل کوفہ کے — اثر یہ خط کہاں تک قلب حضرت پر نہیں کرتے
یزیدی جور سے بصرہ حجاز و شام نالاں تھے — خلیفہ ابن حیدر ہوں بہت سے لوگ خواہاں تھے

خطوط اہل کوفہ لے کے اکثر نامہ بر آئے
مگر ناواقف انجام آئے بے خبر آئے

اہل بصرہ کے خیالات

گئے شیعان بصرہ نے بھی ملکر مشورے اکثر — مکان ماریہ[1] پر رات دن جلسے رہے اکثر
ہر اک ذی فہم کی یہ رائے تھی جس طرح ممکن ہو — بلایا جائے بصرہ میں امام پاک باطن کو
یزید[2] ابن نبیط اک باحمیت عاشق دل تھا — فدائے اہلبیت پاک پر سو جاں سے مائل تھا
کہا اس نے بجائے نامہ پیغام بہتر ہے — کہ خود جا کر کہیں ہم راز دل جو دل کے اندر ہے
عبید اللہ و عبد اللہ دو بیٹوں کو یہ لیکر — نواح بصرہ سے آیا حضور سبط پیغمبر
کہے سب واقعات اہل بصرہ آ کے حضرت سے — گذارش کی وہاں کے لوگ ہیں مشتاق بیعت کے
بقدر حوصلہ کی ترجمانی بصرہ والوں کی — نئی تصویر کھینچی خاص لوگوں کے خیال کی

فدائی آکے سب شامل ہوئے یہ زر خریدہ تھیں
ہوئے قربان شہ والا پہ کہلائے شہید یہیں

---

[1] ماریہ بنت سعد قبیلۂ عبد القیس۔ ۱۲

[2] یزید بن نبیط معہ عبد اللہ و عبید اللہ پسران کے حاضر خدمت امام ہوا تینوں کربلا میں شہید ہوئے۔

خیالات حضرت امام عالی مقام

یہاں کعبہ میں اصحاب نبی سے قبلۂ عالم
بکثرت متفق اس رائے پر تھے لوگ مکہ کے
خطوط اہل کوفہ پڑھ کے فرزند رسول اللہ
مقامی مجلس شوریٰ طلب کی شاہ والا نے
جماعت کثرت آرا سے پہونچی اس نتیجہ پر
اجازت دے اگر اس شہر کا ماحول آئندہ
زبانی کوفیوں سے مختتم ہر بات کی جائے

کیا کرتے تھے مستقبل کی بابت مشورے باہم
رہیں حضرت حرم میں چین سے حاکم جو رہنے دے
ارادہ ہے یہ ہوا خواہان دولت کے ہوئے آگاہ
ہر اک تجویز پر تنقید کی ادنیٰ و اعلیٰ نے
کہ پہلے جائے کوفہ میں نمائندہ کوئی بنکر
تو لکھے من و عن حالات سرکاری نمائندہ
مکمل حال و مستقبل کی تحقیقات کی جائے

حضرت مسلمؓ کی کوفہ کو روانگی

نمائندہ بنے مسلمؓ امام پاک طینت کے
یہ حیثیت اصل ہے کوفہ میں گھر گھر ایک شادی تھی
کیا اظہار ارباب حقیقت نے مسرت کا
بکثرت نزدِ مسلم لوگ آئے شادماں ہو کر
ترقی رات دن ہونے لگی اہل عقیدت کی
موافق جب فضا کوفہ کی مسلم کو نظر آئی
لکھے حالات سب مسلمؓ نے فرزند پیمبرؐ کو

مدینہ سے گذر کر آئے کوفہ میں یہ مکہ سے
یکم تاریخ تھی ذی الحجہ کی سن ساٹھ ہجری تھی
ہوا ساماں گھر گھر خیر سے مسلمؓ کی دعوت کا
امام پاک کا یہ خط سناتے ترجماں ہو کر
ہزاروں کوفیوں نے حضرت مسلم سے بیعت کی
جماعت لڑنے مرنے کے لئے بھی مستعد پائی
بلایا جانب کوفہ حسینؑ ابن آل حیدرؓ کو

خلاصہ واقعی حالات کا تحریر فرمایا
نتیجہ اپنی تحقیقات کا تحریر فرمایا

انتظاماتِ حکومت

یہ جوشِ انقلابات و ہجومِ شورشِ تازہ
ہوا امن و اماں کا منتشر جس سے کہ شیرازہ

نواحِ کوفہ میں فرات جب بڑھتا نظر آیا
فساد و جنگ کا سیلاب سا چڑھتا نظر آیا

کیا نعمان[۱] نے اجلاس اک دارالامارت میں
بڑوں کو طلب فرمالیا تعمیرِ حکومت میں

دیا خطبہ بغاوت کرنے والوں کی ملامت کی
رعیت کو کسی سازش نہ کرنیکی ہدایت کی

کہا خطبہ میں تاوقتیکہ حملہ نہ ہو کوفہ پر
غلط الزام پہ ہرگز ہم اٹھائیں گے نہ ہم خنجر

خلافِ سلطنت جو مرتکب ہوگا بغاوت کا
یقیناً مستحق ہوگا وہ پاداشِ سیاست کا

یہ خطبہ گرچہ تھا بالکل حکومت کے تعاون میں
مگر آتا تھا اس سے فرق کچھ ملکی تمدن میں

حکومت کے ہوا خواہوں نے کی تنقید خطبہ پر
اُڑائیں پھبتیاں نعمان کے منصب پہ رتبہ پر

مخالف سمت سے دشمن پہ سختی کا تقاضا تھا
دلِ نعمان گو مائل بہ روشِ استغناء تھا

عمارہ[۲] اور عبداللہ[۳] و عمرِ سعد[۴] نے فوراً
حکومت کو خبر کی جان کر یہ امرِ مستحسن

یہ تینوں فتنہ جو تھے معتمد شامی حکومت کے
جہاں بیٹھے ہوئے تھے سکتے تھے اُن کی ہر سیاست کے

یزیدِ دشمنِ ایماں کو ان لوگوں نے لکھا تھا
کہ ہے نعمان کی کمزوریوں سے ملک کو خطرا

خبر ہے سیدِ معصوم کے کوفہ میں آنے کی
ہیں جاری کوششیں شامی حکومت کے ہٹانے کی

حسینؑ ابنِ علیؑ کا ہے یہاں جو نائب
امیرِ شام سے جو کر رہا ہے خلق کو تائب

کسی صورت نہیں اس حال میں نعمان اس قابل
یہ بہتر ہے نہ رکھا جائے کوفہ میں اسے عامل

جہاں تک جلد ممکن ہو اُسے معزول کر دیجئے
مقرر اور عامل بہتر و معقول کر دیجئے

یہ خط جس وقت یزیدِ کینہ ور نے شام میں پایا
اراکینِ حکومت کو طلب فی الفور فرمایا

---

۱ نعمان بن بشیر گورنر کوفہ ۱۲ ۲ عمارہ بن ولید بن عقبہ ۳ عبداللہ بن مسلم
۴ عمر بن سعد بن ابی وقاص ۱۲

نہ راس آیا اسے یہ وزر کوفہ کی حکومت کا
نیا ساماں کیا تی الفور کوفہ کی حکومت کا

تقرر عبید اللہ ابن زیاد بطور عامل کوفہ

مشیر معتمد سرجون رومی نے کہا اُٹھ کر — عبید اللہ زیاد کے بیٹے سے نہیں اچھا کوئی بہتر
عبید اللہ جو اس وقت تک بصرہ کا عامل تھا — مدبر تھا مگر سفاک طینت بدخصائل تھا
یزید اس رائے کو سمجھا کہ منظوری کے قابل ہے — اسے معلوم تھا ابن زیاد اک مرد عاقل ہے
سند جلد اس لکھوایا گیا یہ زانہ شاہی — سند لیکر ہوا بصرہ کا مسلم باہلی راہی
عبید اللہ نے بصرہ میں فرمان جب پایا — اسے فی الفور ہی کوفہ کے جانے کا خیال آیا
تھے اس پر شورشیں کوفہ کے ظاہر راز پہلے سے
بغاوت کے سنے تھے اس نے ساز و باز پہلے سے

تدبیر حفاظت بصرہ

امام پاک نے لکھا تھا اک خط اہل بصرہ کو — بنایا تھا مخاطب مالک[1] و منذر وغیرہ کو
یہ خط تجدید ایماں اتباع حق کی دعوت تھا — بالفاظ دگر اظہار تنظیم خلافت تھا
امام دوسرے خط کو منذر ابن جارود نے — کسی صورت سے پہنچایا عبید اللہ کے آگے
پڑھا خط پڑھ کے خط شعلہ بھڑکا ہو گیا ظالم — بیا سا موت قاصد کے لہو کا ہو گیا ظالم
تہیہ قتل اہل بیت کا فوراً کیا دل میں — کھلے لفظوں میں لڑنے کا کیا اعلان محفل میں
دلایا خوف دشمن کو سزائے قتل و غارت کا — عطا منصب کیا عثمان[2] کو اپنی نیابت کا

---

[1] مالک بن مسمع بکری۔ احنف بن قیس۔ مسعود بن عمرو۔ قیس بن ہیثم۔ عمر بن عبید اللہ بن معمر۔ منذر بن جارود
افراد بصرہ جن کے نام خط روانہ کیا تھا۔ ۱۲ [2] عثمان بن زیاد برادر عبید اللہ ۱۲

عمائد سے لیا اقرار امداد و اعانت کا
کیا مضبوط بند و بست بصرہ کی حفاظت کا

ابن زیاد کی کوفہ کو روانگی

امورِ انتظامی کر کے طے سب ایک دم ظالم
روانہ ہو گیا کوفہ کو با جاہ و حشم ظالم

یہاں کوفہ میں اربابِ عقیدت کی یہ حالت تھی
ترقی پر امامِ دو سرا کی دل میں الفت تھی

لکھے تھے جو نکہ خط باہم شہ والا کی خدمت میں
طبیعت روز و شب بےچین تھی شوقِ زیارت میں

یقیں ہر اک کو تھا کہ آ رہے ہونگے شہ والا
تھے محوِ شوقِ استقبال سب ادنیٰ ہو یا اعلیٰ

تمنا گوشی قدمبوسی کے ارمان دل میں آتے تھے
نکل کر شب کو آبادی سے باہر لوگ جاتے تھے

غرض یہ حسرت و نکار نگ ارمانوں کا منظر تھا
مسلسل انتظارِ آمدِ سبطِ پیمبر تھا

قریبِ کوفہ اس انداز سے ابن زیاد آیا
رہا اسباب پیچھے پیشتر یہ نامراد آیا

وہ شیدائی کھڑے تھے منتظر جو شہر سے باہر
اندھیری شب میں سمجھے آ گئے لختِ دلِ حیدر

صدائیں مرحبا ابن زہرا کی تھیں باہم
نظر آئے عقیدتمند کوفی خوشدل و خرم

عقیدت نے نئی اک لہر دوڑا دی ہواؤں میں
صدا تکبیر کے نعروں کی گونج اٹھی فضاؤں میں

ابن زیاد کا داخلہ کوفہ میں

عبید ابن زیاد آہستہ آہستہ خموشی سے
بڑھا دار الامارۃ کی طرف اک گرم جوشی سے

یہ نو وارد بالآخر جب درِ نعمان پہنچا
ہجومِ شہر بھی قصرِ رفیع الشان پر پہنچا

درِ قصرِ حکومت بند تھا پہرا مقرر تھا
کوئی اندر نہ داخل ہو سکے یہ حکمِ افسر تھا

مگر پہنچا عبید اللہ فوراً تا بہ دولت تک
کہا دروازہ کھولو ورنہ کھولا جائیگا بیشک

تھی یہ آمد اب پہچانی ہوئی اربابِ دولت کی — کھلی زنجیر اس انداز پر اربابِ حکومت کی
عبید اللہ کو انداز سے لوگوں نے پہچانا — ہوا چاروں طرف اک شور ہے یہ ابنِ مرجانا
فضائے کوفہ پر چھائے ہراس و خوف کے بادل — ہوا مجمع کا مجمع دم زدن میں آنکھ سے اوجھل

اداسی چھا گئی یک بار اربابِ محبت پر
گریں از چرخِ فلک سے بجلیاں جوشِ عقیدت پر

دربار ابن زیاد

سحر ہوتے ہی قصرِ عام میں ابنِ زیاد آیا — اراکین و عمائد کو سرِ اجلاس بلوایا
دیا خطبہ مخاطب کر کے اعیانِ رعیت کو — یہاں آیا ہوں میں سرکوبیِ اہلِ بغاوت کو
مجھے کوفہ کا عامل اب بنایا ہے حکومت نے — مری موجودگی میں سرکشی گر کی رعیت نے
یقیناً سخت میں ایسے عناصر کو سزا دوں گا — مزا اچھی طرح شورش پسندوں کو چکھا دوں گا
مگر وہ لوگ جو خواہانِ انصاف و عدالت ہیں — ہیں بیشک حق بجانب موردِ لطف و عنایت ہیں
امیر المؤمنیں ہے مسندِ حاضر میں یزید اپنا — وہ ہے رعبِ مجسم ہے یہ نقشہ چشم دید اپنا
خلاف اس کے جو ہے بیشک وہ باغی ہے حکومت کا — امیر اپنا کہے جو اس کو مخلص ہے حکومت کا
مجھے اب جائزہ لینا ہے اعدائے حکومت کا — یہ نصب العین ہونا چاہئے اعیانِ دولت کا
مرتب نسبتِ دشمن کی کریں فہرست سب مل کر — علیحدہ تاکہ ہو جائیں بشکل اہلِ خیر و اہلِ شر

بغاوت کا تدارک خنجرِ بیباک سے اب ہوگا
نظامِ سلطنت قائم نئے عنواں سے اب ہوگا

اہل کوفہ کا تذبذب

عبید اللہ کے احکام سن کر نیک و بد سارے — ہوئے باشندگانِ شہر مضطر خوف کے مارے

نہ جوشِ اعتقاد و جذبۂ بیعت رہا رخصت   محبانِ علیؓ کے قلب و دل پر چھا گئی ہیبت
جماعت حضرتِ مسلمؓ کی کم ہونے لگی از خود   ہوئی مسدود زیارت بھی ہوا خواہوں کی آمد و شد
سنے مسلمؓ نے جب یہ سخت احکامِ عبید اللہ   خیالاتِ جماعت بھی ہوئے تبدیل جب ناگاہ
پریشاں ہو گئے مختار کے گھر سے نکل آئے   میں ہانی کے یہ گھبرائے ہوئے سے پر محل آئے
کہا ہانی نے آنکھ دیکھ کر ناحق یہاں آئے   پھنسانے کو مجھے بھی آپ اے مسلمؓ کہاں آئے
مگر اب جبکہ گھر پر آ گئے ہو میرے اے مسلمؓ   اماں ہے آپ کو نہ نکلئے کتنا ہی کچھ ہو غم

رہے کچھ روز تک ہانی کے گھر مسلمؓ نہاں ہو کر
اسیرِ صاحبِ خانہ تھے گویا میہماں ہو کر

جستجوئے مسلم رض

عبید اللہ نہ واقف تھا کہ مسلم کوفے میں ہیں   مگر پابند میں جکڑے ہوئے یا پوشیدہ یہاں ہیں
بنایا اک غلامِ خاص کو جاسوس ظالم نے   سکھایا اس کو طرزِ سازشِ معکوس پہلے نے
کہا اس سے کہ بن جائے عقیدتمند مسلمؓ کا   کرے ثابت ہے محبانِ علیؓ سے خوب عالم کا
دیئے وافر سے زائد درہم و دینار بھی اس کو   عقیدت کے بتائے مختلف اسرار بھی اس کو
غلامِ حیلہ جو یہ جا ملا احبابِ مسلمؓ سے   کیا معلوم مسلمؓ کا پتہ احباب سے
سنیں از خود تیارِ بیعتِ مسلمؓ کی سب باتیں   مسلسل حضرتِ مسلمؓ سے کیں شب کی ملاقاتیں
مکاں پر دو دفعہ ہانی کے خود ابنِ زیاد آیا   بہت ممکن تھا ہانی قتل ظالم کو کرا دیتا
مگر ہانی بہادر اور بیدار طبیعت تھا   نظر میں اس کی ہر دم پاسِ احکامِ شریعت تھا
ہوا اقتلِ عبید اللہ پر ہرگز نہ وہ مائل   یہ دونوں موقعے اس نے کر دیئے بالقصد زائل
بنا ہمراز مسلمؓ غرض یہ جاسوس عامل کا   عبید اللہ سے کہتا تھا سارا حال محفل کا
کئی دن ہو گئے ہانی نہ جب اجلاس میں آیا   نہ آنے کا سبب عامل نے خود دریافت فرمایا

محمد ابن اشعث نے کہا بیمار ہے ہانی
گو ابھی عمر نے دی اس کو لاحق ہے پریشانی

عبید اللہ نے ہنس کر کہا یہ سب بہانہ ہے
مجھے ہے علم ہانی خوب چھپائے تو آنا ہے

ہانی کی گرفتاری

بس اب جاؤ بلا کر اسکو میرے پاس لے آؤ
بلانے میں نہ اسکے عذر و حیلہ درمیاں لاؤ

بلانے والے ہانی کے رفیق و یار ہمدم تھے
فریب فتنہ عامل سے ناواقف تھے بے غم تھے

بلانے پر عبید اللہ کے ہانی چلے آئے
مگر عامل کے تیور آج کچھ بدلے ہوئے پائے

گفتگوئے ابن زیاد و ہانی

عبید اللہ نے پوچھا کہ مسلم آپکے گھر ہیں
کہا ہانی نے کیا معلوم کس جا ہیں کہاں پر ہیں

عبید اللہ نے پوچھا اماں ہیں نہ تمہاری ہیں
کہا ہانی نے یہ باتیں خلاف رازداری ہیں

عبید اللہ بولا راستی انسان کا زیور ہے
کہا ہانی نے مہماں پر کرم حکم پیمبر ہے

عبید اللہ بولا سلطنت کے آپ باغی ہیں
کہا ہانی نے شاید آپ شغف بے دماغی ہیں

عبید اللہ بولا مجھکو سازش کا پتہ سب ہے
کہا ہانی نے ہم کو کیا غرض کیا اس سے مطلب ہے

عبید اللہ نے جاسوس کو غصہ میں بلوایا
جو دیکھی صورت مخبر تو ہانی کو حجاب آیا

عبید اللہ نے بدلی اور پھر بے ساختہ چتون
ندامت سے مگر ہانی کی فوراً جھک گئی گردن

عبید اللہ پھر غیظ و غضب سے جوش میں آیا
کہا ہانی نے مسلم کو نہیں ہے میں نے بلوایا

یہ مانا نائب ابن رسول اللہ ہیں مسلم رض
حکومت کے لئے مانا کہ غدار راہ ہیں مسلم

مگر جبتک پناہ دامن ہانی میں ہیں مسلم رض
باذن اللہ کر سکتا نہیں کچھ ان کا ظالم

غرض دونوں طرف سے تن گئی جب ہو گئیں باتیں
سنائیں کچھ عبید اللہ نے ہانی کو صلواتیں

سر دربار رنگ انقلاب آگیں نظر آیا
ہر اک آئین تخت و تاج بے آئیں نظر آیا

شورش سرداران کوفہ

عبید اللہ کو غصہ تھا لیکن خوف تھا اس کا
مآل کار ہانی کو بلا کر ملک سے تنہا
سر جلسہ عبید اللہ کو اسماء نے ڈانٹا
بلایا تو نے ہانی کو ہمارے ہی ذریعہ سے
غلط ہے یہ سراسر فتنہ جو طرز عمل تیرا
سزا دی سخت ابن خارجہ کو بھی ستمگر نے
سنا جب عمر بن حجاج نے یہ ماجرا سارا
نبھایا خوب حق ہستی استمار ہانی کا
بلایا سامنے شمشیر بر کف جاں نثاروں کو
کیا محصور چاروں سمت سے دار الامارت کو
گماں ہر ایک کو تھا قتل کر ڈالے گئے ہانی
ہر اک للکارتا تھا ابن مرجانہ نکل باہر
تھے آثار بغاوت

یہ ذرہ ہانی ہے عمداً باغیوں نے سراسر جس کا
کیا پابند زنجیر و سلاسل قید میں بھیجا
کہ اے بد عہد اے پیماں شکن کیوں عہد کو توڑا
ہمارے سامنے ہی قید میں بھیجا انہیں تو نے
یہ انداز جفا مارا ہے بے محل تیرا
کمی کہنے میں کی اصلا نہ لیکن ابن لاذر نے
اٹھایا یہ آتش غیظ و غضب سے نکلے انگارا
دکھایا مدعی کو رنگ جوش نوجوانی کا
کیا آمادہ بہر جنگ مذحج کے سواروں کو
ابھارا جنگ پر ابن زیاد بیت ہمت کو
بجوش خوں بہا عامل گئے تھے سب دشمن ہانی
اڑا دینگے ابھی اک وار میں گردن سے تیرا سر

ہر در و دیوار سے پیدا
صدائے جنگ تھی تلوار کی جھنکار سے پیدا

ابن زیاد کا حسن تدبر

عبید اللہ نے جب یہ رنگ دیکھا گھر کے اندر سے
کہا قاضی شریح قاضی شرع پیمبر سے

بعجلت لائے ہانی کو بچا کر شیدہ خانے سے
نہ کیجے بغاوت یہ کسی حیلے بہانے سے

رئیس تھا غنی شریح پارسا مرد معمر تھے
نہایت صاحب تقویٰ مسلمانوں کے رہبر تھے

اُنھوں نے مشتعل مجمع کو آ کر خوب سمجھایا
ہے زندہ بے شبہ ہانی زباں سے اپنی فرمایا

غرض جوش بغاوت رفتہ رفتہ ہو گیا ٹھنڈا
ہوا شامی حکومت کا بلند اس طرح پھر جھنڈا

عبید اللہ اب ہمت سے نرمی سے خوشامد سے
ملا ہر سر برآوردہ بہادر نیک مذہب سے

دیا لالچ کسی کو جاہ و منصب مال و دولت کا
لقب بخشا کسی کو خود وفادار حکومت کا

نہاں تھا اس فریب تازہ میں راز ستمرانی
کہ تھا پیش نظر اعلان آغاز ستمرانی

مسلم رضہ کا جذبۂ جہاد

اذ ہر مسلم نے یا منصور اُمّت کی ندا کر دی
جہاد فی سبیل اللہ کی پیدا فضا کر دی

ہوئے شامل ہزاروں آدمی آ کر جماعت میں
تھے داخل نہ ہزار از دو ہزار افراد بیعت میں

صدائے نعرۂ تکبیر سے لشکر امنڈ آیا
سر مسلم رض پہ ہر جانب سے تلواروں کا تھا سایہ

کیا مسلم نے فوجی شان سے آراستہ لشکر
عمامہ کو کیا معمور ہر سید کے دستہ پر

کسی ذی حوصلہ کو میمنہ کی افسری بخشی
کسی کو میسرہ کی مرحمت فرمائی سالاری

یہ لشکر یا علی کہہ کر بڑھا دار الامارت میں
عبید اللہ جا کر چھپ رہا قصر حکومت میں

یزید ابن زیاد اعدائے مسلم پر تیرہ تھا
یہ تھوڑی جوش اظہار جلال تند مرہ تھا

عبید اللہ کے گھر میں بھی کچھ فوجی سپاہی تھے
کھڑے تھے تیغ بر کف تابع احکام شاہی تھے

سیاسی حکمتوں میں منتخب تھا عامل کوفہ
لڑائی سے گریزاں تھا یہ مرد کامل کوفہ

کہا ہمراہیوں سے اسنے ذرا چھت پہ چڑھ جائیں
بغاوت پر ہیں جو افراد مائل انکو سمجھائیں

کہیں اُن سے کہ جو مسلم رض کے لشکر سے جدا ہوگا
حکومت کی طرف سے اک زر اسکو عطا ہوگا

کریگا جو اطاعت آج احکام حکومت کی
اسے جاگیر دی جائیگی پیش از بیش قیمت کی

نکل کر فوج مسلم رض سے معافی خواہ جو ہوگا — اماں لینے کو حاضر بندہ نذر گاہ جو ہوگا
بغاوت ترک کرنے کو جو ہم سے متحد ہوگا — امیر المومنین شام کا جو معتقد ہوگا
اسے انعام و خلعت سے سرافرازی عطا ہوگی — اسے منصب ملیگا منزلت اس کی سوا ہوگی
عبیداللہ کے احکام کی تعمیل کی سب نے — کیا یہ کام مل کر اہل ملت اہل مذہب نے
وظائف کی زکاتیں زیر مساجد کے اماموں کو — کیا سیراب آب سیم و زر سے تشنہ کاموں کو
کہا ذی مرتبہ لوگوں سے حمایت میں پھر کر — عبث ہے یہ غم و غصہ عبث ہے یہ فساد و شر
تم اے ابنائے کوفہ سرکشی ناحق یہ کرتے ہو — بغاوت کا عبث الزام سر اپنے دھرتے ہو
بجز تکلیف کے راحت ہے کیا حاصل بغاوت میں — عناد و ضد ہے کس سے تمہیں شامی حکومت میں
کرو یہ غور ٹھنڈے جی سے لوگو ذرا اس میں — مخالف کس کے تم سمجھے ہوئے ہو ہم عامل میں
اگر قرآن پر اسلام پر ایمان لائے ہو — اگر احکام قرآنی کو کچھ سیکھے سکھائے ہو
اگر لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ کے معنی ہو تم سمجھے — تو لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ پڑھے ہو
یہ وعظ و پند اس آیا خطیبانِ حکومت کا — ہوا غصہ فرو شاہش پسندانِ حکومت کا
کمالِ غیظ میں آیا زوال آہستہ آہستہ — ہوا زائل دلوں سے اشتعال آہستہ آہستہ

تنہائی مسلم رض

بغاوت کے عناصر خود بخود چھٹنے لگے سارے — جو بڑھ بڑھ کر چلے آتے تھے اب ہٹنے لگے سارے
سحر سے دوپہر تک بھی رہی یہ شورش آرائی — ہوئی جب سہ پہر تیرگی یاس کی چھائی
وہ کوفی حضرت مسلم رض سے جو اب تک فدائی تھے — جو اب تک صبح سے آمادۂ جنگ آزمائی تھے
شکستِ عہد کر کے ہو گئے روپوش میداں سے — ہوئے محروم کوفی اپنے ہاتھوں دولت ایماں سے
فقط تھے تیس کس مسلم رض کے گرد و پیش مسجد میں — تھے وقف طاعتِ حق مسلم دل ریش مسجد میں
مبادا گھیر لے مسجد میں افواجِ عدو آ کر — نکل آئے بعجلت مسلم رض ذی حوصلہ باہر

غلط سب عوئ اہل وفا معلوم ہوتے تھے
مسلمان دشمن آل عبا معلوم ہوتے تھے

مکان طوعہ خاتون میں پناہ گزینی

چلے اصحاب کندہ کی طرف بہر امان خواہی
علیحدہ راستے ہی سے ہوئے سب بے مہر ہمراہی

فقط تنہا تھے اب مسلم نہ کوئی یار زیادہ تھا
امید یاس میں ملجا و ماوا لطیف داور تھا

نہ کوئی مستقر تھا اب کوئی منزل بھی
قدم شل ہو چکے تھے قوت رفتار نہ تھی

بھٹکتے بھولتے پھر اک مکاں پر رک گئے آکر
غم ناکار نے ٹکڑے کر دیے کیا کہیں جاکر

زباں تھی خشک جوش تشنگی تھا آپ پہ غالب
صدائے ہر نفس تھی قطرہ ہائے آب کی طالب

یہ گھر طوعہ کا تھا جو تھی بنی کندہ کی اک عورت
شریف نیک سیرت باحمیت صاحب عزت

یکایک گھر سے یہ خاتون باعزت نکل آئی
جو دیکھا سامنے مسلم کو پوچھا کون ہو بھائی

کہا مسلم نے ہوں لب تشنہ ہیں دے دو مجھے پانی
مری صورت سے شاید ہوں میں اک تصویر حیرانی

دیا طوعہ نے مسلم رک گئے جب پی چکے پانی
کہا عورت نے نازیبا ہے یہ ناخواندہ مہمانی

یہاں کیوں آپ ٹھیرے گھر کو اپنے جائیے جناب
کسی کے گھر زبردستی نہ رکنا چاہیئے صاحب

تمہارا آنا کیا ہے گھر کہاں ہے کیوں پریشاں ہو
ہمیں کیا ہے ملکیت یا کسی کے گھر پہ مہماں ہو

کہا مسلم نے مسلم ہوں ابو طالب کا پوتا ہوں
نہ پوچھو مہماں کس کا ہوں شرمندہ ہوتا ہوں

مگر اس شہر میں اب کہاں ہوں خانماں برباد مدت سے
بلایا تھا مجھے ارباب کوفہ نے محبت سے

مگر اب شہر الفت کے ہوئے سب بند دروازے
کسے جاتے ہیں پھبتیں میری تنہائی پر آوازے

ہوا معلوم طوعہ کو ہیں یہ حضرت مسلم
ہوئی خاموش دیکھی غور سے پھر صورت مسلم

بااخلاق و کمال تعظیم گھر کے اندر آپ کو لائی
اقامت کیلئے اک سمت تنہائی میں فرمائی

حیا سے منہ چھپائے ہر خط ابروش محبت تھا
سدا مرزا کے مستورات میں جوہر محبت تھا

سُراغ رسی

بلال اس نیکدل عورت کا اک بیٹا سپاہی تھا
زناداروں میں تھا منجملۂ خدام شاہی تھا

اسے مسلم کا اپنے گھر کے اندر چھپ کے یوں رہنا
نہ تھا منظور لیکن تھا خلاف عقل کچھ کہنا

ہوئی جب دوسرے دن ختم سب ہنگامہ آرائی
سکوں کی لہر سارے شہر میں یکساں نظر آئی

مٹے آثار شورش ہو چکا امن و اماں قائم
کئے حاکم نے ہر ناکہ پہ اپنے پاسباں قائم

خطا بخشی کا ہر جانب کیا اعلان کوفے میں
منادی عفو و بخشش کی ہوئی ہر ایک کوچے میں

گرفتاری پہ مسلم کی کیا انعام کا وعدہ
گرفتاری پہ مسلم کی ہوا ہر شخص آمادہ

بلال ناخلف نے دی خبر اہل حکومت کو
مری ماں نے اماں دی ہے امام پاک طینت کو

عبید اللہ نے مظلوم مسلم کا پتہ پا کر
کیا فوراً آمادہ تب فوجیوں کا مختصر لشکر

محمد ابن اشعث تھا سپہ سالار لشکر کا
یہ دستہ گرچہ فوج تھا گنتی میں ستر کا

ہر اک فوجی تھا اس دستے میں تیغ جفا آگہ
تھے قیس بکر بن حمران عمر ابن عبید اللہ

بڑھے خنجر بکف تیغ آزمائی کے لئے دشمن
چلے تیر و سناں لیکر لڑائی کے لئے دشمن

جنگ و فریب جنگ

یہ لشکر گھر پہ طوعہ کے یکایک آ گیا چڑھ کر
سنا مسلم نے جب غوغا اٹھایا ہاتھ میں خنجر

مکان طوعہ سے نکلے کہی تکبیر برجستہ
کہا فوج عدو سے چھوڑ دو اے تیرہ دل رستہ

سپاہی فوج کے یلغار کر کر آپ پر ٹوٹے
نہ تھا تاب جنگ مسلم دیکھ کر چھکے مگر چھوٹے

چمک کر تابش خنجر سے بجلی سی نکلتی تھی
صف دشمن الٹ جاتی تھی جب تلوار چلتی تھی

تبر تیغ و سناں سے تین حملے فوج دشمن نے
مگر سب کر دئے رد مسلم شمشیر افگن نے

سراپا عجب جوشِ جہادِ مردِ میداں تھا
جلالِ ہاشمی نزدِ یداللّٰہی نمایاں تھا

بڑھا خنجر بکف جب یہ برادر زادۂ حیدر
مقابل چند ساعت بھی نہ ٹھیری فوجِ غدار گر

گرے کٹ کٹ کے سر بزدل بنے مفرور گھر سے
لپک کر بکر بن حمران نے پایا پیچھے سے

کیا تلوار کا اک وار اس شدت سے چہرہ پر
کٹا جبڑا گرے دندان آئے نور آلود پیکر پاک

سنبھل کر آپ نے حملہ کیا جب ابن حمران پر
گرا مجروح ہو کر منہ کے بل میداں میں خونریز

ہزیمت خوردہ ساتھی بھی گئے اندر مکانوں کے
کئے ان بزدلوں نے کام چھپ چھپ کے زمانے کے

چھتوں پر چڑھ کے پیہم خشت باری تیر باری کی
نکالی یہ نئی تدبیر جنگ اختیار ادنیٰ کی

جلائے سینکڑوں ہی گٹھڑیوں سے آگ برسائی
جلا نہ شاہ مرداں خوب نام و ننگ بن آئی

مسلسل زخم کھا کر ذرا بھی جب نہ دل سہما
تڑپ کر جست کی چھت پر وہ شیر حق پہنچا

صدا اللہ اکبر کی لبِ شمشیر سے نکلی
صدائے فتح و نصرت نعرۂ تکبیر سے نکلی

سناں و تیغ سے لشکر کے اڑائے نام و ننگ
دکھایا جوشِ حق چھکے چھڑائے بدنہادوں کے

تنِ نازک پہ صدہا زخم تھے گو تیر و خنجر کے
مگر ہم خم نہ ہی باقی رہے مرد دلاور کے

کوئی دم میں نشانے بن گئے تھے یہ سارے چھت والے
محمد ابن اشعث نے کہا اے حق کے متوالے

خدا را بند لڑنا کیجئے دیدی اماں ہم نے
خود اپنی بے بسی تسلیم کر لی مہرباں ہم نے

بنی ہاشم سے لڑ سکتا ہے کوئی کس کی ہمت ہے
ازل سے آپ کی ہمت پہ قرباں فتح و نصرت ہے

ذرا دم لیجئے چھت سے اتر آئیے حضرت
میں خادم ہوں نہ رنجیدہ کرم فرمائیے حضرت

محمد ابن اشعث نے بہت کچھ جب لجاجت کی
ہوئی تسکین خاطر مسلم معصوم فطرت کی

پڑھے اشعار کچھ حضرت نے جن سے عزم ظاہر تھا
یقیناً ابن اشعث آپ کو بل کر دغا دیگا

محمد ابن اشعث نے گذارش کی قسم کھا کر
تمہیں دھوکہ نہیں منظور دینا مجھکو اے سرور

قسم پہ مسلم قدسی خصائل کو یقیں آیا
قدم جو تھا علا اوج پر نیچے زمیں پایا

بدن زخموں سے چکنا چور تھا دستِ تیغ بھی تھا شل
جہادِ حریت کا جوش بھی تھا کچھ سکوں مائل

حرارت تھی جو رگ رگ میں جو خونِ گرم کی جاری
ہوئی سر سے نہ کچھ بہتی تھی بالیقیں جاری

کمال اتقا سے غشی بھی آپ پر چھائی
ہوا سکتہ کا عالم ہو گئی زائل توانائی

لگا کر آپ بیٹھے ضعف سے دیوار کا تکیہ
خدا پر تھا شہادت نہ دیوار کا تکیہ

مورخ کچھ عجب کہتے ہیں کہ فوجِ کینہ پرور نے
بالفاظ دگر یا خود یہ سالارِ لشکر نے

جو دیکھا آپ کو بیہوش فوراً جوش میں آکر
چلایا گردنِ معصوم پر بیساختہ خنجر

اسی سکتے کے عالم میں شہادت آپ نے پائی
شہیدِ دینِ ملت ہو کے جنت آپ نے پائی

ہوئے واصل بحق جان نذر کی ذوقِ شہادت میں
دعائیں مغفرت دیجئے ابد تک ان کو جنت میں

نظر بندی مسلم (ع)

ہے بعض ارباب تاریخ و سیر سے یہ روایت بھی
ہے اغلب ان کے قابل یہ مار بھی شہادت بھی

ہوا سکتہ کا عالم حضرت مسلم پہ جب طاری
لہو بے ساختہ زخموں سے جب ہونے لگا جاری

دغا سے تیغ مسلم کی چرائی ابن اشعث نے
سمجھ کر نیم جاں کی ناتوانی ابن اشعث نے

لٹا سر لے لیا مسلم رضہ کو ظالم نے حراست میں
ادب نہ کہا اگر ملحوظ پابندی کی حالت میں

بٹھا کر آپ کو خچر پہ لائے قصرِ عامل تک
بحکم و حیلہ پہنچایا گیا مسلم رضہ کو قاتل تک

ہوا نے راہ میں پیہم قبلئے ناز کو چوما
نسیم صبح جنت نے لب اعجاز کو چوما

افاقہ آپ کو حاصل ہوا سکتہ کی حالت سے
دماغ و قلب نے پایا سکوں کچھ استراحت سے

کھلی جب آنکھ دیکھا ہاتھ میں تلوار سے خالی
نیام اندر بغل ہے تیغ جوہر دار سے خالی

کہا سرکار نے للکار کر یہ میر لشکر سے
کہ اے بزدل یہ حیلہ نامردانہ [illegible] سے

محمد ابن اشعث تو نے دھوکا دیا مجھ کو
مری تلوار بھی لی اور مقید بھی کیا مجھ کو

عبید اللہ تک مجھ کو لئے جاتا ہے تو ناحق
مجھے یوں قید کر لینے کا تھا ظالم تجھے کیا حق

نہیں کچھ ابن اشعث نے کہا سرکار اندیشہ
کریگا کیا بھلا ابن زیاد معصیت پیشہ

جوانمردوں کو ہوتی ہے کہیں تلوار کی حاجت
بنی ہاشم کے شیروں کو نہیں تلوار کی حاجت

تاثرات مسلمؓ

جواب ابن اشعث پر ہوئی مسلمؑ کو حیرانی
رواں ہونے لگا چشم غناب آلودہ پانی

کہا مسلمؑ سے یہ ابن عبید اللہ نے ہنس کر
ہے رونے کا سبب کیا اے برادرزادۂ حیدرؑ

کہا مسلمؑ نے میں روتا نہیں رونا تو اس کا ہے
حسینؑ ابن علیؑ کو میں نے خط لکھ کر بلایا ہے

چلا دنیا سے میں کعبہ سے وہ آنے چلے ہیں
یہ رونا ہے کہ احکام قضا کب ٹلنے والے ہیں

مجھے آتا ہے رونا اس قیامت خیز منظر پر
مصیبت آئیگی میری بدولت آل اطہر پر

محمد ابن اشعث اے عمر ابن عبید اللہ
شکست عہد کے باعث یقیناً ہو چکا گمراہ

مجھے چشم غلط انداز سے کیوں طعنہ دیتے ہو
مرے آگے عبید اللہ کا تم نام لیتے ہو

جواباً ابن اشعث نے کہا اے حضرت مسلمؓ
یہ مانا ہے عبید ابن زیاد بد گہر ظالم

مگر ہم نے اماں دی ہے ہماری بات مانے گا
ہمارے کہنے سننے سے حق و ناحق کو جانیگا

ہراساں آپ کیوں ہوتے ہیں کیوں صدمہ اٹھاتے ہیں
اماں دیکر عرب کے لوگ جاں پر کھیل جاتے ہیں

خدانخواستہ گر رنگ کچھ بدلا نظر آیا
عبید اللہ جو زنہار وا پر گر اتر آیا

لکھینگے ہم مفصل حال بادشاہ تک
یہاں آنے نہ دینگے نونہالان نبوت کو

غریب گفتگو جاری رہا باب حکومت تک
لگا لائے انہیں باتوں میں دارالامارت تک

رہے نگراں مسلمؑ خفیہ جی ناظم نہ ناظر
بن اشعث ہوا پیش عبید اللہ جب حاضر

مکمل روئداد جنگ عامل سے بیاں کر دی
لڑائی میں جو صورت پیش آئی تھی عیاں کر دی

التجائے میر لشکر

ادب سے التجا کی میں نے مسلمؓ کو اماں دی ہے
ہوں جاں بخشی کا طالب پاس عہد ہے زباں دی ہے

عبید اللہ بولا ترش روئی سے خشونت سے
محمد ابن اشعث ہے یہ غداری حماقت سے

دیا تھا میں نے تجھ کو برملا حکم گرفتاری
خلاف حکم باغی کی سفارش ہے یہ غداری

ابھی لایا بجولاں کر کے مسلمؓ کو سر آگے
سزا دیجائیگی پھانسی کی مجرم کو ترے آگے

پئے جلاس مسلمؓ کو سپاہی جا کے لے آئے
نظر ملتے ہی کچھ نہ عہد شکن بد عہد شرمائے

سلام اصلاً نہ مسلمؓ نے کیا مغرور عامل کو
نہ سمجھا آپ نے مسلمؓ مسلمانوں کے قاتل کو

عبید اللہ نے مسلمؓ کو بچشم قہر سے دیکھا
علیحدہ آپ کو رسم و رواج دہر سے دیکھا

جلالت رخ مسلمؓ سے علی الاعلان ظاہر تھی
سکون صبر و تسلیم و رضا کی شان ظاہر تھی

گفتگوئے ابن زیاد و حضرت مسلمؓ

عبید اللہ بولا تم کو اب میں قتل کر دونگا
کہا مسلمؓ نے میں راہ خدا میں اپنا کام کر دونگا

کہا عامل نے اب ہو جلد تم مرنے کو آمادہ
کہا مسلمؓ نے مدت سے شہادت کا ہوں دلدادہ

عبید اللہ بولا تم بغاوت کے ہو بانی
کہا مسلمؓ نے ہے یہ افترا اے دشمن جانی

عبید اللہ بولا تم مخالف ہو حکومت کے
کہا مسلمؓ نے ہم تابع ہیں اسلامی شریعت کے

کہا مغرور نے تم ہو یزید شاہ کے دشمن
کہا مسلمؓ نے ہم ہیں دشمن اسلام کے دشمن

کہا عامل نے تم نے کی نہ پروا کچھ حکومت کی
کہا مسلمؓ نے کی توہین تم نے دین و ملت کی

کہا عامل نے تم نے بادہ نوشی کی مدینے میں
کہا مسلمؓ نے ہے نار جہنم تیرے سینے میں

مجھے مے نوش کہتا ہے کمینہ فاسق و فاجر
تھا کل خاندان تیرا شراب و خمر کا تاجر

پدر نے تیرے ہی اپنا خلف اختیار کر لیا
کھلے میدان جلائے بیگناہ زیرِ تیغ خنجر

تمہاری سلطنت میں خون مسلم کی ہے ارزانی
ہیں تم ہی قیصر و کسریٰ کے انداز ستم رانی

ہمیں ارباب کوفہ نے بلایا جب تو ہم آئے
کتاب و سنت و رشد و ہدایت ساتھ میں لائے

ہیں بیجا یہ الزام بغاوت اے ستم پیشہ
ہمیں تجھ سے نہ تیرے جور سے تھا کچھ بھی اندیشہ

ہیں تیری طرح تیرے کارکن یزید بد طینت
وگرنہ میں کہاں ظالم کہاں تیرا دیرینہ لت

عبید اللہ جب سنتا رہا مسلمؓ کی باتیں
سنائیں بعد غصہ میں جل کر خبیث ایسا

ہوا یوں فعل بد آتش شرِ انسانی غم سے
ہوا ایسا مشتعل جیسے اٹھتے ہیں مادہ جہنم سے

تبر کھینچی اٹھائی تیغ تھا ہاتھ میں خنجر
کہا جلاد سے فوراً اگر ہے مسلم کو قتل کر

سنا یا برندش تصویر ہلاکت سامنے آئی
شہادت کے پیغام شہادت سامنے آئی

وصیت مسلم رضؓ

کہا مسلمؓ نے عمر سعد سے گر حکم دے عامل
دم آخر وصیت تم مری سننے پہ ہو مائل

اجازت عمر ابن سعد کو عامل نے دیدی
سنیں وہ ہمہ تن وصیت مسلمؓ عقیدہ فطرت کی

صمیم قلب سے باچشم نم مسلم نے فرمایا
حسینؓ ابن علیؑ کو میں نے خط لکھ کے بلوایا

انہیں اتمام کرنا ہے وفائی کی خبر کرنا
نہیں ہرگز مناسب ان کو کوفہ کا سفر کرنا

ہیں مجبیر قرض اک اہل شرف کے سات سو درہم
ادا کرنا اسے میری طرف سے اے مرے ہمدم

اجازت دے اگر حاکم تو میری نعش کو لیکر
شریعت کے موافق دفن کرنا تم اسے اندر

ہیں دشمن سے خدا طلب پاک طینت ایسے ہوتے ہیں
عدو سے مانگتیں معصوم فطرت ایسے ہوتے ہیں

شہادت حضرت مسلمؓ

رضینا بالقضا مسلمؓ یہ کہکر ہو گئے صد آہ
ہوا مشغول یادِ کبریا قلبِ خدا آگاہ

زبانِ قاتلِ مسلمؓ مظلومِ اعلیٰ تھی
عبیداللہ پہ کی لعنت عبیداللہ کے دل نے

ابد تک سنا گئے ہیں بام و در انکی شہادت پر
کہا لے جاؤ ان کو ام الایمان حاکم تیر

اٹھے خنجر بکف جلاد شیر الاماں اٹھا
شہیدِ راہِ حق ہونے کو یہ تشنہ جاں اٹھا

صدائے قتل گونجی ہر طرف ایمان تباہی میں
ہوئے مصروف مسلمؓ شغلِ تسبیح الٰہی میں

سنبھالا بے تحاشہ بکر بن حمران نے خنجر
ہوئی مصروف سجدہ روحِ مسلمؓ قبلہ رو ہوکر

سرِ مسلمؓ پہ قاتل نے اُدھر تلوار کو چھوڑا
ادھر دستِ قضا نے رشتۂ روح و جسد توڑا

بہایا کم قاتلوں نے خون سفیرِ ابنِ حیدرؑ کا
فرشتوں میں فلک پر غل ہوا اللہ اکبر کا

رہے ثابت قدم مسلمؓ عدم کی سخت منزل میں
رہِ حق میں کٹا یا سر مدائن کے مقابل میں

دکھا مسلمؓ کو بے گور و کفن ہی نابکاروں نے
زمیں پہ لاشِ اطہر پھینک دی عصیاں شعاروں نے

شہادت ارضِ کوفہ میں ہوئی جس روز مسلمؓ کی
نویں ذی الحجہ کی تاریخ تھی سنہ ہجری کی تھی

نہاں جس وقت طوافِ کعبہ جس دن سب خدا کی تھی
یہاں مسلمؓ کو پیغامِ شہادت موت لائی تھی

طوافِ کعبہ تا حد ہے خدا کی امیدوں کی
طوافِ عرشِ اعظم کرتی ہیں روحیں شہیدوں کی

شہادت فرزندان مسلمؓ و ہانی

نہ آیا چین اس کے بعد بھی سفاک ظالم کو
کیا زندان کے اندر قتل فرزندانِ مسلمؓ کو

یہ دو تو لختِ دلِ مسلمؓ کے نابالغ بچے کمسن تھے
نہاں طوعہ کے گھر میں یار زندانی دو زن میں تھے

بلا اِلتیرہ باطن نے انہیں بھی قتل کروایا
عبیداللہ جنہیں بھی مار کر ذلیل فرمایا

محمد ابن اشعث نے کہا دربار عالی میں — اگر ہو اذنِ جاں بخشی تو ہے یہ آرزو میں
اجازت دی عبید اللہ نے باخندہ پیشانی — کہا اس نے کہ ہو چشمِ عنایت جانب ہانی
یہ جملہ سنتے ہی ابنِ زیاد نے حمیت سے — کہا بیساختہ غیظ و غضب میں ابن اشعث سے
خدا کی مار تجھ پر تو نے ہانی کی سفارش کی — سزا اسکو بھی دیتا ہوں یہی اسکے جرم سازش کی
سرِ بازار ہانی کو کرایا قتل ظالم نے — جگایا فتنۂ خوابیدہ کو شورِ مظالم نے
رفیقِ ہم سفر مسلمؑ کے تھے مختار و عبد اللہ — ہوئے مسلم کی خاطر قید دونوں مردِ حق آگاہ
عبید اللہ کا یہ دیکھ کر جوشِ ستم رانی — وفورِ خوف سے لوگوں کے چہرے ہوگئے پانی

سکونِ دامنِ کوفہ میں ہوا تلوار سے قائم
ہوئی حد مظالم تیغ کی جھنکار سے قائم

عزائمِ امامؑ

امامِ دوسرا کعبہ میں اب تک جلوہ آرا تھے — حرم کی سرزمیں عرش کی آنکھوں کا تارا تھے
جلیل القدر اصحابِ نبی ہر روز آتے تھے — سرور و صحبتِ شاہنشۂ کونین پاتے تھے
ہوا کرتے تھے اکثر تبصرے ملکی مسائل پر — ہجومِ حد تخیل تھا امامِ پاک کے دل پر
نہ تھا زنہار اطمینانِ خاطر آپ کو حاصل — کہ تھا آماجگاہِ فکر و اندوہ و مصائب دل
تفکر سے تردد سے کوئی ساعت نہ خالی تھی — غم و افکار میں مصروف ہر دم طبعِ عالی تھی
فی الحقیقت حکومت حکمرانِ جہانِ عزت تھا — خدا نا آشنا حاکم علمبردارِ خلافت تھا
یزیدی سلطنت تھی مائلِ خونریزیٔ امت — مٹانے کا نشانہ تھی رسولِ پاک کی عزت
یزیدِ نا سزا کے مخبر و جاسوس ہرکارے — لکھا کرتے تھے اسکو واقعات نیک و بد سارے
امامِ پاک کو مسلم کی صورت یاد آتی تھی — جدائی ان کی اکثر قلبِ اطہر کو ستاتی تھی
صدائے گریۂ شورِ نالہ و فریاد پیہم تھا — نظر کے سامنے اک منظرِ بیداد پیہم تھا

عریضۂ مسلم رضؓ بحضورِ امام رضؓ

بہت دن ہو چکے تھے بند تھی خیر و خبر ان کی / نوید خیریت لایا یکایک نامہ بر ان کی
پڑھا معروضۂ مسلمؓ امامِ پاک نے سارا / تفصیلِ کوفہ از خود بن گئی فردوس نظارا
خطِ مسلم میں تھی ترغیب کوفے کے بلانے کی / عیاں تھی نفسِ خط سے کوفیوں کی برملائی کی
رقم تھے خط کے اندر مرض عن حالات کوفہ کے / عیاں تھے رنگ حسیں ہر گلی کے منظر کوفے کے
خود اپنا شوق استقبال بھی تحریر تھا خط میں / قلم برداشتہ یہ حال بھی تحریر تھا خط میں
اٹھارہ ٹولیاں اک اک ہزار افرادِ ملت کی / ہیں بیعت کر چکی اب تک امامِ پاک طینت کی
لکھا تھا بیشتر افراد خواہشمندِ بیعت ہیں / بہت باشندگانِ شہر مشتاقِ زیارت ہیں
نہاں مضمونِ خط میں اک کشش اک جاذبیت تھی / غرض کوفہ پہنچنے کی کھلے لفظوں میں دعوت تھی
بجز اس کے کہے کچھ حال تا حدِ زبانی بھی / اثر انداز شاید کچھ ہوئی جادو بیانی بھی
تہیہ کر لیا سرکار نے کوفہ کے جانے کا / پسِ پردہ تھا حیلہ کارفرما آب و دانے کا

قضا لے کر چلی ذوقِ شہادت نے سلامی دی
درِ فردوس سے حورانِ جنت نے سلامی دی

فضائل عبد اللہ اربعہ

فضلائے کعبہ میں تھے چار چاند انوارِ قدرت کے / یہ چاروں صحابہ تھے ارکان دربارِ نبوت کے
سپہرِ فضل و دانش کے یہ ہر زمانہ تھے چاروں / بڑے اللہ والے تھے یہ عبد اللہ تھے چاروں
تھے عبد اللہ اک ابنِ عمرؓ فاروق کے بیٹے[1] / تھے جن کے ملتِ اسلام میں پھیلے ہوئے سلسلے

[1] حضرت عبد اللہ رضؓ ابن عمر رضؓ اجلّہ صحابہ میں ہیں اکثر غزوات میں حضورؐ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا تفسیر قرآن اور فقہ حدیث میں آپ کا علم صحابہ کے لئے حجت تھا آپکے فتاویٰ فیصلہ ناطق سمجھے جاتے تھے ۷۳ھ میں فوت ہوئے۔

تھے عبداللہؓ بن عباسؓ ابنِ عم پیغمبرؐ — بلا شک علم و تقویٰ میں تھا جنکا کوئی ہمسر

تھے عبداللہؓ اک ابن زبیرؓ صاحبِ عزت — سیاسی فضل میں حاصل تھی جنکو بیحد شہرت

صحابی ایک عبداللہؓ بن مسعودؓ نامی تھے — جو علم و فضل میں ہمراز اصحاب گرامی تھے

چہار ارکان تھے یہ ملتِ اسلام کے چاروں
مسلّم مقتدا تھے امتِ اسلام کے چاروں

افہام و تفہیم

دیارِ مکہ میں رونق فزا جتنے صحابی تھے — گرفتارِ ملالِ کشمکش ہائے خرابی تھے

ہر اک کو اپنی جان و مال و عزت کا تھا اندیشہ — ہر اک سے بدگماں تھے جملہ حکام جفا پیشہ

ہوئے آگاہ جب سبطِ نبیؐ کے ارادے سے — ہوئے خدمت میں حاضر اپنے اپنے خانوادے سے

عمرؓ بن عبدالرحمٰن نے بصد منت گزارش کی — کمالِ عجز سے کوفہ نہ جانے کی سفارش کی

کیا ارشاد عبداللہ بن عباسؓ نے آکر — کہ اے جانِ برادر ابن حیدرؓ سبطِ پیغمبرؐ

نہ ہرگز آپ جبتک کوفہ تشریف لیجائیں — نہ جبتک اطلاعیں قتلِ والی کی یہاں آئیں

بغیر قتلِ والی آپ سے آغازِ بیعت کا — سراسر اک غلط عنوان ہے بابِ سیاست کا

مجھے ہے اے برادر آپ کی جانب سے اندیشہ — مبادا گردشِ دوراں ہو ناآپ کو معصیت پیشہ

شہ والا نے عبداللہؓ سے یہ بات فرمائی — کرونگا استخارہ شب کو میں اے محترم بھائی

گئے جب تو عبداللہ فرزندِ زبیرؓ آئے — سکوں افزا تسلی بخش چند الفاظ فرمائے

لہ حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ حضورؐ کے چچازاد بھائی ہیں پیدا ہوئے تو آپؐ نے اپنا لعاب دہن چٹایا۔ تبحر علمی کے سبب بحر اور حبر الامہ لقب تھا۔ تفسیر و حدیث کا علم بے مثل تھا بعمر ۷۰ سال بمقام طائف ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔

لہ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود فاروقِ اعظمؓ سے پیشتر مسلمان ہوئے ۳۲ھ میں وصال فرمایا۔

بہ پاسِ خاطرِ شہ پہلے تائیدِ سفر کر دی
مگر فوراً کہا آخر ہو کیوں یہ بادیہ گردی

حفاظت کیلئے حاضر یہاں ہم سب فدائی ہیں
وہاں کیوں جائیے کوفی سراپا بے وفائی ہیں

یہاں سے کیجئے وہ کام جو کہ دیں کرنا ہے
سفر جائینگے ہر حالت ہمیں پر جو ہونا ہے

کہا ارشاد فرمایا ہے میرے جدِ امجد نے
رسولِ ربِ اکبر رحمتِ عالم محمدؐ نے

حرم کی ایک مینڈھے کے سبب سے حرمتی ہوگی
وہ مینڈھا خود بنوں میں یہ نہیں میری لکھی ہوگی

انھیں بھی آپ نے واپس کیا کچھ دیر کچھ سن کر
رہے کچھ دیر غور و فکر میں تنہا مگر پھر وہ

یکایک آ گئے فرزندِ فاروقِ معظم بھی
شہ والا نے مسند پہ بٹھایا قدر عزت کی

بتائے شرع کے احکام عبداللہ اکبر نے
سند کی پیش قرآن و احادیثِ پیمبر سے

گزارش کی ہے جابر حکمراں اچھے نہیں لیکن
فساد و فتنہ سے بچئے جہاں تک ہو سکے ممکن

پئے سعیٔ امارت جائیے ہرگز نہ مکے سے
بتایا یہ ہمارا ہے آپ کو گر لاکھوں قصے

دیا تھا اختیار اللہ نے پیغمبرِ دیں کو
کہ دنیا اور عقبیٰ میں جسے چاہو اسے لے لیں

مگر دنیا کو محبوبِ خدا نے ترک فرمایا
پسندِ خاطرِ سرکار فقط آخرت آیا

ہیں آپ ابنِ رسول اللہ فرزندِ پیمبرؐ ہیں
عبث مائل بہ دنیا آپ کیوں اے جانِ جنت ہیں

عمل فرمائیے اس پر عمل تھا جو پیمبرؐ کا
مگر ہوگا وہی جو حکم ہے خلاقِ اکبر کا

یہ کہہ کر حضرتِ ابنِ عمرؓ بے ساختہ رونے
امامِ پاک بھی سنکر یہ فقرہ پر ملال ہوئے

ہوئے دربار سے ابنِ عمرؓ روتے ہوئے واپس
کبیدہ خاطر و آزردہ دل تھے حضرتِ اقدس

ارادہ حج جب شاہِ شہیداں کے کمی پکی
تو عبداللہ ابنِ عباسؓ گئے دیکھنے دل کی

خطیبانہ لب و لہجہ میں ہر پہلو کو سمجھایا
جو گزرا تھا حسنؑ کے ساتھ کوفہ میں وہ دہرایا

کہا ترکِ وطن پہ ہو چکے ہو گر کمر بستہ
بچاؤ کو وہ بہتر ہے یمن کا لیجئے رستہ

وہاں کے لوگ مخلص ہیں بہادر ہیں بلا کے ہیں
وہاں پہ گھاٹیاں ہیں قلعے ہیں جائے امانگہ ہیں

وہاں موقع ملیگا نشر و تبلیغِ امامت کا
قرینِ عقل ہے تا ہم وہاں ہونا خلافت کا

امام پاک نے سن کر کہا یہ کیفیت ساری — یہ سب سچ ہے مگر ہے از ہی کچھ مرضی باری

وہ پیشین گوئیاں کی ہیں جو سلطانِ رسالت نے — سنا ہے جن کو اکثر اس طلبگارِ شہادت نے

یقیناً سب کی سب تفسیر ہیں عینِ حقیقت کی — یقیناً ہے وصی تو نیا مرے ایمان حسرت کی

لئے جاتی ہے سوئے کوفہ خود مجھ کو قضا میری — دعا کیجئے کرے آسان ہر مشکل خدا میری

ہوئے خاموش عبداللہ بن عباسؓ یہ سن کر — کہا جاؤ خدا حافظ تمہارا سبطِ پیغمبرؐ

قضا کی ہر ادا تصویرِ احکامِ مشیت تھی

شہادت برملا تفسیرِ احکامِ مشیت تھی

حضرت امامؓ کی کعبہ سے کوفہ کو روانگی

ابھی تک سن حج بیت اللہ میں مشغول تھی دنیا — حرم کے گلشن سے چن رہی کچھ پھول تھی دنیا

مناسک حج کعبہ کے ادا ہوتے تھے ہر جانب — زمیں بوسِ حرم سب با خدا ہوتے تھے ہر جانب

کہیں سعی صفا مروہ پہ تھی مخلوق آمادہ — منا میں تھے کہیں اللہ والے زیب سجادہ

کہیں صحنِ حرم میں مائلِ سجدہ نمازی تھے — کہیں صرفِ عبادت مصری و شامی حجازی تھے

کہیں تھا شورِ غلِ تہلیل و تسبیح الٰہی کا — اجالا تھا کہیں حجرِ بلا میں نورِ صبح گاہی کا

فضاؤں میں یکایک اک روانی ہمہمہ گونجی — ہوئی گم مرکزِ اسلام سے اسلام کی پونجی

نکل جاتا خلیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے — شہیدِ فی سبیل اللہ کی کعبہ سے رخصت ہے

امانت حق کی دامانِ حرم سے نکلی جاتی ہے — متاعِ دین و دنیا آج ہم سے نکلی جاتی ہے

قدوم قبلۂ کونین مکاں کعبہ سے جاتے ہیں — ہمیشہ کو امامِ دو جہاں کعبہ سے جاتے ہیں

یکایک مجمعِ حجاج میں جیسے خبر پھیلی — مٹی تاریکئ شب اور غنی وقتِ سحر پھیلی

ہوا معلوم کعبہ سے گئے فرزند پیغمبرؐ — نبی زادہ نکل کے گویا ہو گیا خالی خدا کا گھر

اداسی چھا گئی کالی گھٹائیں غم کی گھر آئیں — فضائے زہرہ رنج و الم کی بدلیاں چھائیں

در و دیوار کعبہ نے لباس ماتمی پہنا — عروسِ گل نے پھولوں کا اتارا جسم سے گہنا
جگر پر فرطِ غم سے سنگِ اسود نے رکھا پتھر — مقامِ زمزم بھی اس اندوہ میں کھانے لگے چکر
بنی شکلِ حطیم دل شکستہ صورتِ ماتم — بشکلِ چشمِ نم تھا اشک افشاں چشمۂ زمزم
مثالِ اشکِ غم ٹپکا ہے میزابِ رحمت سے — ہر ایک سجدہ نے سر ٹکرایا محرابِ عبادت سے
اڑائی خاک رنجِ ہمتے نے فرطِ کدورت سے — پریشانی عیاں تھی وادیٔ بطحیٰ کی صورت سے
حریمِ کعبہ سے جس دن سواری آپ کی نکلی — تھی ذی الحجہ کی دس تاریخ اور سن ساٹھ ہجری تھی
امامِ پاک کے ہمراہ تھے سب خاندان والے — چلے جاتے تھے سب کوفہ کی جانب قدم ڈالے
شہادت کا تھا جذبہ عورتوں میں اور مردوں میں — بیاسی آدمی تھے قافلہ کے رہ نوردوں میں

خدا کی راہ میں گھر سے خدا کا مہماں نکلا
خود اپنے کارواں کو لیکے میرِ کارواں نکلا

پہلی منزل

حدِ کعبہ سے نکلے منزلِ تنعیم میں پہونچے — تھے لب تشنہ حضورِ ساقیٔ تسنیم میں پہونچے
یہاں پہنچے تو ملکِ یمن کا قافلہ دیکھا — یمن سے جا رہا ہے شام کو سیم طلا دیکھا
یہ سارا مال و زر بہرِ یزیدِ فتنہ آرا تھا — بطورِ تحفہ سردارِ یمن نے جس کو بھیجا تھا
امامِ دوسرا نے قافلہ کو قید فرمایا — تصرف میں یہ سب مالِ غنیمت آپ کے آیا

ہوئیں دشواریاں حائل نرالی پہلی منزل میں
رکے آخر نہ خود سرکارِ عالی پہلی منزل میں

دوسری منزل

بڑھے آگے یہاں سے منزلِ صفاح میں آئے — بطورِ خود پناہِ سیّد الاشباح میں آئے

حصین ابن نمیر اس مختصر دستہ کا افسر تھا
جو راہ قادسیہ تک علاقہ پر مقرر تھا

تمیمی خاندان کا تھا حصین اک نامور قائد
ستم پیشہ رجفا جو تھا ضرورت سے کہیں زائد

بنایا صدر مرکز قادسیہ کو تمیمی نے
یہیں چھپ کر نکالے دشمنی کے بغض اور کینے

یہاں سے اک طرف خفان تک فوجی پہرہ تھا
سپاہی فوج کا ہر اک عدوئے آل زہرا تھا

یہاں سے کوہ لعلع تک تھا اک اور دوسرا دستہ
مقرر تھا سواروں کا وہاں بھی جنگجو دستہ

گرفتاری نامہ بر

جو خط لکھا گیا کوفہ کو تھا منجانب سرور
نیا تھا نامہ بر جو شہ نے تھے قیس بن مسہر

نواح قادسیہ کی طرف سے قیس جب گزرا
تمیمی نے پکڑ کر پاپ عامل تک اسے بھیجا

عبیداللہ نے غصہ میں کہا قیس پریشاں سے
حسین ابن علی پر کر تبرا اسقف ایواں سے

چڑھے حکم عبید ماسنر اسے قیس کوٹھے پر
کہا آواز سے اے عاشقان حیدر صفدر

حسین ابن علی ابن فاطمہ کے راحت جاں ہیں
علی شیر خدا خیبر شکن ہیں شاہ مرداں ہیں

عبیداللہ کاذب ابن کاذب دشمن دیں ہے
یزید نا خلف ملعون و ملحد صاحب کیں ہے

حسین اب منزل حاجر سے ہیں کوفہ میں آنے کو
نشان جور و ستم ایجاد و بے دینی مٹانے کو

امام پاک نے خط دے کے بھیجا تھا یہاں مجھ کو
یہاں آ کر ملا قرب الہی کا نشاں مجھ کو

خلاف حکم عامل نے سنے جس وقت یہ فقرے
غضب آلود ہو کر قیس کو گروا دیا چھت سے

اسی صورت سے عبداللہ یقطر تھا عبد ثانی
حراست میں سر دربار آئے مثل زندانی

انھیں بھی حکم تھا دارالامارہ میں کھڑے ہو کر
کہیں ہیں قابل نفریں حسین و حیدر صفدر

انھوں نے بھی یزید ابن مرجانہ پہ لعنت کی
انہیں بھی دست قاتل سے ملی دولت شہادت کی

ہے یہ ایمان عاشق نامہ بر یوں جان دیتے ہیں
جسے وہ چاہتے ہیں دولت ایمان دیتے ہیں

نمازیں کیں ادا مانگی دعا معبودِ برحق سے ۔۔۔ امام دوسرا ان جا ملے شاعر فرزدق سے
کیا دریافت اس سے آپ نے احوال کوفہ کا ۔۔۔ کہا اس نے کہ اے نورِ نگاہِ فاطمہؓ زہرا
قلوبِ اہلِ کوفہ آپ کے ہمراہ ہیں بےشک ۔۔۔ بنی آلِ امیہ وقف لیکن ان کے ہیں خنجر
ہیں اہلبیت اگرچہ اُن کے زیرِ اثر تیغ سایہ میں ۔۔۔ مگر تیغِ اجل ہے انکی تلواروں کے سایہ میں
یہیں عونؓ و محمدؓ رو کے نے راہ غلط آئے ۔۔۔ یہ دونوں لیکے عبد اللہؓ بن جعفر کا خط آئے
لکھا تھا خط میں ہرگز عزم کوفہ کا نہ فرمانا ۔۔۔ ہو جتنی جلد ممکن راستہ سے لوٹ کر جانا
وہاں ہے گرم ہنگامہ فساد و قتل و غارت کا ۔۔۔ خلافِ آلِ حیدرؓ ہے وہاں عامل حکومت کا
پیاسا ہے تمہارے خون کا غارتگرِ شامی ۔۔۔ نہ جس کی عادتِ ثانی ہے خمریا نہ آشامی
نہ بیٹھے آپ تو میں آپ کو بھی لینے آتا ہوں ۔۔۔ جو باتیں ہونے والی ہیں وہ پہلے سے بتاتا ہوں
پڑھا جب خط شہ دیں نے کہا جو مرضیٔ رب ہے ۔۔۔ مرا یہ آنا جانا ہی ارادے سے مرے کب ہے

کہیں مردانِ حق منزل سے پیچھے ہٹتے جاتے ہیں
جنہیں ثابت قدم انکے قدم کب ڈگمگاتے ہیں

تیسری منزل

نہ لکھا ابن جعفرؓ کو جوابِ خط شہ دیں نے ۔۔۔ نہ ہونے دی طبیعت مضمحل کچھ عشر تمکیں نے
لیا عونؓ و محمدؓ کو بھی ساتھ اپنے بڑھ آگے ۔۔۔ یہاں تک چلتے چلتے منزلِ حاجز میں جا پہنچے
یہاں سے خط لکھا کوفہ کے اربابِ سیاست کو ۔۔۔ خبر دی اپنے آنے کی ہوا خواہانِ دولت کو

انتظاماتِ حکومت

حسینؓ ابن علیؓ کے قافلہ کی نقل و حرکت کا ۔۔۔ مکمل علم رکھتا تھا جبیدا آمرِ حکومت کا
کئے عامل نے بند بیست خفیہ راستہ بھی کے ۔۔۔ کہیں کہیں چوکیاں قائم کیں بٹھلا دئے پہرے

چوتھی منزل

بڑھے جب منزلِ حاجر سے آگے سبطِ پیغمبرؐ
رُکے کچھ دیر بہرِ آب تو تھی ایک چشمہ پر

یہاں ابنِ مطیع پاک عبد اللہ سے مل کر
گزارش کی کہاں جاتے ہو اے لختِ دلِ حیدرؑ

خدا کے واسطے باز آؤ کوفے کے ارادے سے
یہاں لگنے نشانہ آتی ہے ہر منزل پہ جانے سے

ہلاکِ آلِ اعدا کے ہیں خنجر خون سے ڈوبے
بنی ہاشم کی خونریزی کے ہر جا ہیں منصوبے

سُنا سرکار نے جو کچھ کہا اس کہنے والے نے
بھری اک آہ خاموشی سے شاکر رہنے والے نے

پانچویں منزل

مقامِ ثعلبیہ پر یہاں سے قافلہ پہونچا
یہاں اک نامہ بر کوفی کسی کا مرسلہ پہونچا

خبر دی آپ کو تا عمر نے مسلمؑ کی شہادت کی
بیاں سب کوفیوں کے حالِ مستقبل کی حالت کی

مچی اک سنسنی سی قافلہ میں قتلِ مسلمؑ سے
کہا ان عزیز لوگوں نے تھے جو نسلِ مسلمؑ سے

نہیں یہ بعدِ شہیدِ ملتِ حق لطف جینے میں
ہے جوشِ انتقام خونِ مسلمؑ اپنے سینے میں

امامِ محترم نے قافلہ والوں سے فرمایا
ہے جب سے جو حملہ نے سا خبر یہ نامہ بر لایا

عزیزو آج احباب کو مغموم پاتا ہوں
خود اپنے دل میں بھی لذتِ محروم پاتا ہوں

طبیعت سب کی بے کل ہے مشتعل ہے قتلِ مسلمؑ سے
مجھے ہے خوں بہا لینا عبید اللہ ظالم سے

مگر اے سرفروشانِ وفا میں تم سے کہتا ہوں
اُٹھاؤ تم نہ اس غم کو جو غم میں دل پہ سہتا ہوں

تمہیں اب واپسی کی میری جانب سے اجازت ہے
چلا جائے خوشی سے جس کو جانیکی ضرورت ہے

مرے ہمراہ رہنے میں ہے خطرہ جان و عزت کا
یقیناً عزم کو درپیش خیمہ ہے ہلاکت کا

عزیزانِ گرامی جس کو ہیں کچھ جانتیں لاحق
وہ پابندِ بلا ہوں میرے وہ وابستہ کیوں ناحق

خوشی سے میں رضا دیتا ہوں ہر مخلص کو جانے کی
کسی کو کچھ ضرورت ہی نہیں حیلے بہانے کی

کہا ہر سرفروشِ عشق نے اے سرورِ والا
فنا ہونا راہِ الفت میں ہے اک منصبِ اعلیٰ

اکیلا چھوڑ کر آپ کو ہم لوٹ جائیں گے
خدا کو مصطفےٰ کو حشر میں کیا منہ دکھائیں گے

ہے دنیا چند روزہ چار دن کی زندگانی ہے
حیاتِ بے بقا کیا ہے حباب بحرِ فانی ہے

قدم سے آپ کے ہے زندگی کا لطف وابستہ
صراطِ مستقیم و راہِ حق ہے آپ کا رستہ

قدم راہِ خدا میں ڈال کر پیچھے کو ہٹنا کیا
حضور آگے کو چلئے آ گئی منزل پلٹنا کیا

شہادت فی الحقیقت معرکہ سر کر کے ملتی ہے
حیاتِ جاوداں راہِ خدا میں مر کے ملتی ہے

چھٹی منزل

غرض یہ کاروانِ اہلِ بیتِ رحمتِ عالم
یہاں سے جانبِ سرحد کو فوراً چل دیا یکدم

زبالہ میں سواری جب گئی سبطِ پیمبر کی
خبر پہونچی وفاتِ قیس و عبداللہ یقطر کی

کیا اظہارِ صبر و شکر شہ نے ان مصائب پر
بڑھے آگے شہیدانِ وفا کی فاتحہ پڑھ کر

ساتویں منزل

گذر کر بطنِ عقبہ سے سرِ راہِ شراف آئے
سکوں سے صبح کا کرتے ہوئے سب اعتراف آئے

یہاں سے جو نکلے قافلہ جب ایک پار آیا
مقابل سے نظر اٹھتا ہوا گرد و غبار آیا

ہوا معلوم جب یہ آرہا ہے شام کا لشکر
پریشاں ہو گئے ہمراہیانِ سبطِ پیغمبر

کہا رہبر نے چلئے جانبِ ذو چشم کترا کر
کہ جیسے لشکرِ دشمن نہ اس طرح پڑے ہم پر

اندھیرا چھا گیا ہوا جب راستے سے یہ قافلہ گذرا
سیاہِ شام کو چاروں طرف پھیلا ہوا دیکھا

ہوا جب ذو حسم پر قافلہ وہ لشکرِ شامی
ادھر تھی کامیابی کی خوشی اس سمت ملتی تھی

تلاشِ آلِ حیدرؑ میں ہر اک فوجی سپاہی تھا ۔ سپہ سالار اس لشکر کا حُر ابنِ ریاحی تھا
نواحِ نادی نہ چشم ہی میں رُک گئے ہمرہ ۔ یزیدی اک ہزار افراد کا تھا سلمنے لشکر
نمازِ باجماعت ظہر کی سب نے پڑھی مل کر ۔ بنے ابن رسول اللہ امامِ لشکر و عسکر
صفیں اغیار کی راہوں میں کانٹے بوتی جاتی ہیں
اندازہ قضا میں بھی نمازیں ہوتی جاتی ہیں

وعظِ امامؓ

امام دو سرا نے فوج میں تقریر فرمائی ۔ کہا اے فوجیو ہم آپ سب آپس میں بھائی
کتاب اللہ پر ہم آپ سب ایمان رکھتے ہیں ۔ ملائے مصطفیٰ دل میں نہاں ہر آن رکھتے ہیں
ہمارے واسطے یہ عام تعلیم شریعت ہے ۔ مساواتِ اخوت پر مدارِ دین و ملت ہے
رسولِ حق محمد مصطفیٰ اگر کو ہم نے مانا ہے ۔ ذریعے سے محمدؐ کے خدا کو ہم نے جانا ہے
محمد مصطفیٰ ہیں کون میرے ہے خبر تم کو ۔ میں ان کا کون ہوں معلوم ہے اہلِ نظر تم کو
مرے جد ہیں مرے آب ہیں محمد مصطفیٰ لوگو ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں خوفِ خدا لوگو
مجھے خط لکھے جب تم نے بلایا تو میں آیا ہوں ۔ مدینے سے پیامِ ہادی اسلام لایا ہوں
عبث آلِ رسولِ پاک پر بیداد کرتے ہو
ستم ایجاد کیوں ہو کیوں ستم ایجاد کرتے ہو

معروضاتِ حُرؒ

سُنی تقریر جب یہ فوجِ شام و اہلِ لشکر نے ۔ کھڑے ہو کر کہا تعظیم سے حُرؒ دلاور نے
نہ ہم نے خط لکھا اصلاً نہ ہم نے نامہ بر بھیجے ۔ دیا سرکار کو دھوکہ کسی نے خط اگر بھیجے
امامِ پاک نے وہ خط طلب فرمائے خادم سے ۔ جو اب تک مطلقاً محفوظ سب دو تھیلیوں میں تھے

کہا حر نے نمازی کوفیوں نے آپ کو بلا کر
مگر ہے حکم حاکم ہمکو یہ اے سبط پیغمبر
یہاں سے آپ کو ہم تا عبید اللہ لیجائیں
ہوئے مامور ہیں جس کام پر اس کو بجا لائیں
حصین ابن نمیر اک افسر اعلیٰ ہمارا ہے
اسی کے حکم سے لشکر یہاں ہم نے اتارا ہے
یزید شام کو بہتر تو یہ ہے آپ خط لکھیں
یہاں سے عامل کوفہ کو ہم عرضی بھی بھیجیں
اجازت ہو تو یوں ہو یا نہ ہو ممکن ہے کہ آجائے
ارادہ ہو نہ بصری جانب سفر کا پھر کیا جائے

جواب امامؓ

متانت سے امام نامور نے پھر یہ فرمایا
مری نظروں میں ہیں نوخیز نا اہل فرمایا
امیر شام وہ گرداں ہے خالق کی اطاعت سے
نہیں اسکو تعلق رشد کا بھی دین و ملت سے
نہیں اسکو ذرا بھی امتیاز حرمت و حلت
نہیں اس کی نظر میں مذہب اسلام کی عزت
اسے فرصت نہیں ہے نفس شیطاں کی اطاعت سے
اسے اصلا نہیں محبت شریعت کی عبادت سے
اندریں حالات اس کو میں تسلیم کر لوں غیر ممکن ہے
مرے نزدیک وہ غدار ہے غاصب ہے خائن ہے

معروضۂ حر

کہا حر نے ادب سے اے امام ملت برحق
یہ مانا ہے مبارک جذبۂ آزادیٔ مطلق
مگر جنگ آزمائی ہے غلط ایسی حکومت سے
جو ہو مائل بہ استبداد ظلم و جور و قوت سے
نہیں ہے آپ کے ہمراہ کوئی فوج یا لشکر
ہزاروں سے لڑیں گے چند ہم کو ہی بھلا کیونکر
مفر ممکن نہیں ہے آپکو جز طاعت دشمن
سکون و امن سے رہنا بس ہے اک فعل مستحسن

ارشاد امامؓ

امام نامور کو حر کی باتوں پر جلال آیا
غضب سے چتونوں پر بل پڑے دل میں ملال آیا

کیا ارشاد کیا تو موت سے مجھکو ڈرا تا ہے
قدم راہِ جہادِ حق سے میرا ڈگمگا تا ہے
نگاہِ قہر میں غم کی مصیبت پنہاں نظر آئی
کہ حُر کو سامنے تیغِ اجل عریاں نظر آئی
غم و غصہ کی حالت میں سفر کا عزم فرمایا
پئے فسخِ عزیمت لشکرِ حُر زیرِ میاں آیا

نہیں ہٹتے مجاہد جب قدم میداں میں رکھتے ہیں
دلاور ضعف شکن کب فوج سے لشکر سے ڈرتے ہیں

آٹھویں منزل

گئے چلکر وہاں سے آپ تا عذیب کے ہے
عذابِ جاں کی حسرت ساتھ شامی نصیب آئے
یہاں کوفہ کے چار افراد حضرت سے ملے آکر
کہی کوفہ کی حالت مجمع نے عرض ما آنجنے اکثر
بتایا اکثریت قبیلہ رئیس کی مخالف ہے
حبیب اللہ سے ہر آپ کا ہمدرد خائف ہے
عوام افراد کو دیں بظاہر آپ کے شیدا
مگر انکے ارادوں سے ہے رنگِ بزدلی پیدا
کہا طرماح نے اک شاہ بحسنِ عقیدت سے
خدا کا راہ سرخوشی میں اندازِ محبت سے
مرے ہمراہ چلئے لوہ آجا کی طرف حضرت
کمینگاہوں کی حاصل ہے وہاں کی شہرت حضرت
وہاں شاہانِ غسان و حمیر و ابن منذر بھی
نہیں اک نے بھی جرأت کر سکے اب تک تھی حملہ کی
بنی طے کے ہزاروں آدمی سلمیٰ و آجا میں
یقیناً ہوں گے شامل بیعتِ سرکارِ اعلیٰ میں
وہاں فوجِ یزیدِ فتنہ خو گر چڑھ کے جائیگی
مقابل میں رہیں کے یقیناً منہ کی کھائیگی
کہا سرکار نے طرماح کی یہ گفتگو سُن کر
خدا تم کو جزائے خیر دے اے مردِ خوش اختر
مگر میں کیا کہوں تنا دہ نہیں ہیں لوٹ چلنے پر
وہی ہوگا جو ہے روزِ ازل سے مرضیٔ داور
ملی طرماح پر ناکامیوں سے چھا گئی حسرت
ہوا یا زیدہ تر با دلِ ناخواستہ رخصت
تمنائے شہادت سب کو یا جاہ عدم لائی
قضا دامن گرفتہ تا حدِ راہِ عدم لائی

آخری منزل

یہاں سے چل کے حضرت رک گئے قصرِ مقاتل میں
رہی فوجِ عدو بھی خیمہ زن اُس شب مقابل میں
سحر ہوتے ہی نکلے تھے سے تا نینوا پہنچے
یہاں سے جب قدم آگے بڑھایا کربلا پہنچے

منجانب حکومت حُر کی نگرانی

ملا ابنِ زیادِ نابکارا کا حُر کو اک فرماں
رقم تھا جس میں یہ مضمون بہ تاکیدِ علی الاعلان
حسینؓ ابنِ علیؓ نہ پیش ہونے پائیں میداں سے
انھیں محروم رکھنا لطف کے سائق و احساں سے
جہاں تک ہو نہ ٹھہریں وہ کسی سرسبز وادی میں
نہ آنا تم فریبِ گفتگوئے اتحادی میں
اُنھیں محصور کر دینا کسی بے آب صحرا میں
نہ ہو نا ان کی زبوں حالی کا پرساں کوئی دنیا میں
کسی صورت نہ ان کے حال پر تم مہرباں ہونا
ہمیں منظور ہے اُن کا جہاں سے بے نشاں ہونا
بطورِ نامہ بر جس معتمد کو ہم نے بھیجا ہے
کمالِ مخبری میں حقِ جاسوسی میں یکتا ہے
ہمیں معلوم ہے کہ یہ شخص روزانہ خبر دیگا
تمہیں بھی تا حدِ امکاں صلاحِ خیر شر دیگا
ہوئی پروانۂ عامل سے حُر کو سخت حیرانی
کہا آ کر امامِ پاک سے با صد پریشانی
سلوک اے شاہِ دیں آپ سے میں کر نہیں سکتا
خلافِ حکمِ عامل اک قدم بھی دھر نہیں سکتا
یہ بے آب و گیاہ بے حسن تماشاک جنگل ہے
جہاں ہر کارگر کا ڈیرہ جہاں خونی کا دنگل ہے

اقامت بس یہیں پر آپ فرمائیں تو بہتر ہے
کہ یہ دشتِ بلا ہم صورتِ میدانِ محشر ہے

کربلا میں داخلۂ امام رضؓ

تھی عنوانِ قیامت ابتدائے ششت یکمی
ہوئی بنیاد قائم انقلابِ بزمِ عالم کی

تھا روز پنجشنبہ دوسری ماہ محرم تھی — سواری کربلا میں سید کونین کی پہونچی
امام پاک نے اس سرزمیں کا جب پتہ پوچھا — کہا اک شخص نے ہے نام دشت کربلا اس کا
کہا شہ نے یہی ہے منزل کرب و بلا شاید — یہیں پر آل زہرا کا لٹے گا قافلہ شاید
یہیں پر حشر سے پہلے نمونہ محشر بپا ہوگا — یہیں پر قتل جیش اہل بیت مصطفے ہوگا
رضینا بالقضا اللہ کہہ کر سید والا — اسی صحرا میں خیمہ زن ہوئے ڈیرا یہیں ڈالا
یہ صحرا بے گیاہ و ناآب ہیبت ناک صحرا تھا — مکمل محشرستان خس و خاشاک صحرا تھا
بجز ریتی کے ٹیلوں کے کہیں سایہ نہ تھا جس میں — قدم یمن و سعادت کا کبھی آیا نہ تھا جس میں
ازل کے روز سے آثار محشر اس میں پنہاں تھے — بجائے خار صحرا تیر و نشتر اس میں پنہاں تھے
ہر اک ذرے سے اس کے تھی عیاں خشکی و بے آبی — لکھی تھی اس کی قسمت میں نہ سرسبزی نہ شادابی
یہاں ذرے بھی آب چشمہ خورشید کو ترستے تھے — سحاب خشک سے ہر دم انگارے برستے تھے
یہاں آتے ہوئے پر طائر سدرہ کے جلتے تھے — بجا کہنا ہے اِن دشت کبھی دامن نکلتے تھے
تھی گو نہر فرات اس وادی بے آب میں جاری — مگر تھی سرزمیں اس دشت کی اک کرۂ ناری
ازل سے آج تک یہ دشت رسوائے زمانہ تھا — یہاں مثل عدم ناپید ذکر آب و دانہ تھا
خدا کی شان اس صحرا میں جنت کے مکیں پہنچے — کہ جن کے جد امجد تا سر عرش بریں پہنچے
ہوئے اس خشک ریگستان میں خیمہ زن آکر — فدا جن پر ازل سے تھی بہار جنت کوثر
انہیں تمہید دی ریتی پہ ٹھہرایا گیا لاکر — سمجھتے تھے جنہیں آنکھوں کی ٹھنڈک ساقی کوثر
بظاہر کربلا کا دشت جنگل تھا بیاباں تھا — بباطن صبر و تسلیم و رضا کا مخزن اہل تھا
یہاں از خود ہوئے تھے کب شہ والا قیام افگن — برائے امتحاں لائی تھی قدرت کھینچ کر دامن
غرض کل خاندان اہل بیت سبط پیغمبر — زمین کربلا ہی میں تو خیمہ کش ہو گیا آکر

یہاں اس کارواں کو سعی اہل کیں نہیں لائی
مقدر ہو چکی مٹی جہاں کی تھی وہیں لائی

دعائے کربلا

زمینِ کربلا نے ذاتِ باری سے دعا مانگی — برائے خونِ ناحق آشنا بارِ عزت برملا مانگی

بصد آہ و فغاں کی التجا اے حضرتِ باری — جہاں میں ہو چکی میری بہت کچھ ذلت و خواری

یہ مانا ہے جہنم کو بھی نفرت نام سے میرے — ٹپکتا ہے لہو ذراتِ خوں آشام سے میرے

یہ مانا ہے جہنم ذرہ ذرہ میری بربادی کا — یہ مانا میں ہوں مرکز دو جہاں کی نامرادی کا

یہ مانا آتشِ نمرود مجھ میں شعلہ افشاں ہے — یہ مانا گوشۂ دامن مرا دوزخ بداماں ہے

نوشتہ میری قسمت کی ہیں گو ابتلائیں میری — عذابِ حشر کی تصویر ہیں پرچھائیاں میری

سقر بر کف ہے ریگستاں یہ مانا میرے دامن میں — یہ مانا آگ ہے میری نگاہِ شعلہ افگن میں

ہلاکت آفریں عشرت یہ مانا خاک ہے میری — قبائے زیست مانا تا بدامن چاک ہے میری

یہ مانا باعثِ ننگِ زمانہ میری ہستی ہے — یہ مانا مجھ پہ ذلت آج گردوں سے برستی ہے

یہ مانا میں ہوں مجموعہ جہاں بھر کی برائی کا — بجا ہے مجھ پہ طعنہ اک جہاں تیری خدائی کا

مگر یہ ذلتیں آخر الٰہ العالمیں کب تک — رہے گی خوار و رسوا کربلا کی سرزمیں کب تک؟

ازل سے آج تک ساری خطاؤں کی سزا دے دے — مجھے تعزیر جو مرضی ہو تیری اے خدا دے دے

مجھے منظور ہر پاداش ہے اے خالقِ اکبر — مگر رحمت سے اپنی میرے مستقبل کو روشن کر

مرے تاریک ماضی کا مجھے نعم البدل دے دے — مجھے عشقِ نبی اے خالقِ عز و جل دے دے

نبی کا عشق اہلبیت کی سچی محبت دے — الٰہی خامسِ آلِ عبا کی مجھ کو الفت دے

زیارت گر نہیں ہے رحمتِ عالم کی قسمت میں — مجھے رکھ آلِ پیغمبر کے ارمانِ زیارت میں

نثارِ آلِ اطہر کربلا کا ذرہ ذرہ ہو — قدم بوسی حسین ابنِ علی کی روز مرہ ہو

بنے ہر ذرہ میری خاک کا زرّیں تری رہ — شہیدانِ محبت کا بنا دے مجھ کو گہوارہ

ترے محبوب کے محبوب کی اولاد کے دشمن — عدوئے دین و ملت سید الافراد کے دشمن

یزید شام کے کوفی و شامی سنگدل فوجی — جفا پیشہ قضا صورت بلائے مستقل فوجی
عبید اللہ عمر سعد کا جنگ آزما لشکر — ہلاکت آشنا لشکر خدا نا آشنا لشکر
حسینؑ پاک سے جب یہ برسرِ پیکار ہو یا رب — پریشاں جب سپاہِ عترتِ اطہار ہو یا رب
مجھے ہو مرحمت اس وقت وہ جوشِ قہاری — مری شعلہ فشانی سے ہو جل کر خاک ہر ناری
اماں دے میرا ہر ذرہ فدا کارانِ حیدر کو — غبار اُٹھ کر چھپا لے خیمہ ہائے آلِ اطہر کو
جگر پارے رسول اللہ کے جب تک ہوں اماں میں — مرے آغوش کی زینت رہیں دامن میں پنہاں ہوں
رہے ہر لال زہراؑ کا ابد تک میرے داماں میں — مرا چہرہ ہو رنگیں سرخیٔ خونِ شہیداں میں
مجھے دیدے خداوندا شہیدانِ رسالت کو — سمٹ کر آئے دنیا تا ابد میری زیارت کو
الٰہی اب یہ میری التجا مقبول فرما لے — دعائے کربلا کو اے خدا مقبول فرما لے

حکومت رے

عبید اللہ نے دربار میں پہلی محرم کو — دیا حکم خصوصی اپنے اعوانِ معظم کو
مہم دیلم کی اُسکو جلد سے جلد سر کرنا — بہر صورت نظامِ جنگ کو تھا مختصر کرنا
بنایا عمر ابن سعد کو افواج کا قائد — بڑھایا پیشتر سے رتبہ و منصب بہت زائد
سیادت پانچ ہزار افراد پر تسلیم کی اسکی — بنایا والیٔ رے اسکو یہ تکریم کی اسکی
حکومت مرحمت کی ابن سعد کو رے کی — سند دینا بڑھانا منزلت دربار میں طے کی
ابھی دیلم کو ابن سعد جانے بھی نہ پایا تھا — ابھی لشکر سفر ہی میں ہر اک اپنا پرایا تھا
کہ دربارِ عبید اللہ میں قاصد خبر لایا — گروہِ اہلِ بیتِ مصطفےٰ تا کربلا آیا
نواحِ کربلا میں آ گئے فرزند حیدرؑ کے — وہیں ڈیرے لگے ہیں شام اور کوفے کے لشکر کے
بلایا ابن مرجانہ نے ابن سعد کو فوراً — کہا اے مونس من مخلص من یار غار من
نہیں ہے حاجتِ لشکر کشی اب جانبِ دیلم — حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ کا ہے عزم مستحکم

کرو تنظیم لشکر جلد تر اب تم نے سنا ہے
تمہیں آنا پڑے گا کربلا میں آل حیدرؑ سے

سنی تقریر ابن سعد نے عامل کی حیرت سے
مآل جنگ پر تھا سر بزانو فرط غیرت سے

کہا یہ عمر ابن سعد نے اے نعمتو عامل
حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ ہے بیجا و لاحاصل

حسینؑ ابن علیؑ فرزند سلطان رسالت ہیں
مسلمانوں کے دینی رہنما سردار ملت ہیں

ہے ان سے جنگ کرنا کب روا اے دشمن ملت
کہ ہو جائے گا از خود منتشر شیرازۂ امت

لڑے ابن علیؑ سے سعد ذوالاجاہ کا بیٹا
نہ ہوگا ایسا کوئی ناخلف کوئی بدتر بیٹا

میں ہوں اس سعدؓ[1] کا فرزند جو تھا فاتح ایران
میں ہوں اس کا پسر اصحاب عشرہ جس پہ تھے نازاں

مرے والد نے فتح و کامرانی کی بنا ڈالی
مرے والد کا دنیا جانتی ہے رتبہ عالی

عبیداللہ بولا اے عمر یہ باتیں پرانی ہیں
جو باتیں ہو چکیں کیا ذکر ان کا وہ کہانی ہیں

امیر شام اب امت کا سردار مسلم ہے
اطاعت سب پہ فرض اسکی باقرار مسلم ہے

ہے یہ فرزند حیدرؑ کا امیر شام کا باغی
حسینؑ ابن علیؑ لاریب ہے اسلام کا باغی

اگر فرماں نہیں منظور تجھکو ابن حیدرؑ سے
اگر مرعوب ہے تو اقتدار آل اطہر سے

تو اعزاز و شرف جاہ و مناصب مسترد کر دے
ہمیں غم ایسی ابھی رے کی حکومت کی سند کر دے

جو دیکھا منصب اقلیم رے پر حرف آتا ہے
ملا تھا بے طلب جو ملک ایسے نکلا جاتا ہے

کہا عامل سے ابن سعد نے اے عامل نخوت
مجھے غور و تدبر کے لئے شب بھر کی دے مہلت

پلٹ کر عمر ابن سعد جب دربار سے آیا
دل دنیا طلب کو حد سے زائد مضطرب پایا

بلایا گھر پہ اہل الرائے اصحاب سیاست کو
کہا ہر ذی اثر نے چھوڑ دے رے کی حکومت کو

---

[1] حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی آپ سے پہلے صرف چھ صحابی مسلمان ہوئے۔ فاتح ایران اور بانی کوفہ ہیں۔ عہد فاروقی میں دو بار اور عہد عثمانی میں ایک بار عامل کوفہ مقرر ہوئے۔ تیر افگن اور مستجاب الدعوات تھے۔ بعمر ۸۵ سال ۵۵ھ میں وفات پائی۔

ہے دنیا چند روزہ چند دن کی یہ حکومت ہے
ابد آثار لیکن اقتدار دین و ملت ہے

ہوئی تسکین نہ ابن سعد کو ارباب شوریٰ سے
نہ پایا دل کو خالی حُبِّ جاہ و حُبِّ دنیا سے

مشیروں نے نہ لایا خوفِ حق یاروں نے سمجھایا
مگر زنگِ سیہ کاری دل آئینے سے ابھر آیا

عجب تھا نحس اکبر ناخلف یہ سعد اعظم کا
چمکتا تھا نہ اس کا طالع قسمت ذرا چمکا

نہ آئی نیند جاگا جنگ کی شب بھر تفکر سے
اٹھا وقتِ سحر گاتا ہوا یہ شعر بستر سے

سزا قتلِ حسینؑ پاک کی دوزخ بلا شک ہے
نہ چھوڑوں گا میں رے کو رے مری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

امید اللہ سے قائم ہو جو توڑی نہیں جاتی
حکومت رے کی ملجائے تو پھر چھوڑی نہیں جاتی

دوسرا دن

ہوا دربار میں عامل کے حاضر معتمد لشکر کی
حسینؑ ابن علیؑ سے جنگ ہے فی الجملہ نامرضی

ہیں وہ مہمان بھی مظلوم بھی تنہا بھی آئے ہیں
عقیدتمند ہم ان ہی میں چند اپنے پرائے ہیں

اگر ان سے لڑائی ہر طرح منظور ہے تجھ کو
نفعائے ابن سے نفرت ہی اگر منظور ہے تجھ کو

معافی دے مجھے مامور کر اصحابِ دیگر کو
کہ شوقِ جنگ ہے اکثر شہنشاہانِ لشکر کو

سنی جب معتمد کی بات جھلا کے بولا ابن مرجانہ
ابھی لا پھیر دے رے کی جہانبانی کا پروانہ

حکومت مل ہی ہے ادنیٰ تو حاکم سے جو برتر ہے
عجب نا عاقبت اندیش اے مرد دلاور ہے

نہاں تھی ملک رے کی سلطنت کی آرزو جس میں
کیا یہ عہد ابن سعد نے دربار عامل میں

لئے رے کیلئے ابن زیاد مانا نہ رسوا کر
لڑونگا میں حسینؑ ابن علیؑ سے کربلا جا کر

عمر نے ساتھ لیکر چار ہزار افواج کا دستہ
لیا کوفہ سے دشت کربلا کا ناگفتہ رستہ

ڈبویا نام لالچ کی بدولت دین و ملت کا
برا ہو کیا برا انجام تھا رے کی حکومت کا

نام و پیام

بروزِ جمعہ یعنی تیسری ماہِ محرم کو
کیا مامور ابنِ سعد نے اک شخصِ محرم کو

کہ شاہِ دیں کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو
کہے حضرت بیاں فرمائیں جو رجحانِ خاطر ہو

عمر کا ایلچی جب خدمتِ سرکار میں آیا
مراتب عزت و تعظیم کے سارے بجا لایا

گزارش کی کہ ابن سعد دیرینہ فدائی ہے
مگر مجبور ہے آمادۂ جنگ آزمائی ہے

ابھی موقع ہے جو ارشاد ہو لا ہو بجا لائے
کرے حتی الوسع تعمیل اسکی حکم جو پائے

کہا تھا عمر سے ابن سعد سے کہنا کہ اے بھائی
جماعت میری کب ہے عزم سے اپنے یہاں آئی

بلایا جب مجھے اشراف کوفہ نے تو آیا ہوں
اجازت ہو اگر تو آج ہی واپس چلا جاؤں

سفیر معتمد لوٹا خیامِ اہلِ حیدرؑ سے
کہے برجستہ سب نقشے سپہ سالار لشکر سے

عبیداللہ کو درخواست ابن سعد نے لکھی
بطورِ خود بھی کی تائید عزمِ ابن حیدرؑ کی

مگر ابن زیاد کینہ پرور فتنہ ساماں تھا
خیالِ لطف و بخشش اسکو اک خوابِ پریشاں تھا

عریضہ جس کے ابن سعد کا یہ حکم لکھوایا
حسینؑ پاک کو ہے مصلحت بیں تم نے گرمایا

کہو ان سے ذرا سی بات ہے یہ کام کی کرلیں
حسینؑ ابن علیؑ بیعت یزیدِ شام کی کرلیں

اگر راضی ہوں بیعت پر تو پھر لیکر حراست میں
انہیں حاضر کریں فی الفور اور اہلِ امت کے

مگر یہ بات ناممکن ہے ایسا ہو نہیں سکتا
مطیعِ مردِ فاسق ابنِ زہراؑ ہو نہیں سکتا

برِ میدان صفِ آلِ عبا پر تیغ رانی ہو
رفیقانِ حسینؑ ابن علیؑ پر بند پانی ہو

انہیں بھوکا پیاسا دشتِ غربت میں کھلائے
کوئی موقع نہ اطمینان کا ان کو دیا جائے

کٹے دو چار دن اس غدر و حجت خط کتابت میں
رہے مصروف خدامِ رسالت سب عبادت میں

بندشِ آب

بحکمِ میرِ لشکر عمر بن حجاج کا لشکر
صف آرا ہو گیا خنجر بکف سوئے فرات آکر

یہ دستہ پانچ سو افراد کا تھا سخت غارتگر
کیا ان ظالموں نے بند پانی آلِ اطہرؑ پر

ہوا جب ختم پانی خیمہ ہائے آلِ اطہرؑ کا
گھٹا دم تشنگی سے نونہالانِ پیمبرؐ کا

علمبردارِ امت حضرت عباسؑ بن حیدرؑ
بڑھے چالیس کس کا ساتھ لے کر تشنہ لشکر

تھے بیس افراد مشکیزے لیے خنجر بکف ہو کے
حفاظت کے لیے تھے باب شرف آگئے

یکدم شہسوارانِ عرب سوئے فرات آئے
لبِ دریا ایسے آئے جیسے لب پہ بات آئے

جوانانِ عرب بھی ید اللّٰہی کے بیک تھے
پئے اعدا پیامِ مرگ یہ غازی دلاور تھے

کہا جب نعرۂ تکبیر کل نے سب نے میدان میں
ہزیمت چھا گئی اعدا کی افواج پریشاں میں

ہوا صف ہزیمت عمر بن حجاج کا دستہ
ہر اک غازی نے بھر کر مشک کو گھر کا لیا رستہ

مبارکباد دی سرکار نے فوجِ حجازی کو
کہا اہلِ فلک نے مرحبا عباسؑ غازی کو

حجازی ہاشمی جب ہاتھ میں خنجر اٹھاتے ہیں
ترانے فتح و نصرت کے فرشتے مل کے گاتے ہیں

ملاقات ابن سعد

اثر قلبِ مبارک پر کیا اس خیالِ پُر کیں نے
بلایا عمر بن قرضہ کو قاصد شہِ دیں نے

پیامِ خاص بھیجا ابن سعد کو اک بار ملا بھیجا
قریبِ سرحدِ جنگ آ کے وقتِ شب بلا بھیجا

ادھر سے شہِ دیں اس طرف سے ابن سعد آیا
ملے باہم مگر نوبت تکلم اس کے بعد آیا

اصولِ جنگ پر ہوتی رہیں کچھ دیر تک باتیں
رہیں رازِ نہاں کی شکل یہ شب کی ملاقاتیں

نہ تھا دونوں طرف کوئی مخل اس رازداری میں
کمی کوئی نہ ابن سعد نے کی جاں نثاری میں

عبیداللہ کی حالت جو دیکھی تھی بیاں کر دی
خود اپنی غدر خواہی اپنی مجبوری عیاں کر دی

طلوع صبح سے پہلے ہوئے دونوں جدا آخر
نتیجہ گفتگو کا دوسرے دن یہ کھلا آخر

عریضہ عامل کوفہ کو ابن سعد نے لکھا
خلاصہ گفتگوئے باہمی کا لکھ دیا سارا

لکھا حمد و ثنا کے بعد مضمون یہ سرنامہ
نہیں شکر خدا اب کوئی خوف شور ہنگامہ

نہیں اب اختلاف رائے ہم میں اے امیر ذی
ہوئی جاتی ہے ساری کشمکش یعنی ختم دم بھر میں

حسین ابن علی اس بات پر ہیں صاف آمادہ
اُنہیں دار الخلافت بھیجنے کا ہم کریں وعدہ

جہاں سے یاں وہ آئے ہیں وہاں واپس کئے جائیں
اُنہیں طعنے نہ اُنکے جوش ملت کے دیے جائیں

انہیں یا ہم جہاں چاہیں وہاں پر بھیج جائیگا
نہیں اس صلح میں موقع کوئی حیلے بہانے کا

وہ ہیں تیار جانے کیلئے قصر خلافت میں
یہاں وہ پیش فرمائینگے جو عذر بیعت میں

شرائط صلح کی معقول سب معلوم ہوتی ہیں
بقائے امن امت کا سبب معلوم ہوتی ہیں

قبول اس صلحنامہ کو اگر سرکار فرمائیں
بیک دم جھگڑے فتنے سب یہ سارے مٹ جائیں

تاثرات ابن زیاد

عبیداللہ کو قاصد نے جبکہ خط دیا لا کر
ہوا مسرور شاداں صلحنامہ کی خبر پا کر

کہا عامل نے ابن سعد کو ہے اک مرد فرزانہ
اسے شاہ عرب سے ہے الفت خیر خواہانہ

مجھے یہ صلح ہے منظور میں اس صلح سے خوش ہوں
بلاشک عمر ابن سعد کی یہ رائے ہے موزوں

مگر تھا حاضر دربار عامل شمر ذی الجوشن
ازل سے تھا یہ ظالم اہل بیت پاک کا دشمن

کہا اس نے عبیداللہ سے اے بے خبر عامل
حسین ابن علی رض کی شان ارفع ہے تو غافل

ہمارے ہاتھ سے گر بچ گئے اس وقت زندہ
امیر شام سے ہونا پڑیگا ہم کو شرمندہ

یہاں سے جاتے ہی ہو جائیگی تو انہیں حاصل
قلوب امت اسلام ہیں ان کی طرف مائل

خدائی ان کے اخلاق و شمائل کی ہے گرویدہ
ہے دنیا انکی شکل پاک کی مشتاق دیدہ

غضب ہو جائیگا گر صلح پر یزید کی ضامن ہو
یہ بہتر ہے کہ فوراً بھیجئے احکام پابندی

تجھے معلوم ابن سعد کے حالات ہیں سارے
حسینؑ ابن علیؑ اس کیلئے ہیں عرش تک سارے

وہ لشکر کے کنارے شب کو جا کر ان سے ملتا ہے
تو آئی ہے انکا چھپ چھپا کر انسے ملتا ہے

عبیداللہ پر شمرِ لعیں کا چل گیا جادو
کئے احکام جاری ہو گیا غصہ سے بے قابو

ستمگر جنگجو دشمن سے غداری نہیں جاتی
لہو آشام ہیں جو ان سے خونخواری نہیں جاتی

ابن زیاد کا جوش استبداد

ہے یہ قدرت خدا کی بات یوں ہی کر بگڑتی ہے
مصیبت کچھ نہیں ٹلتی کسی کے سر جو پڑتی ہے

غضب بھڑکا غضب ابن زیادِ خبث باطن کا
کیا مسعود نا مغرور نے ہر سعی ممکن کا

لکھا فرمان جنگِ سخت کا بے رحم قاتل نے
دکھایا قلب ابن سعد کو سفاک عامل نے

لکھا اے عمر ابن سعد یہ معلوم ہے تجھ کو
امیر شام کا حق نے کیا محکوم ہے تجھ کو

میں حاکم ہوں امیر شام کی جانب سے کوفہ کا
ہے میرے حکم میں سب نظم عزل و نصب عمل کا

تعیناتی ہے دشتِ کربلا میں اس لئے تیری
کہ ہو ابن علیؑ کو زندگی میں نیست سے سیری

جو ہوں ممکن مظالم انکے لشکر پہ کئے جائیں
مصائب پر مصائب بے بہے انکو دیئے جائیں

یہاں تک سختیاں جھیلیں کہ تنگ آ جائیں جینے سے
نکل جائے امامت کا تخیل انکے سینے سے

کریں مجبور ہو کر وہ ہمارے ہاتھ پر بیعت
یزید شام کے آگے جھکا دیں گردنِ طاعت

تعجب ہے خلافِ مرضی احکام اینجانب
ابھی تک ابن حیدرؑ سے رہے تم صلح کے طالب

خلاف مصلحت دربار سے رسم نگارش ہے
ہمارے سامنے ابن علیؑ کی کیوں سفارش ہے

اماں ہرگز سر میدان نہیں تم دے نہیں سکتے
بطورِ خود اماں دیکر اماں میں لے نہیں سکتے

اگر اقرار بیعت وہ یزید شام سے کر لیں
با الفاظ دگر تو بہ نمونہ نام سے کر لیں

توان کو پابجولاں کرکے کوفہ کی طرف بھیجو
نہ مانیں اس ہمارے حکم کو گروہ کسی صورت
سر انکے کاٹ کر دربار عالی میں رواں کردو
ہے اس حکم کی تعمیل فوراً تم پہ گر کرنی
نہیں منظور گر کرنا تمہیں ایسا تو ہے بہتر
کرو تعمیل فرماں آپ کو معزول تم سمجھو
رواں ہم کر رہے ہیں شمر ذی الجوشن کو بہر انکے
اگر تم جنگ سے اعراض پر ہو اب بھی آمادہ
سپہ سالار لشکر شمر ذی الجوشن اگر ہوگا
رقم جب ہو چکا فرمانِ خون آشام یہ سارا
اسے یہ بھی ہدایت کی کہ جاسوسی کی خدمت
دیا جب شمر نے لاکر ابن سعد کو نامہ
کہا افسوس ظالم فتنہ پرور ابن مرجانہ
کہا اے شمر یہ سب آگ تیری ہی لگائی ہے
گذارش شمر نے کی مصلحت سے بے خبر ہو تم
بتاؤ یہ برائے جنگ اب کرنا تمہیں کیا ہے
فرو ہوتے نہیں فتنے زبانِ تیغ و خنجر سے

سنو انکی نہ بات اصلاً نہ انکو کوئی مہلت دو
کرو فی الفور ان کو بے تکلف قتل و غارت
کچل دو انکی لاشیں ان کو بے نام و نشاں کردو
عطا ہونگے تمہیں بیشک خطاباتِ جوانمردی
رہو ہرگز نہ تم اب تعینات کی فوج کے افسر
ہے تم پر لطف نہ اب بھی ہر نامعقول تم سمجھو
تمہیں امداد دیگا وہ ہر اک کارِ نمایاں میں
تو رکھو سامنے تم شمر کے تسبیح و سجادہ
مخالف پیر نہ اصلاً مہرباں وہ عمر بھر ہوگا
کہا شمرِ لعیں سے اس کو لے جا پیچ کر مکارا
بطورِ راز دے انجام لشکر میں بہر صورت
ہوا غصہ سے لرزاں بے تحاشا صورتِ خامہ
نہ سمجھا صلح کے انجام کو آخر نہیں دانا
تری فطرت میں پنہاں جذبۂ جنگ آزمائی ہے
ہے دشمن سامنے دشمن سے ناواقف مگر ہو تم
کہا فوراً ہی ابن سعد نے دشمن سے لڑنا ہے
بلا آئی ہوئی ٹلتی نہیں ہرگز کبھی سستے

اشتباہِ جنگ

نماز عصر کا تھا وقت تو ماہِ محرم تھی — زمینِ دشت پامال خرام اہل ماتم تھی
تھے مصروفِ مناجاتِ علمدارانِ غازی سب — صفیں باندھے ہوئے تھے روبقبلہ سب نمازی

امام دوسرا خیمہ سے باہر آکے بیٹھے تھے
لگائے تھے کمر میں تیغ راحت پاکے بیٹھے تھے

گذارش کی یکایک حضرت عباسؓ نے آکر
شہا آتا ہے ابن سعد کچھ بگڑے ہوئے تیور

امام پاکؑ نے خنجر پہ رکھ کے ہاتھ فرمایا
بڑھو عباسؓ آگے تم عقب سے میں ابھی آیا

کہا عباسؓ نے سرکار ٹھیریں میں ہی جاتا ہوں
ابھی یا میں نہیں یا قتل کر کے اسکو آتا ہوں

یہ کہکر چلدیئے عباسؓ گھوڑا دابے سرکر گئے
بڑھے سایہ کی صورت بیس ہمراہی نفر آگے

ابھی کچھ دور چل کر عمر ابن سعد تھا آیا
کہ روکا راستہ عباسؓ نے اور بڑھ کے فرمایا

یہ کیوں ناوقت تم خیموں کی جانب آگئے
یہ کیوں ہے مضمحل چہرہ یہ کیوں بیحد ہو گھبرائے

کہا عباسؓ اترو آپ ہیں میرے قریب آکر
پڑھو اس خط کا مضمون [illegible]

امام دوسرا سے خط کا مضموں سب بیاں کر دو
جو فرمائیں شہ والا مجھے آکر عیاں کر دو

عبید اللہ کا خط جنگ کا اعلان مطلق تھا
پڑھا عباسؓ نے پڑھ کر لیکن تلخ رخ تھا

سنایا خط کا مضموں خدمت سرکار والا میں
اٹھائے ہاتھ شہ نے بارگاہ حق تعالیٰ میں

دعا مانگی سکون سے صبر سے ارشاد فرمایا
کہا عباسؓ سے کہنا عمر سے اے [illegible]

ہمیں شب بھر کی مہلت گر عطا کر دو تو اچھا ہے
کہ ہم کو اپنے رب سے توبہ استغفار کرنا ہے

پیام شاہ دیں عباسؓ نے جس دم یہ پہنچایا
تو یہ شمر و ابن سعد و عمر بن حجاج تھے یکجا

سنا اس شمر نے کیا رائے ابن سعد سے پوچھا
کہا اس نے کہ ہے سرکار ہی پر فیصلہ اسکا

برابر سے کہا یہ ابن حجاج زبیدی نے
اثر کس درجہ تم پر کر لیا ہے نا امیدی نے

حسینؑ ابن علیؑ مہلت طلب کرتے ہیں شب بھر کی
عبث ہے مشورت اس میں سپہ سالار لشکر کی

اگر اغیار و دیلم بھی ہے مہلت مانگتا کوئی
نہ کہتا ایسی مہلت کو یقیناً نا روا کوئی

پکارا قیس بن اشعث کہ مہلت اک بہانہ ہے
سحر ہوتے ہی طبل جنگ میداں میں بجانا ہے

یہ کہکر میر لشکر ہو گیا میدان سے رخصت
ہوئے عباسؓ واپس سوئے خیمہ گاہ آنحضرت

فضا میں خون ناحق کی جھلک معلوم ہوتی تھی
زمیں سے نا امیدی کی جھلک معلوم ہوتی تھی

خطبۂ امام عالی مقام

فضائے کربلا میں دوسرا یہ پنجشنبہ تھا ہر اک غازی تھا حیران مجاہد کو تعجب تھا
منادی نے ندا دی خیمہ ہائے پاک کے باہر چلو سنئے سرفروشانِ وفا خطبہ سنو چل کر
ابھی مغرب سے پہلے حکم ہے سرکار والا کا سنایا جائیگا پیغام تم کو حق تعالیٰ کا
مجاہد اقربا، غازی حجازی کوفی و شامی قریشی ہاشمی ذی حوصلہ باعزم و نامی
بیک آواز گرد خیمۂ اطہر ہوئے حاضر ادب سے ساکت و صامت جھکائے سر ہوئے حاضر
وہ ناز آفرینش کملی پوش فرزندِ رسول اللہ برآمد صورت صد جلوہ خیمہ سے ہوا ناگاہ
ادب سے جھک گئے سر سرفروشانِ محبت کے چلے جھونکے فضاؤں میں نسیمِ شامِ جنت کے
بیاں حمد و ثنا کی پہلے فرزند پیمبرؐ نے کیا ارشاد اس کے بعد یہ محبوبِ داور نے
ہے یارب یہ ترا بندہ ترے اوصاف کا قائل تری رحمت کا شیدائی ترے انعام کا سائل
عطا کیں اپنے بندے کو جہاں کی نعمتیں تو نے ترے قرباں مجھے غربت میں بخشیں راحتیں تو نے
نبوت میرے نانا کو عطا تو نے ہی فرمائی اُنھیں پر ختم کی تو نے جہاں کی رہنمائی
مجھے چشمِ خدا بیں قلبِ حق آگیں دیا تو نے کلام اللہ کا عرفان و علمِ دیں دیا تو نے
مجھے خادم بنایا تو نے یارب دین و ملت کا دکھایا راستہ صدق و صفا و رشد و ہدایت کا
مرے ہمراہیوں کو جوشِ جانبازی دیا تو نے مجھے بخشے مرے مخلص عزیز و اقربا تو نے
شرف حسنِ عمل کا میرے اہل بیت کو بخشا نمایاں کر دیا مجھ پر مرے انجام کا نقشا
رفیقانِ سفر کو میرے یارب اجرِ کامل دے رہے معمور تیرے نور سے جو ان کو دل دے
خدا کی تم پہ رحمت اے مرے احباب دیرینہ تمہارے لطف و احساں کا ہے گنجینہ مرا سینہ
تمہیں معلوم ہے کل صبح جیسے روزِ محشر ہے تمہارا دشمنِ جاں شام کا یہ سارا لشکر ہے
یزیدی فوج کل ہم سب کو بیشک ذبح کر دیگی ہماری بے کفن لاشوں سے اس میداں کو بھر دیگی

یزید شام میرے خون کا تنہا پیاسا ہے
حسینؑ اسکو یہ غم ہے مصطفٰے کا کیوں لٹواتا ہے

مری اک جان اُس راہِ حق میں گر تن سے نکل جائے
بلا آئی ہوئی سر سے تمہارے آج ٹل جائے

تمنا اے مرے ہمراہیوں ہے یہ مرے دل کی
مری خاطر نہ تم پر ٹوٹ پڑے فوج مقابل کی

کرو تم عیش مستقبل پہ اپنے غور اے لوگوں
رفاقت ترک کر دو یہاں مری فی الفور اے لوگوں

خوشی سے میں اجازت دے رہا ہوں تمکو جانیکی
تمہیں دیگا ابھی تک اس کے بدلہ میں خدا نیکی

جہاں جسکی خوشی ہو دو ہمسر سے وہاں جائے
اعزا کو مرے ہمراہ لے لے جو جہاں جائے

ابھی موقع ہے شب بھر کی ہے مہلت تمکو جانیکی
ہوا کچھ دیر میں کیا جانئے کیا ہو زمانے کی

خدا حافظ رفیقانِ سفر یاں جلد تر جاؤ
بلا اندیشہ جاتا ہے جدھر یاں جلد تر جاؤ

معروضات رفقائے امام

ادھر سرکار والا جاہ کی تھی گفتگو جاری
اُدھر تھا دیدۂ اہل محبت سے لہو جاری

بھتیجے بھائی لڑکے اقربا احباب بیگانے
ہوئے جلتے تھے روتے روتے فرطِ غم سے دیوانے

کہا اولاد مسلم نے ادب سے اے شہِ والا
ہوئی دنیا ہماری بعد مسلم کے تہ و بالا

دکھائے دن نہ دو ہمکو خدا ہم بعد حضرت کے
رہیں زندہ جہاں میں دو دن دیکھیں مسرت کے

کہے گی کیا ہم ابنائے عقیل پاک کو دنیا
کہاں جا کر رہیں گے چھوڑ کر ہم آپ کو تنہا

کسی کو ہائے ہم کو منہ ہی کیا ہو منہ دکھلائینگے
نہ جائینگے قدم پیارے کبھی سر کو کٹائیں گے

کہا سرکار والا جاہ نے پسرانِ مسلم بس
ہو تم لاریب زندہ یادگار مسلم بے کس

خدا را جاؤ تم جیتے رہو تم رہتی دنیا تک
ہو تم میرے جگر کا چین میری آنکھ کی ٹھنڈک

کہا ہر فرد نے بڑھ کر کہ ہم ہرگز نہ جائیں گے
بلائیں گے عدو کو خاک میں یا سر کٹائیں گے

حضرت مسلم بن عوسجہ خطیب کوفہ کی جوابی تقریر

خطیبِ کو سنا ابنِ عوسجہ مسلم اُٹھے صف سے
نہایت جوش میں تقریر کی محفل کو گرمایا
کہا تخلیقِ انساں خود نمونہ لیں مگر انساں ہے
شرف بے وجہ مخلوقات پر حاصل تمہیں ہمکو
مٹانا چاہتا ہے حق کو باطل زور طاقت سے
ہمارے ہاتھ میں جبتک سنانِ تیغ و خنجر ہیں
کرینگے تیر بارانی پرستارانِ باطل پر
جہاںتک دست و بازو کام دینگے کام ہم لینگے
ہے اطمینان کامل ہمکو حاصل نصرتِ حق پر
ہے مرنا ہی مقدر گر تو پھر اس آن سے مرنے
امام دوسرا کیا چھوڑ دیں تم کو اکیلا ہم
سمجھکر آپ کو دشمن اکیلا حملہ آور ہوں
بچا کر جان اپنی ہم تو میداں سے چلے جائیں
خدا شاہد ابھی ہم سر فروشوں میں ہمت ہے
ابھی ہم نیزہ و تلوار اپنے پاس رکھتے ہیں
نہ ہوں ہتھیار میدانِ وغا میں پاس گر اپنے
کریں زخمی عدو کو ضربتِ باری سنگباری سے
دلائے آلِ زہرا عین ایمان عین ملت سے
عجب جوش سے ابنِ عوسجہ تقریر کرتے تھے

پڑھیں کچھ آیتیں آغاز میں آیاتِ مصحف سے
شہادت کا مکمل فلسفہ لوگوں کو سمجھایا
مدارِ زندگی یہ ہے جو پیدا ہے وہ پنہاں ہے
عبث میں ہم جو احساسِ حق و باطل نہیں ہمکو
ہمیں حق کی مدد کرنا ہے اور کافی شجاعت سے
ہمارے سامنے باطل کے جبتک لاؤ لشکر ہیں
چلائینگے سنان و تیغ افواجِ مقابل پر
نہ ہرگز اک قدم ہٹنے کا پیچھے نام ہم لینگے
نگاہیں ہیں ہماری لطفِ باری حمیتِ حق پہ
عدو کو ہاں دکھا کر راہِ خدا میں شان سے مرنے
کریں ہم نیا ہے اربابِ دنیا میں جو کہ رسوا ہم
ہماری بزدلی کے تذکرے دنیا میں گھر گھر ہوں
اکیلی جان پر سرکار کی دشمن ستم ڈھائیں
ہمارے جوش پر موقوف دشمن کی ہزیمت ہے
ابھی خودداری و غیرت کا ہم احساس رکھتے ہیں
دکھائیں لشکرِ اشرار کو ہم کیوں ہنر اپنے
کسی صورت نہ جیتے جی رکیں میدان وادی سے
رہیں سرکار شاہد ہمکو ارمانِ شہادت ہے
نکل کر منہ سے فقرے قلب کی تسخیر کرتے تھے

ہوا اک جوش تازہ آپ کی تقریر سے پیدا
صدائے مرحبا کی خنجر و شمشیر سے پیدا

اُٹھے غازی مجاہد تیغ بر کف یا علیؑ کہکر
کہا سب نے کہ ہم حاضر ہیں اے لختِ دلِ حیدرؑ

دعا دی سرورِ دیں نے جزاک اللہ فرمایا
ہر اک خادم کو مشتاقِ شہادت برملا پایا

چمک کر خود بخود تلوار جھومی ہر مجاہد کی
شجاعت نے زبانِ تیغ چومی ہر مجاہد کی

حضرت زینبؑ کا اضطراب

رفیقانِ سفر سے ہو کے رخصت سبطِ پیغمبرؐ
ہوئے تشریف فرما خیمۂ پُرنور کے اندر

گروہِ عترتِ اطہار کو صرفِ بُکا پایا
پریشاں زینبِؑ خاتون کو سب سے سوا پایا

جو دیکھی زینبؑ معصوم نے سرکار کی صورت
بہے آنکھوں سے آنسو ابرِ گوہر بار کی صورت

دفورِ غم سے ہچکی بندھ گئی رو رو کے فرمایا
مرے بھائی ہے سر پر تھا اب تک آپ کا سایا

بتاؤ تو یہاں کل کیا قیامت آنیوالی ہے
ہمارے دشمنِ جاں کیوں یہ فوج لایا ہے

مرے ماں جائے بھائی کل تم اب تم کہاں ہوگے
میں پہونچونگی وہاں کس طرح بھائی تم جہاں ہوگے

مری ماں فاطمہؑ نے جب بلکتا مجھکو چھوڑا تھا
مجھے کس جبر کا بازیچۂ ہستی میں توڑا تھا

مجھے گودوں میں آبا جان خوش ہو کر کھلاتے تھے
فرشتے خلد سے آکر مرا جھولا جھلاتے تھے

کبھی جاتے تھے باہر گر امیر المومنینؑ گھر سے
حسنؑ تسکین دیتے تھے مجھے آ آ کے باہر سے

کبھی بھائی حسنؑ گر پیار سے مجھکو ڈراتے تھے
مرے نانا کے روضہ پر مجھے تم لیکے جاتے تھے

مصیبت ہائے مجھ پر کل یہ کیسی آنیوالی ہے
نہ میرا کوئی مونس ہے نہ میرا کوئی والی ہے

علیؑ و فاطمہؑ کی طرح مجھکو پالنے والے
مرے سر پر دفورِ غم میں چادر ڈالنے والے

نہ ہوں گے تم تو کیا ہائے گذریگی مرے دلبر
نہ دکھلائے خدا مجھکو کبھی یہ خونچکاں منظر

مری آنکھوں کے آگے جب نہ ہونگے قاسمؑ و اکبرؑ
میں زندہ رہ سکونگی ہائے غربت میں بھلا کیونکر

لٹے گا کاروانِ آلِ اطہر چند ساعت میں
نبی زادوں کا قتلِ عام ہوگا ہائے غربت میں
دکھا ہرگز نہ یہ دن زینبؑ معصوم کو یارب
بچا اشرار سے یا موت دے مظلوم کو یارب

نصیحتِ امام عترتِ اطہار کو

امامؑ دوسرا نے بہن کو فرطِ محبت سے
کلیجے سے لگایا اور فرمایا یہ شفقت سے
مری زینبؑ مری لختِ جگر یہ کیا ہوا تم کو
نہیں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ یاد کیا تم کو
ہے اے نورِ نظر عینِ سکوں سادات کا جوہر
مصائب میں نہ ہونا چاہیئے قابو سے یوں باہر
رہا ہے کون دنیا میں رہیگا کون دنیا میں
ہے تابِ دم زدن کسکو رضائے حق تعالیٰ میں
یقین جانو بجز ذاتِ الٰہی ہے جہانِ فانی
ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ روشن نصِ قرآنی
رہیگی کل نہ یہ دنیا نہ یہ دنیا کی آرائش
کسے حاصل ہے اس دارِ فنا میں حقِ آسائش
ہو تم چشم و چراغِ خاندانِ فاطمہؑ زہراؑ
نہیں اصلا نہیں تم صبر کی نعمت سے بے بہرہ
خواتینِ جہاں میں سب سے افضل فاطمہؑ بی بی تھیں
ہماری والدہ لختِ جگر خیر الوریٰ کی تھیں
علی شیرِ خدا والد ہمارے سب سے بہتر تھے
امیرالمومنین تھے فاتحِ احزاب و خیبر تھے
ذرا سوچو تو نانا جان کی کیا شان و شوکت تھی
قدم سے جن کے خاکِ ارضِ طیبہ عرش رفعت تھی
حسنؑ سا نیک و احسن تھا کوئی انسان دنیا میں
ملیگا کیا کسی کو ایسا بھائی جان دنیا میں
مری زینبؑ بتاؤ ہیں کہاں تک صدمے ہیں ساری
اب جد چلے چکے اے بہن اب کل ہے مری باری
خدارا قلب کو مضبوط رکھنا صبر سے رہنا
مصائب جھیلنا صدمے اٹھانا رنج و غم سہنا
نہ ہرگز قتل پر میرے ذرا نوحہ گری کرنا
کبھی اصلا نہ سینہ کوبی و جامہ دری کرنا
خدارا صبر اے روحِ روانِ خاندان کرنا
وفورِ غم میں شکرِ خالقِ کون و مکاں کرنا

تنظیم لشکر

تسلی دے کے مستورات والا ذات کو سرور
حجاب خیمہ سے با دل شکستہ آ گئے باہر

بلایا ہاشمی جنگ آزمودہ نوجوانوں کو
رموز جنگ سمجھائے دلاور پہلوانوں کو

سیادت میمنہ کی دی زہیر پاک و طاہر کو
قیادت میسرہ کی دی حبیب ابن مظاہر کو

عطا کی حضرت عباس کو با شوکت و با فر
سپہ سالاری لشکر علم برداری لشکر

پیادوں اور سواروں کی صفیں باہم درست کر دیں
قطاریں خیموں کی نزدیک سے نزدیک تر کر دیں

طنابوں کو کیا خیموں کی باہم متصل میداں میں
مسلسل خندقیں کھودی گئیں سطح بیاباں میں

بعجلت ہو چکی جس وقت یہ تکمیل و تیاری
ہوئیں آتش بداماں دم کے دم یہ خندقیں ساری

سواران شہید کربلا بتیس غازی تھے
پیادوں میں فقط چالیس کوفی و حجازی تھے

سوا اس فوج کے تعداد اہلبیت میں کہئے
بالفاظ دگر اللہ بس باقی ہوس کہئے

ادھر یہ مختصر مظلوم جانبازوں کا لشکر تھا
ادھر حد نظر تک فوج دشمن کا سمندر تھا

کیا تھا عمر ابن سعد نے یہ نظم لشکر کا
جدا تھا ہر رسالہ ہر قبیلہ کا ایک افسر کا

بنایا میمنہ کا عمر ابن حجاج کو افسر
امیر میسرہ تھا شمر ذی الجوشن جفا پرور

تھا عزرہ ابن قیس احمسی قائد سواروں کا
تھا آمر شبث بن ربعی پیادے پہرہ داروں کا

مدینہ والوں کا سردار عبداللہ ازدی تھا
سپاہ قیس ابن اشعث میں ہر کندی ربیعی تھا

تھا مذحج کا قبیلہ عبدالرحمن کی قیادت میں
تمیمی اور ہمدانی تھے سب حر کی قیادت میں

غلام عمر ابن سعد جو ایک شیخ دیدہ تھا
علمبردار تھا لشکر کا نام اسکا درید تھا

فدائی افسران جنگ کے صد ہا سپاہی تھے
تھے جتنے سب کے سب مائل بذوق خیر خواہی تھے

شبِ عاشورہ

شبِ عاشورہ دشتِ کربلا کا تھا عجب منظر
لبِ نہرِ فرات افواجِ کوفہ خیمہ افگن تھیں
مقابل تھا صفِ اسلام سے اشرار کا لشکر
اِدھر تھی شام سے تا صبح نورِ اقدس کی بارش
اِدھر خیموں پہ رحمت عرشِ اعظم سے برستی تھی
چراغِ دشتِ ایمن تھا اِدھر صحرا کا ہر ذرہ
اِدھر کیفِ شہادت کی تھی ہر مستی و سرجوشی
بلند اس سمت تھا خیموں میں شورِ اللہ اکبر کا
اِدھر فرقِ رکوع و سجدہ و شورِ نوافل تھا
اِدھر تقدیس و تسبیح و تلاوت اور عبادت تھی
اِدھر واصل بحق ہونے کے در پردہ بہانے تھے
فضاؤں میں اِدھر تھی گونج آیاتِ الٰہی کی
امامِ تشنہ کام اس سمت مصروفِ عبادت تھے
اِدھر ہر لحظہ ارمانِ شہادت میں ترقی تھی
اِدھر جوشِ جہادِ حریت تھا ہر نفس تازہ
اِدھر تھا بے نیازِ اسلحہ آلات ہر غازی
اِدھر تسلیم و صبر و شکر سے معمور ہر سینہ
اِدھر تھا سلسلہ اوراد و نوافل کا لگا جاری
اِدھر مشرق نے بڑھ کر اذاں دی صبح کہتے تھے

یہاں تھے خیمہ زن دو سمت میں مختلف لشکر
چٹانیں خشک ابنِ ساقیِ کوثر کا مسکن تھیں
اِدھر تھا نور کا لشکر اُدھر تھا نار کا لشکر
اُدھر تھی شامیوں پر ظلمتِ شب ضرر آتش
پرستارانِ دوزخ کی اُدھر آباد بستی تھی
اُدھر دیتا تھا شیطاں ماریوں کو جنگ کا مژدہ
اُدھر تھی شامیوں میں بادہ آشامی و مے نوشی
اُدھر ہنگامۂ حشر آفریں غوغا تھا لشکر کا
اُدھر بدبختیوں کی نیند تھی ہر شخص غافل تھا
اُدھر ہر سر پہ اجل آنکھوں میں تصویرِ ہزیمت تھی
اُدھر رقص آشنا چنگ و دف و نے کے ترانے تھے
اُدھر تھی موج لرزاں خوفِ جاں سے ہر سپاہی کی
اُدھر سب افسرانِ جنگ صرفِ استراحت تھے
اُدھر ساعت بہ ساعت عیش کی خوابِ غفلت بڑھتی تھی
اُدھر تھا منتشر سرجوشیِ لشکر کا شیرازہ
اُدھر تھی مشقِ خنجر آزمائی نیمچہ بازی
اُدھر موجود خود و گرز و بکتر چار آئینہ
اُدھر ہونے لگی لشکر کشی کی خاص تیاری
اُدھر شعلے افق پر دشمنی کی آگ کے بھڑکے

تیمم کر کے خیموں سے ادھر غازی نکل آئے
ادھر میداں میں دستے فوج کے مثلِ اجل آئے

ستارے چھپتے جاتے تھے فلک کے جیب و داماں میں
طلوعِ صبح کے آثار ظاہر تھے بیاباں میں

ہوئے فارغ نمازِ باجماعت سے شہِ والا
گلیمِ شب کو سورج نے نکل کر چاک کر ڈالا

بجا نقارہ طبلِ جنگ کی ہر جا صدا گونجی
ہوائے جنگ نے امن و اماں کی تو شلی لوٹی

برنگِ گرمِ فتنہ کی آواز پیہم کان میں آئی
سواری عمر ابن سعد کی میدان میں آئی

سپاہِ عمر بن حجاج و فوجِ شمر ذی الجوشن
ہوئی داہنی طرف بائیں طرف آکر قیام افگن

سواروں کے رسالے یا پیادہ فوج کے دستے
پناہ دامن کے روکے تھے ہر سمت سے رستے

بڑھے میداں کی جانب شیث و عزہ کی قیادت میں
جنونِ جنگ ظاہر تیس سے تھا جوشِ وحشت میں

صف آرا دستہ جب ہوگئیں افواجِ شاہی کی
ہوئیں تلواریں عریاں ہم فروشانِ گرامی کی

رواں ہونے لگیں نہریں نئی خونِ شہیداں میں
ہوئی برپا قیامت کربلا کے ہر بیاباں میں

بریر بن خضیر و عمر ابن سعد کی ملاقات

بریر ابن خضیر پارسا مردِ خدا آگاہ
بزرگِ ملت و شیدائے فرزندِ رسول اللہ

بامید امامِ پاک لشکر سے جدا ہو کر
ملے میداں میں ابن سعد سے بدلے ہوئے تیور

سلام اصلاً نہ ابن سعد کو حضرت نے فرمایا
خلافِ اسلام کے یہ فعل جب اس نے آپ کا پایا

عمر نے رخ بدل کر ترکِ سنت کا سبب پوچھا
بریر آہستہ بولے اے عدوئے ملتِ بیضا

تجھے اسلام سے کیا کام مذہب سے علاقہ کیا
تجھے ہے دشمنی سبطِ پیمبر سے سگِ دنیا

ذراتِ اک عالم دیا اک واں پانی کا چشمہ ہے
ہر اک ذی روح پانی بے تکلف اسکا پیتا ہے

مگر تونے خلافِ ملتِ حق آلِ اطہر پر
کیا ہے تین دن سے بند پانی اے جفا پرور

کوئی انسان کسی انسان پر ایسا ظلم کرتا ہے
ہے غرہ زور و زر کا پھر بھی کم ذرہ دل سے نہیں ڈرتا

مسلماں خود کو تو کس منہ سے ظالم سمجھتا ہے ۔ امام المسلمین کا ابن ہند سے الجھتا ہے

کہا شر ملک کے ابن سعد نے اے عابد زاہد ۔ مجھے رے کی حکومت کا وہ سودا ہے خدا شاہد

ہزاروں بار نفرت نفس پر میں اپنے کرتا ہوں ۔ عذاب حشر سے نار سقر سے لاکھ ڈرتا ہوں

مگر ابن زیاد قہر دخوں کا حکم پاتے ہی ۔ بنا دیتی ہے لا مذہب محبت مجھکو دنیا کی

خلاف علم عامل کچھ میں اصلا کر نہیں سکتا

انھیں آب غذا پہنچاؤں ایسا کر نہیں سکتا

حضرت امام کے ارشادات

امام زمن نور نگاہ فاطمہ زہراؑ ۔ حسینؑ ابن علیؑ شاہ شہیداں سید والا

عمامہ صاحب معراج کا باندھے ہوئے سر پر ۔ ہوئے خیمے سے ہمراہ دلیران عرب باہر

زرہ حمزہؑ کی پہنی جسم اطہر پہ شہیداں ۔ کیا ناقہ کو افواج عدو کے سامنے جولاں

قریب فوج آ کر فوج سے ارشاد فرمایا ۔ مسلمانوں کہو ہے کون تم میں میرا ہمسایہ

بلند آواز میں اس زور سے تقریر فرمائی ۔ سپاہ شام پر ہیبت شہ ذیجاہ کی چھائی

پس حمد و ثنا نعت رسول حق بجا لائے ۔ حقوق عبدیت اللہ کے بندوں کو سمجھائے

کہا اے فوج ظالمین جو کہتا ہوں سن سکو ۔ نہیں یہ مدعا جو میں کہوں تم مان لو اسکو

مجھے اتمام حجت کیلئے کچھ تم سے کہنا ہے ۔ کہ تبلیغ امور دین حق فرض کفایہ ہے

اگر منظور احکام خدا کو کر لیا تم نے ۔ مگر الزام جور و ظلم اپنے سر لیا تم نے

خدا شاہد جزائے اخروی کے مستحق تم ہو ۔ عطائے کبریا لطف نبی کے مستحق تم ہو

تمہارا دین ہے اسلام امت ہو محمدؐ کی ۔ قیامت ہے اگر تم میں نہ الفت ہو محمدؐ کی

مرے نانا محمدؐ ہیں مری ماں فاطمہ زہراؑ ۔ مرے بھائی حسنؑ ہیں راحت جاں ہوں حیدرؑ کا

بتاؤ تو پیمبر کا نواسہ کیا نہیں ہوں میں ۔ مظالم سے تمہارے بھوکا پیاسا کیا نہیں ہوں میں

خدارا سچ کہو میں نے تمہاری کیا خطا کی ہے　　کبھی سختی کسی پر یا کبھی تم پر جفا کی ہے
کسی کو کر دیا ہے ذبح تم میں سے کبھی میں نے　　کبھی کی ہے تمہاری اپنے منہ سے یا بدی میں نے
کسی کی سلطنت چھینی کسی کا ملک چھینا ہے　　تصرف میں مرے دولت کسی کی یا خزینہ ہے
عزیزو میں یہاں لشکر کشی کر کے نہیں آیا　　بلایا تم نے خط لکھکر تو مغموم و حزیں آیا
کسی کا چاہیئے ہے سچ کہو کیا خوں بہا مجھپر　　نہیں کچھ بھی تو پھر جور و جفا ہے کیوں روا مجھپر
کیا ہو ارتکاب جرم اے لوگوں اگر میں نے　　نہ کی ہو خدمت دین نبی گر عمر بھر میں نے
مجھے تعزیر دو وقف در محبس مجھے کر دو　　وگرنہ جانب ارض حرم واپس مجھے کر دو
بلا جرم و خطا کیوں قتل پر تم میرے مائل ہو　　زمانہ کیا کہے گا تم کو کیسے بد خصائل ہو
امام پاک کی تھی پر اثر یہ گفتگو ساری　　ہوئی ٹھنڈی یکایک آتش جبر و عناد ساری
عجب سکتہ کا عالم چھا گیا افواج لشکر پر　　ہوئے مبہوط و صرف خامشی ہیدا کے خوگر
جواب اصلا کسی کو ان سے بن آیا نہ جب شبیر آیا　　تو پھر قیس و حجار و زید سے حضرت نے فرمایا
بتاؤ سچ نہ لکھے تم نے خط کیا دوستو مجھکو　　بلایا بھیج کر قاصد کیا لے کو فیوں مجھکو
ہوئے کاذب سب خط بھیجنے سے صاف انکاری　　نظر آئیں جو تحریریں حقیقت کھل گئی ساری
کہا بے غیرتی سے قیس بن اشعث نے شرما کر　　اطاعت کیوں نہیں کرتے عبید اللہ کی سرور
یہ فقرہ سن کے چہرے پر شہ دیں کے جلال آیا　　کمینوں کی بد اخلاقی کا رہ رہ کے خیال آیا
نگاہ غیظ ڈالی قیس پر غصہ سے فرمایا　　کروں میں ملحد بے دیں کی طاعت اے فرومایا
گوارا فاسق و فاجر کی طاعت کی نہیں جاتی　　اہانت ملت اسلام کی دیکھی نہیں جاتی
مری یہ التجا ہے بندگان کبریا سب سے　　اماں میں چاہتا ہوں اپنے رب سے آپکے رب سے

مکمل وعظ اک عنوان تھا رشد و ہدایت کا
کیا حق آپ نے پورا ادا اتمام حجت کا

تقریر زہیرؓ

زہیر با وجاہت نے کیا، ہمیز مرکب کو
بذوق سرفروشی بڑھ کے آگے دی ندا سب کو

مسلمانوں یہ کیا آفت ہے کیا شورش مچائی ہے
مسلماں با مسلماں صرف خنجر آزمائی ہے

تمہاری بدنیتی سلب تم سے ہو گئی شاید
خدا کے دین کی عظمت تمہیں کم ہی ہے شاید

ابھی موقع ہے دیکھو سوچ لو باہم گر مل کر
کہ صلح و امن لیے اہل وطن ہے جنگ سے بہتر

حسینؓ ابن علی اب بھی ہیں تم سے امن کے طالب
مگر تم پر نشانہ کشت و خوں کا ہے جنون غالب

تمہیں ابن زیاد بد نہاد و خبث طینت نے
شقی ابن شقی گم کردہ راہ دین و ملت نے

صراط حق رہ مذہب سے ہے بہکا دیا بیشک
ہے عقبیٰ میں تمہارا گھر مقام ہاویہ بیشک

عبید اللہ ظالم پر کرو لعنت بچو اس سے
خدائی دین کے فرزند پیمبر کے لڑو اس سے

کریگا قتل ہانی و حجر سا تمہیں عامل
مآل کار اے لوگو دغا دیگا تمہیں عامل

زہیر شیر دل کی سن کے یہ خاطر شکن باتیں
سنائیں کوفیوں نے بھی بگڑ کر خوب صلواتیں

کماں سے تیر چھوڑا شمر ذی الجوشن نے جھلا کر
کہا منہ بند کر اے قین کے بیٹے جفا پرور

زہیر آگے بڑھے اور شمر سے غصہ میں فرمایا
کہ اے گستاخ تو ہے اک سگ میر و عن چہ پایا

تجھے کیا دین سے مطلب ہے اور دوزخ ٹھکانہ ہے
مآل بد سے تیرے با خبر سارا زمانہ ہے

بڑھی جب بات دونوں سمت سے خنجر نکل آئے
صفوں میں برہمی پیدا ہوئی لشکر نکل آئے

زہیر پاک کو آواز دی شاہ شہیداں نے
بلایا شمر کو اسکے امیر مصلحت داں نے

مقابل فوج کے جب شرح خون آشام آتی ہے
زبانی گفتگو وقت دغا کب کام آتی ہے

آغاز جنگ

بڑھایا عمر ابن سعد نے میداں میں گھوڑا
کماں سے تیر کو سوئے شہید کربلا چھوڑا

کہا لوگو تمہیں اس بات کا شاہد بناتا ہوں — کہ میں ہی تیر پہلے ابنِ حیدر پر چلاتا ہوں
امیرِ فوج کو دیکھا جو صف سے ستمگر آئی — سپاہِ شام نے اک بار کر دی تیر بارانی
کیا اشرار نے خواہانِ امن و صلح پر حملہ — ہوا مظلوم پر ظالم کا سب سے پیشتر حملہ
یسار و سالمِ نو عمر فوجِ شام سے نکلے — کہا ان نے کہ کوئی لشکرِ اسلام سے نکلے
انہیں دیکھا تو اُن کے دیکھنے والوں میں ہچکچایا — کہ میں دونوں غلاموں یا دو اپنے مر جاتا
اجازت لے کے عبد اللہ کلبی آئے میداں میں — قضائے آسماں سے بجلیاں کوندیں بیاباں میں
کہا سالم نے کیا نام و نشاں ہے خانداں کیا ہے — نہیں کیا تم میں کوئی با حمیت نوجواں کیا ہے
یہ بہتر تھا کہ سر نیکو نہ تم اے بد نصیب آتے — سرِ میداں زہیر آتے بریر آتے حبیب آتے
کہا سالم سے عبد اللہ نے خاموش بے غیرت — غلاموں پر اٹھانا ہاتھ ہے اشراف کی ذلت
یسار آگے کو جھپٹا لے کے خنجر ہاتھ میں رن سے — مگر اک وار میں غازی کے سر کٹ کر گرا تن سے
اُدھر تلوار پر تلوار برسانے لگا سالم — بچا کر آنکھ وار اک ہاتھ پر کر ہی گیا ظالم
گرے غازی کے دستِ چپ کی دو انگلیاں اک دم — مگر حملہ مجاہد نے کیا سالم پہ بڑھ کر
اُٹھایا ہاتھ جب تلوار سر سے تا کمر پہونچی — ہوا فی النار سالم روحِ ناری تا سقر پہونچی

سپاہِ میمنہ نے حکمِ ابن سعد سے بڑھ کر
کیا تیغ و سناں سے حملہ عبد اللہ کلبی پر

ام وہب کا جوشِ جہاد

بذوقِ جنگ اُمّ وہب عبد اللہ کی بی بی — سرِ میداں چلی آئیں مدد کو اپنے شوہر کی
عجب جوشِ جہادِ حق عجب شوقِ شہادت تھا — کہ مستورات کو بھی عرصۂ پیکار جنت تھا
کہا شوہر نے واپس جاؤ اے پاکیزہ با عزت — ہو میرے سامنے جنگ آزما تم ہے مری ذلت
شہِ دیں نے بھی اُمّ وہب کو شفقت سے سمجھایا — سنایا حکمِ قرآں جنگ کے میداں سے لوٹایا

بڑھا جوشِ شجاعت قلبِ عبد اللہ غازی میں
رہا مصروف یہ جانباز پیہم ترکتازی میں

بہت سے کوفیوں کو شامیوں کو جان سے مارا
پھرے منہ دشمنوں کے جنگ سے اس شان سے ہارا

رغنائے حق میں کھا کر زخم رہ کر صابر و شاکر
شہیدِ فی سبیل اللہ عبد اللہؓ ہوئے آخر

آثارِ دعائے امام

ہنوز اس جنگ مغلوبہ کا تھا کچھ سلسلہ جاری
صفِ مسلم میں آیا ابن جوزہ مردک ناری

کہا لوگو کہیں تم میں حسینؑ ابن علیؑ بھی ہیں
حصارِ نار کے قیدی جنہاں کے مدعی بھی ہیں

جواب اصلاً نہ اس ہرزہ سرائی کا ملا اسکو
رہا مسلم کے اخلاق و مروّت کا گلا اسکو

سمجھکر ابن جوزہ کو کسی غازی نے بتلانا
کہا نہ سکا نہیں ہیں سرورِ دیں اسطرف جانا

یہ ناری خدمتِ والا میں آکر برملا بولا
خدا نے زندگی میں قید ہے دوزخ کا در کھولا

ہوئے سرکار محزوں کی دعا لے حضرتِ باری
نواسہ کو ترے محبوب کے کہتا ہے یہ ناری

یکایک آگ کا شعلہ اُٹھا میگ بیاباں سے
فرس بھڑکا گرا راکب نرالے ساز و ساماں سے

رکاب اک پیر کی ٹوٹی رکاب اک پیر میں الجھی
زمیں پہ سر تھا لیکن ساق پا مرکب سے تھی لپٹی

دولتی جھاڑ کر بھاگا جو گھوڑا وسطِ لشکر سے
جدا تھا سر سے بھیجا سر جدا تھا جسم دھڑ سے

دعائے پر اثر میں کسقدر رنگِ اثر ضم تھا
کہ ناری دم زدن میں کندۂ نارِ جہنم تھا

رفیق ابن جوزہ حضرمی مسروق بن وائل
ہوا ایسا دعائے سرورِ ذیجاہ کا قائل

بغیر جنگ بھاگا کہہ کے یہ مسروق میداں سے
نہیں لڑنا مجھے اس خانۂ ابن شاہِ مرداں سے

دکھا دی شانِ تسلیم و رضا پھنسکر بلاؤں میں
اجابت کا اثر تھا آئینہ دار دعاؤں میں

حضرت بریر کی شہادت

یزید ابن معقل چیختا للکارتا آیا
بریر ابن حضیر سید القرا کو ملوایا

یزید آپے سے باہر تھا کہا کبر و رعونت سے
بریر احوال اپنا تو نے دیکھا چشم عبرت سے

بریر نیک دل بولے خدا کا لاکھ احساں ہے
ہمارا حال اچھا ہے عدوئے دین و ایماں ہے

یزید تند خو بولا کہ تو کاذب ہے جھوٹا ہے
ہمیں مغلوب اپنے آپ کو غالب سمجھتا ہے

یہ کہکر کھینچ لی تلوار غازی کی طرف جھپٹا
مگر اسکو بھی غازی نے بہت ڈانٹا بہت پیٹا

بجائے تیغ کے نیزہ لیا ابن معقل نے
بریر پاک بھی خنجر بکف آگے لگے چلنے

کہا اللہ اکبر تیغ چھوڑی سر پہ غازی کے
کئے اک وار میں سر اور خود سر کے دو ٹکڑے

رضی فرزند منقذ نے کیا پہلے سے وار آکر
مگر غازی نے دے مارا زمیں پر اسکو لپٹا کر

ارادہ تھا کہ خنجر سے رضی کا چیر دیں سینہ
کہ آکر کعب ابن جابر نے پیچھے سے بصد کینہ

کیا پشت بریر پاک دل پر وار نیزہ کا
غضب تھا جانستاں زخم جگر آنگار نیزہ کا

بریر اٹھنے نہ پائے تھے کہ فوراً کعب نے بڑھ کر
چلایا تیز دستی سے گلوئے نازبر خنجر

رہی قائم نہ یہ تدبیر آزمائی چند ساعت بھی
ہوئے واصل بحق آخر بریر پاک طینت بھی

ملامت کعب پر کی کعب کی بی بی نے جھلا کر
کہا میں عمر بھر تجھ سے اب بولونگی نہ مگر

کیا دھوکہ سے تو نے قتل اک غازی مجاہد کو
کہاں اب پائینگے ہم ایسے عابد ایسے زاہد کو

شہادت عمر بن قرظہ

عمر بن قرظہ انصاری صف اسلام سے بڑھ کر
گرے خنجر بکف فوج عدوئے دین و ملت پر

بہت بے دین مارے نیزہ و شمشیر کی زد سے
شہید آخر ہوئے خود بھی عدو کے تیر کی زد سے

برادر ابن ترظہ کا جو تھا اشرار میں شامل
بڑھا لڑنے کو اہلبیت سے با جذبۂ کامل
کیا نافع مرادی نے اُسے تلوار سے زخمی
مگر ہمراہیوں نے اسکے آگے بڑھ کے یورش کی
اُٹھا کر لے گئے مجروح کو فی الفور میداں سے
بسر کرنا تھی کچھ دن زندگی اندوہ حرماں سے

مکالمہ حُر اور ابن سعد

کھڑا تھا قلب میں لشکر کے ابن سعد گھبرایا
سوار اک سمت سے گھوڑے پہ حُر ابن یزید آیا
پریشانی میں ابن سعد بولا حُر سے اے بھائی
ہے بزدلی فوج کے باعث ہماری کیسی رسوائی
خدا جانے مسلمانوں کی قوت کیسی قوت ہے
اُدھر زورِ ید اللٰہی اِدھر پیہم ہزیمت ہے
ہماری فوج ہمت باختہ لڑنے سے عاری ہے
ہر اک شہ زورِ مسلم الیقیں سو سو پہ بھاری ہے
اُدھر کے چند اس جانب کے صدہا مر چکے فوجی
شروعِ جنگ سے ہے پست ہمت سارے لشکر کی
بُلاتا ہوں میں جس سردار کو وہ جی چُراتا ہے
غرض یہ ہے کہ لڑنے سے ہر اک دامن بچاتا ہے
پس اے حُرِ دلاور آج تم کچھ کام کر جاؤ
ہزیمت لشکرِ اسلام کو دو۔ نام کر جاؤ
کہا حُر نے کہ ابن سعد دنیا تجھ پہ غالب ہے
تجھے رتبے کی حکومت چاہیئے تو رے کا طالب ہے
مسلماں ہو کے تو یہ ہم لڑیں سبطِ پیمبر سے
ہے بہتر یہ کہ سر خود کاٹ لیں شمشیر و خنجر سے
ہمارے ہاتھ شل ہو جائیں کاش اس روز سے پہلے
لڑیں ہم اپنے سلطانِ جہاں فرزند سے پہلے
حسینؑ ابن علیؑ کی کونسی درخواست بیجا ہے
اماں دیتے میں انکی سلطنت کا کیا بگڑتا ہے
بیانِ حُر پہ ابن سعد بولا آہ کیا کہیئے؟
کسی سے قصہ جورِ عبید اللہ کیا کہیئے

وہ ظالم فیصلہ کی بات سنتا ہی نہیں کوئی
نہیں نزدیک اس کے قیمتِ احکامِ دیں کوئی

حر خدمت امام میں

سنا جب حر نے یہ آہستہ آہستہ بڑھے آگے
عقب میں آپکے کچھ فوج کے جاسوس بھی بھاگے

ابھی تک فوج کو دھوکہ تھا یہ لڑنے کو جاتے ہیں
کہا اک شخص نے تیور نظر کچھ اور آتے ہیں

کہا اک مرد واقف کار نے حر سے کہ اے ہمدم
کبھی دیکھا نہ ہم نے آپکا میداں میں یہ عالم

قدم کیوں سست پڑتے ہیں طبیعت مضمحل کیوں ہے
پریشانی کا ہے اظہار کیوں افسردہ دل کیوں ہے

قدم ہیں کس لئے لغزش میں کیوں جوش تحیر ہے
لرزتا ہے بدن کیوں کیا تردد کیا تفکر ہے

کہا حر نے نہیں لرزاں ہوں میں خاص حالت میں
قدم کو تولتا ہوں آج میزان عدالت میں

مرے زیر قدم اس وقت ہیں دوزخ بھی جنت بھی
ہے میرے سامنے فرمان حاکم ملک ملت بھی

نہیں پرواہ مجھے دنیا کی اور احکام دنیا کی
براہ راست منزل میں نے پالی آج عقبیٰ کی

یکایک تیز گھوڑا کردیا حر دلاور نے
مبارکباد دی بخت رسا اوج مقدر نے

ادب سے حر امام دوسرا کے سامنے آئے
خطاہائے گذشتہ پر ہوئے محجوب شرمائے

گذارش کی کہ اے سبط پیمبر ہادی کامل
ہیں کیا پچھلے جرائم میرے سارے عفو کے قابل

یہ غفلت تیرہ دانستہ میں نے ہی اٹھائے ہیں
مرے باعث ہی دشت کربلا میں آپ آئے ہیں

میں اپنی معصیت کوشی پہ نادم ہوں پشیماں ہوں
خطا بخشی کا طالب ہر دو بخشش کا خواہاں ہوں

امام پاک نے حر کو دعائیں دیں تسلی دی
کہا توبہ خدا مقبول فرماتا ہے بندوں کی

بصد آداب حر نے عرض کی اے قبلۂ عالم
نوید عفو سنکر ہے یہ میرا عزم مستحکم

اجازت ہو مجھے میداں میں جاکر جنگ کرنے کی
جفاکاران سپاہ شام کو جو دنگ کرنے کی

باخلاق تواضع حر سے حضرت نے یہ فرمایا
اسے اذن وغا ہو۔ ہو جو بطور مہماں آیا

کہا ہر لمحہ اے سرکار مجھ پر زیست بھاری ہے
شہادت کیلئے بیتاب ذوق جاں نثاری ہے

خدا جس کا بنے ہادی ہدایت اسکو ملتی ہے
خدا جسکو سعادت دے سعادت اسکو ملتی ہے

حُر عرصہ گاہِ جنگ میں

اجازت لیکے حُر میدان میں شہر ناز آیا
سپاہ کوفہ سے لڑنے کو کوئی شہسوار آیا

شجاعت حُر کی پیشانی ہوئی تھی نیکی دکھائی تھی
پیام مرگ اس کے ہاتھ میں تیغ ہلالی تھی

کوئی سرزاد تنہا حُر سے لڑنے پر نہ تھا مائل
سپہ سالار نے یلغار پر سب کو کیا مائل

علم تلوار کی حُر نے لیا اک ہاتھ میں نیزہ
جو آیا زد پہ بس کر دیا خنجر سے ریزہ ریزہ

کبھی تلوار برق آسا کسی جانب چمکتی تھی
کبھی برچھی مخالف کو اجل کی طرح ڈستی تھی

صفیں تھیں درہم و برہم سراسیمہ تھا سب لشکر
ادھر گشتہ ہوا کوئی ادھر کوئی گرا کٹ کر

ہوئی ناکام یورش یہ سپاہ بے حیا کی
نہ آئی کام دشمن کی سبکدستی جیالا کی

یزید ابن ابی سفیاں بڑھا اعدا کے لشکر سے
ہوا فی النار لیکن وہ زمیں میں حُر کے خنجر سے

مزاحم بن حریث آیا اٹھائے ہاتھ میں جھنڈا
مگر نافع ہلالی نے کیا اس کو زمیں ٹھنڈا

عمرو بن حجاج کی رجز خوانی

پکارا عمرو بن حجاج نے اے لشکر شامی
سرِ میداں ٹہلتا ہے جو پیاس حق ناکامی

تمہیں اے کوفیو اے شامیو کس بات کا ڈر ہے
مقابل میں تمہارے کیا کوئی شمشیر کا لشکر ہے

ہیں تم بھی آدمی ہاں آدمی ہیں یہ مسلماں بھی
نہ ہے ساز و ساماں ہے تمہارے پاس ساماں بھی

وہ ہیں تعداد میں اس درجہ کم گر دل ہے چاہو تم
تو اک اک کنکری ہے خاک میں ان کو چھپا دو تم

مسلماں ہیں امیر شام کی طاعت سے انکاری
نہ اُن میں دم ہے اب باقی نہ ان میں ہے تپش باری

مخالف جو خلافت کا ہے اس کا قتل واجب ہے
تساہل کیوں ہے دشمن کا مٹا دینا مناسب ہے

نہیں خطرہ کوئی حملہ عدو کے فتنہ و شر کا
مٹا دو نسل سے نام و نشاں ولدِ حیدر کا

بڑھو اے شہسوارو ناتوانوں کو سزا دیدو
بغاوت کی حرم کے مہمانوں کو سزا دیدو

جوابِ امام ؑ

کہا حضرت نے سن کر عمر بن حجاج کا خطبہ — کہ اے بیگانۂ دیں نامسلماں مردِ کم رتبہ
مجھے کہتا ہے تو باغی مجھے بے دیں بتاتا ہے — خدا نا آشنا ایماں کو میرے آزماتا ہے
امیرِ شام ملعوں کو کہتا ہے جسکو لے جفا پیشہ — امارت سے ہے اسکی ملتِ برحق کو اندیشہ
وہ ہے بے دین ناواقف ہے احکامِ شریعت سے — نہیں اسکو غرض اعلا رفتارِ دین و ملت سے

خیمہ ہائے اہل بیت پر یورش

امامِ پاک کو جب عمر ابن حجاج نے دیکھا — تو خود آ سامنے سے دوسری جانب کو رخ پلٹا
سواروں کو اشارہ کر دیا ظالم نے حملے کا — کیا رخ لشکرِ خونخوار نے فی الفور خیمے کا

مسلم ابن عوسجہ کی شہادت

ادھر سے مسلم ابن عوسجہ نے یا علیؓ کہہ کر — دیا گھوڑے کو کاوا اور سنبھالا ہاتھ میں خنجر
یہ مسلم خیمہ ہائے آلِ اطہر کے محافظ تھے — امامِ مسجدِ کوفہ تھے خوش تقریر واعظ تھے
دمِ پیکار لیکن شیرِ میداں شیرِ غراں تھے — عجب ذی حوصلہ تھے قوتِ بازو پہ نازاں تھے
ادھر سے پانسو اشرار کی یورش تھی خیمہ پر — ادھر تنہا تھے یہ جنگ آزما حق کے بجلی سر
عجب دم خم سے کی تیغ آفگنی مردِ دلاور نے — کہ چھیڑا جنگ سے جی توڑ کے مارے فوجِ خودسر نے
جدھر خنجر چلاتے تھے ادھر سر کٹ کے گرتے تھے — کبھی گردن سے سر اک کبھی سر کب سے گرتے تھے
عیاں شیرِ نرِ دیں مسلم کے میداں میں ہوئے جوہر — یکایک عمر بن حجاج کا پسپا ہوا لشکر

ادھر بھاگے ہزیمت خوردہ غارت گر نئے ڈھب سے　ادھر مسلم گرے کمزور ہو کر پشت مرکب سے
زمیں پر پشتِ زیں سے آپ جب ہو کر جدا آئے　سرِ بالینِ مسلم خود امامِ دوسرا آئے
تھے مسلم جاں بلب بیحد لہو زخموں سے جاری تھا　بدن سب صورتِ غربال تھا ہر زخم کاری تھا
حبیب ابن مظاہر بھی قریبِ شاہِ دیں پہونچے　زیارت کو شہیدِ ملتِ حق کے قریں پہونچے
کہا حضرت نے رہنا اے حبیب باصفا شاہد　جناں کی ان کو دیتا ہے خبر یہ بندۂ واحد
رکھا ابن مظاہر نے سرِ مسلم کو زانوں پر　بشارت خلد کی دی آپ کو منجانبِ سرور
سنا جنت کا مژدہ آنکھ کھولی ہنس کے مسلم نے　اشاروں میں کہا از خود حبیب ابن مظاہر سے
امام تشنہ لب کا حق جہاں تک ہو ادا کرنا　سپاہِ شام سے لڑ کر خدا کی راہ میں مرنا
یہ کہہ کر مر گئے تشنہ دہن واصل بحق مسلم　غرض صبر و سکوں کا دے گئے سب کو سبق مسلم
شہادت پائی آخر سرفروشِ دین و ملت نے
نویدِ مغفرت مسلم کو دی حورانِ جنت نے

پہلا حملہ شمر ذی الجوشن کا خیمۂ اہلبیت پر

بن حجاج کا میداں سے جب پسپا ہوا لشکر　بڑھا خود میمنہ سے شمر ذی الجوشن جفا پرور
سپاہِ خاص کو اپنی دیا یہ حکم برجستہ　کرے حملہ امامِ پاک پر مل کے ہر دستہ
ادھر سے بھی مجاہد نیمچہ برکف بڑھے آگے　جواب ایسا دیا منہ توڑ دشمن خوف سے بھاگے
سوارانِ مجاہد گرچہ اب تیس سے کم تھے　مگر افواج بزدل کی نظر میں مثلِ ضیغم تھے
یہ ڈٹ کر جس طرف کرتے تھے حملہ فوجِ دشمن پر　مقابل میں نہ ٹھہرتا تھا کوئی دستہ کوئی لشکر
کمک دی کوشش بہت کی شمر نے لیکن نہ کام آئی
مآلِ کار پیچھے کو اُلٹ کر فوجِ شام آئی

دوسرا حملہ خیمۂ اطہر پر

جو دیکھا عزرہ ابن قیس نے افواج کا نقشہ
سر میداں سپہ سالار سے کہلا کے یہ بھیجا

سواروں میں ہے پیدا بزدلی لڑنے سے بد دل ہیں
ہزاروں ان میں زخمی ہیں ہزاروں ان میں گھائل ہیں

پیادے اور تیر انداز فوراً بھیجئے آگے
سپاہِ تازہ دم سے فتنۂ خوابیدہ تا جاگے

دیا یہ حکم ابن سعد نے شیث ربعی کو
کہ دوڑو فی الفور تیر انداز لے کر حملہ آور ہو

کیا انکار لیکن جنگ سے ابن ربعی نے
گوارا تیر بارانی نہ کی سفاک کے جی نے

حصین ابن نمیر تند خو حاکم کے ایما سے
پیادے پانسو ناوک فگن لیکر بڑھ آگے

کماں بردوش تیر انداز یہ آگے کو بڑھ آئے
بہت نزدیک سے پیہم انہوں نے تیر برسائے

ہلاک اکثر ہوئے گھوڑے جوانانِ حجازی کے
مگر دم خم رہے قائم وہی ہر ایک غازی کے

اسی حملہ میں گھوڑا حضرت حُر کا بھی کام آیا
گرا جو اشقیا کا سر جدھر فوجِ امام آیا

محافظ خیمہ ہائے پاک کے جو چار غازی تھے
نہایت شدومد سے اہل عدو ترک تازی سے

لڑائی میں اگرچہ تھی بہت تیزی بہت سختی
نہ تھی جرأت عدو کو تا حدِ خیمہ پہنچنے کی

رہا یہ جور و استبداد بھی ناکام دشمن کا
ہوا یہ خونچکاں حملہ شکست انجام دشمن کا

تیسرا حملہ ابن سعد کا خیمۂ اطہر پر

ہوئی جب سعیٔ تیر اندازیٔ ناوک فگنی باطل
تو ابن سعد نے کی اور اک تدبیر لا حاصل

کہا اے فوج والو تم اگر لڑنے سے عاری ہو
ہے بہتر دور سے خیموں پہ فوراً شعلہ باری ہو

ہوئی آتش فشانی پر سپاہِ ناریاں مائل
مگر ان دو نو خیموں کے ہوئے شعلے نہ ٹھنڈے دل

امام پاک نے نادیدنی یہ رنگ جب دیکھا
پس خیمہ ہجوم شعلہ ہائے جنگ جب دیکھا

کہا اے عمر اے بزدل کیا ہنگامۂ شر ہے
ہے مومنوں سے گریزاں عمر تو کیوں حملہ آور ہے

نہیں تجھ میں وہ فطری جوش جو ہوتا ہے انساں میں
شجاعانِ عرب کی ناک کٹوا لے حیا نہیں

سپاہِ شام میں لڑنے کی ہمت گر نہیں باقی
تجھے احساسِ خودداری و غیرت گر نہیں باقی

تو پھر کس منہ سے لڑنے کیلئے میداں میں آیا ہے
سپہ سالار اے بزدل بتا تجھے کس نے بنایا ہے

ہزاروں مل کے چند افراد سے تم لڑ نہیں سکتے
قدم مومنوں کی جانب کیوں تمہارے جم نہیں سکتے

ہوا خاموش ابن سعد فرطِ شرم و غیرت سے
جواب حملہ نہیں آیا کوئی پاسِ ندامت سے

چوتھا حملہ شمر کا خیمۂ اطہر پر

مگر شمرِ لعیں ہرگز شرارت سے نہ باز آیا
شرر برکف قریبِ خیمۂ شاہ حجاز آیا

قسم کھائی کہا ظالم نے خیمہ کو جلا دونگا
نشانِ اہلبیتِ پاک دنیا سے مٹا دونگا

امام پاک نے اس کی طرف پھیرا رخِ روشن
رہا قائم مگر اپنی ہی ضد پر شمر ذی الجوشن

حمید و شبث سرداراں گو نے بھی سمجھایا
مگر شمرِ لعیں آتش فشانی سے نہ باز آیا

زہیرِ تیغ برکف ساتھ لے کر دس جوانوں کو
بڑھے خیمہ کی جانب دیکھنے ان سخت جانوں کو

کیا حملہ سپاہِ شمر پر اس تیز دستی سے
مٹایا لشکرِ اشرار کو دم بھر میں ہستی سے

ابو عزرہ ضبابی شمر کی افواج کا افسر
ہوا فی النار اہلِ دین کی زد کا مزہ چکھ کر

ہزیمت خوردہ شمرِ بے حیا میدان سے بھاگا
یہ شیطانِ مجسم سایۂ رحمٰن سے بھاگا

ابتدائے جنگ کا پیام اور نماز جمعہ کا اہتمام

سحر سے تھا ابھی تک سلسلہ جاری لڑائی کا
نتیجہ تھا ابھی مستور خنجر آزمائی کا

سپاہِ شام میں بے حد بے پایاں سپاہی تھے
اجل کے ہاتھ میں تھے تابع حکمِ شاہی تھے

کمی دس بیس کے مرنے سے ان میں کچھ آئی تھی ——— جو مر جاتا تھا اس کی لاش تک پائی نہ جاتی تھی
مگر ہمراہیانِ شاہِ والا کی شہادت سے ——— تھا لشکر دم بدم ہمدوش کمزوری قلت سے
اسی دوران میں دن ڈھل گیا وقتِ زوال آیا ——— نمازِ ظہر پڑھنے کا شہِ دیں کو خیال آیا
ادب سے پھر ثمامہ صائدی نے یہ گذارش کی ——— نماز با جماعت ہو امامِ انس و جن آشری
نہ ہے جوشِ ادائے فرض شوقِ اتباعِ حق ——— نہ تھا خوفِ عدو خوفِ ہلاکت قلبِ مطلق
ثمامہ نے کہا سرکار مصروفِ عبادت ہوں ——— فدا کارانِ ملت ہم نگہبانِ جماعت ہوں

نہ ہو وقتِ قضا فرضِ خدا ہرگز قضا شاہا
ادا ہو فرض بھی وقتِ شہادت یا ادا شاہا

شہادت حبیب ابن مظاہر

ثمامہ کو دعا دے کر شہِ والا نے فرمایا ——— سحابِ رحمتِ حق کا ترے سر پر ہے سایا
کہو شمرِ لعیں سے وہ بھی ہم آہنگ ہو جائے ——— برائے چند ساعت التوائے جنگ ہو جائے
نمازِ جمعہ کا پیغام جب اشرار کو پہنچا ——— حصینِ ابن نمیر بد خصائل طنز سے بولا
نماز اصلاً نہ مقبول ہوگی حضرتِ حق میں ——— کہ شامل ہی نہیں ہیں یہ نمازی ملتِ حق میں
حبیبِ ابن مظاہر نے سنا جب گستہ فقرہ ——— حصینِ کفرِ باطن سے کہا غصہ میں جھنجھلا
غلط ہے اے سگِ دنیا یہ تیرا طعنہ بیجا ——— سلیقہ بات کرنے کا تجھے اب تک نہیں آیا
نمازِ دشمنانِ دیں تو ہو مقبول اے غافل ——— نمازِ سبطِ زہرا کو قبولیت نہ ہو حاصل
حصین ابنِ نمیر اس بات سے غصہ میں جھلایا ——— اٹھایا نیزہ کھینچا تیغ کو گھوڑے کو دوڑایا
حبیب ابن مظاہر نے بھی کھینچا خونچکاں خنجر ——— کیا حملہ سرِ میداں حصینِ کینہ پرور پہ
ہوا گھوڑا الف ٹانگیں کٹیں سر پر پڑا خنجر ——— حصین اوندھا گرا اچھلا نہ دم بھر پشتِ مرکب پہ
سرِ اسپِ حصیں ہی تیغ تھی پیوست غازی کی ——— نہ آنے پائی تھی نوبت ابھی تک نیزہ بازی کی

سپاہِ شام نے یلغار کر دی دفعتاً مل کر
حصینِ بیحیا نے خاکِ ذلت سے اٹھا کر
حبیب اللہ اکبر کہہ کے سوئے فوجِ شام آئے
تمیمی فوج کے اکثر سپاہی ان کے کام آئے
بدیل ابن صریم جنگجو آیا مقابل میں
حبیبِ پاک کے حملہ سے تھا خائف مگر لعیں
سنبھلنے بھی نہ پایا تھا سرِ میدان یہ ناری
ہوا داخل جہنم ضربِ غازی دوہری کھا کر
عقب سے اک تمیمی تیغ زن نے کر دیا حملہ
مگر فوراً ہی کھا کر زد حبیبِ شیرِ حق سنبھلا
پلٹ کر ہاتھ مارا تیغ کا پشتِ تمیمی پر
گرا ناپاک فرشِ خاک پر گھوڑے سے نیچے ہو کر
حبیبِ باصفا کا رُخ پلٹنے بھی نہ پایا تھا
ابھی جنبش میں خنجر تھا ابھی نیزہ اٹھایا تھا
حصینِ بیحیا نے چھوڑ دی تلوار غازی پر
گرا یہ سرفروشِ عشق پشتِ زیں سے غش کھا کر
قلم سر کر دیا اک دوسرے ناری تمیمی نے
دیا بوسہ شہیدِ عشق کو شانِ کریمی نے
شہادت ہو گئی حاصل حبیب ابن مظاہر کو
ہوا صدمہ امامِ دوسرا کی روحِ طاہر کو

پئے شاہِ شہیداں اے خدا اے خالقِ داور
ابد تک رحمتیں برسیں حبیب ابن مظاہر پر

شہادتِ حُر

حبیب ایسا محبِ خاص جب میداں میں کام آیا
حسین ابن علیؑ کے دل میں جوشِ انتقام آیا
اٹھائی ذوالفقارِ حیدرِ کرار ہاتھوں میں
بنی برقِ غضب تیغِ قضا تلوار ہاتھوں میں
زرہ حمزہؓ کی پہنی نیزۂ عباسؑ چمکایا
رگ و ریشہ میں خونِ ہاشمی چھن کر ابھر آیا
یداللہی تجمل نے قبائے ناز کو چوما
شجاعت نے رکابِ مرکبِ جانباز کو چوما
فرشتوں نے کہا نصرٌ من اللہ عرشِ اعظم پر
ہوئیں فتحِ مبین کی حمد خواں آیاتِ پرچم پر
کیا عزمِ دغا میدان کی جانب نظر ڈالی
نگاہِ لطف خویش و اقربا احباب پر ڈالی
زہیرؓ و حُر نے دامن پہ مچل کر التجائیں کیں
شمامہ اور نافع نے ادب سے پیش رائیں کیں

کہا سب نے کہ ہم حاضر ہیں سر حاضر ہے جاں نثار
ہمارے ہوتے کیوں سرکارِ والا جائیں میداں میں
یا صرا زہیر و نافع و حُر رک گئے حضرت
یہ دونوں تیغ بر کف سوئے میدان دُعا آئے
کیا دونوں نے فوجِ اشقیا کو درہم و برہم
نہاں جب نخوۂ اعدا میں کوئی ایک ہوتا تھا
پہونچتا تھا لئے امداد فوراً دوسرا تازی
نظامِ جنگ ابن سعد نے جب منتشر دیکھا
سواروں پر کیا غصہ پیادوں پر ملامت کی
ہوئیں حکمِ سپہ سالار سے پھر مشتعل فوجیں
ہوئی بارش یکایک ہر طرف سے آب پیکاں کی
ہزاروں تیر اک جھٹکی سے جو چلتے تھے سر یکدم
جدا اک دوسرے سے ہو گئے جانباز یہ دونوں
غضب یلغار تھی بارش عجب تھی تیغ و خنجر کی
اسی گھمسان میں صفوان نے حملہ کیا حُر پر
بچا کر وار حُر نے سینۂ صفوان کو تاکا
ہوئے صفوان کے پھر تین بھائی حملہ آور حُر پر
اُٹھا کر پشت سے تیغ ایک کو میداں میں مارا
شکم پر تیسرے کے وار نیزہ کا کیا ڈٹ کر
عدم کی راہ لی دم بھر میں چاروں نے بہ ناچاری
قدم میدان سے اُٹھنے لگے افواجِ شامی کے

ملول آقا ہوں کیوں جب جاں نثارانِ امام حاضر
اجازت ہو ہمیں تلوار ہم چمکائیں میداں میں
زہیر و حُر نے چاہی رن میں جانے کیلئے رخصت
کیا درہم صفوں کو فوج پر بن کر قضا چھائے
خجل تھے شامی کوئی ہر ایک کا دیکھ کر دم خم
نہ جب یلغار میں احسانِ شمشیرِ نیک ہوتا تھا
غرض میداں میں تھے دونوں مجاہد صف شکن جانباز
ہوا مغموم پہلے فوج کو غصہ سے پھر دیکھا
بہت سختی سے پھر یلغار کرنے کی ہدایت کی
ہوئی بحرِ شجاعت میں رواں یکبار پھر موجیں
رواں نہریں ہوئیں شمشیرِ غازی خون آشامی کی
نہ ہوتا تھا ذرا کم فوجِ ابن سعد کا دم خم
ہوئے گم مجمعِ اشرار میں دم سازیہ دونوں
نہ تھی حُر کو خبر میدان میں اپنے تن و سر کی
اچانک وار نیزہ کا کیا نیزہ کو لہرا کر
اُٹھایا پشت سے زین نیزہ پر ناپاک کا لاشا
کیا فی النار تینوں کو مگر اس شیر نے بڑھ کر
کیا خنجر کی زد سے دوسرے کو صاف چوپارا
گرا فرشِ زمیں پر دھڑ سے یہ بیشرم بھی کٹ کر
رُکے دو دو زخم کے چہرہ پہ جاکے یارو تیغ تاری
ہوئے آثار ظاہر برہمی بدانتظامی کے

بڑھے شمر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو — کہاں غیرت ہے لو بزدلوں حر دلاور کو
ہزاروں تم ہو وہ میداں میں تنہا ہے اکیلا ہے — تمہاری فوج دریا موج میلا ہے جھمیلا ہے
جو تم چاہو تو دم بھر میں مجاہد کو فنا کر دو — اڑا دو خاک گر مل کر تو جنگل خاک سے بھر دو
وہ بار مشتعل ہو کر بڑھا یہ مشتعل لشکر — اٹھے یکبار پھر تیغ و سنان و نیزہ و خنجر
اکیلے پر ہزاروں غدار ہر جانب سے ہوتے تھے — مگر اس شیر کے نعرے حواس و ہوش کھوتے تھے
غرض تاب و توانائی نے جب تک رہنمائی کی — چمکتی ہی رہی تلوار میداں میں خدائی کی
اکیلی جان پر حملہ تھا پیہم ہر سپاہی کا — تھا چکنا چور تن زخموں سے حر ابن ریاحی کا
جبیں سے تا کف پا زخم تھے پیکان و خنجر کے — مگر کس بل تھے میداں میں وہی حر دلاور کے
لہو پاشی سے تھا اس درجہ رنگیں جسم صد پارہ — کہ تھا ہر زخم تن خون وفا کا ایک فوارہ
کئے جب اشقیا نے پے بہ پے ہر سمت سے حملے — یہ غازی رو بقبلہ ہو کے مرکب سے لگا گرنے
قصو ابن کنانہ نے کیا حملہ برابر سے — صدائے یا علی نکلی لب حر دلاور سے
امام دوسرا لبیک کہہ کر بے قرار آئے — پئے تلقین صبر ضبط سوئے جاں نثار آئے
مگر ابن کنانہ کی طرف پھر کر دیا خنجر — تصور پر تصور آیا نظر قصر جہنم پر
سنبھالا حر کو دست پاک سے آغوش رحمت میں — ہزاروں زخم پائے جسم مشتاق شہادت میں
قریب خیمہ لائے سر رکھا زانوئے اقدس پر — نظر آیا شہید عشق کو اب دوسرا منظر
جمال ساقی تسنیم فردوس نظر پایا — شہیدان محبت کا دماغ افلاک پر پایا
یہ منظر دیکھتے ہی ہو گیا وہ محسن حق غازی — تعالی اللہ انجام جہاد جوش جانبازی
شہادت پائی آخر عرصہ پیکار میں حر نے — جگہ لی حضرت سید ابرار میں حر نے
شہادت نے پکارا سرفروش آیا شہید آیا — جناں میں حور بداماں کہ حر ابن یزید آیا
برادر حر کے مصعب اور علی فرزند حر دونوں — شہید آخر ہوئے لڑ بھڑ کے یہ دلبند حر دونوں
غلام حر با تمکیں عنترہ جنگجو نامی — لڑ لڑ کر ہوا مقتول یہ اسلام کا حامی

بھتیجے بھانجے، فرزند، بھائی سامنے آئے
زباں پہ ماجرائے شوق و حرفِ مدعا لائے

تھا ہر اک نونہالِ ہاشمی مرنے پر آمادہ
شہادت کے لئے بے چین تھا ہر فاطمہ زادہ

ہر اک میداں میں جانے کے لئے مائل بہ سبقت تھا
ہر اک کو نشۂ مردانگی جوشِ شہادت تھا

خلیلی یہ چمن تھا ان گلوں کا عطر مجموعہ
تھی جن کی آبیاری کربلا میں امر ممنوعہ

قریشی خانداں کے یہ حسیں محبوب شہزادے
ابوطالب کے لال اللہ کے مطلوب شہزادے

بظاہر بے غرض تھے تخت و افسر لاؤ لشکر سے
بباطن بیش قیمت تھے بہائے ہفت کشور سے

بلا اشتباہ ان جوانوں میں ہر اک تھا صاحبِ عزت
جواں سال و جواں بخت و جوانِ بازو جوانِ ہمت

ہر اک تو عمر میں شیرِ خدا کی شان و شوکت تھی
ہر اک کے دست و بازو میں ید اللٰہی شجاعت تھی

ابوبکر و محمد جعفر و عثمان و عبداللہ
علمبردارِ لشکر حضرت عباسؓ ذی الاجاہ

یہ چھ نام آور و شہ زور تھے فرزند حیدرؓ کے
یہ گویا شش جہت تھے گلستانِ ہفت کشور کے

ابوبکرِ دل آرا قاسمِ قدرت نما طلعت
حسنؓ کے چاند دونوں مہر و ماہِ عرش رفعت

قرارِ جانِ زینبؓ نونہالِ باغِ عبداللہ
جوانانِ جناں عونؓ و محمدؓ ذی شرف ذی جاہ

امامِ دہر سجادؑ و علی اکبرؑ۔ علی اصغرؑ
سراپا نور تصویرِ جمالِ سبطِ پیغمبرؐ

عبید اللہ و جعفر عبد رحماں صاحبِ ایماں
عقیلؓ ابن ابی طالب کے فرزندانِ ذی الاحساں

محمد بن سعید پاک و عبداللہ بن مسلم
عقیلؓ پاک کے دونوں نبیرے دین کے خادم

اٹھارہ شاہزادے یہ قریشی خانوادے کے
شجاعت کے دھنی دل کے قوی پکے ارادے کے

حواسِ خمسہ تھے یہ شش جہت اربع عناصر کے
ہوئے تھے منتخب بزمِ موالید ثلاثہ سے

دیار و ملک میں تھا شہرۂ آفاق یہ کوفی
تھی اس پر منطبق ضرب المثل کوفی لا یوفی

مقابل میں زہیرِ پاک کے جاتے یہ ڈرتا تھا
مگر تھا لالچی نادار تھا دولت پہ مرتا تھا

کہا اے عمرو ابن سعد میں دشمن ہوں دشمن کا
مگر اب خوف ابن قین سے ہے مجھکو تن من کا

مرا کب پایہ ہوں گو شیرِ میدانِ شجاعت ہے
مقابل اسکے ہم میں کون جائے کسکو جرأت ہے

میں اسکے سامنے جانیکی جرأت کر نہیں سکتا
میں اس سے دو بدو لڑنے کی ہمت کر نہیں سکتا

تخیل میں مرے اسوقت اک تدبیر آئی ہے
یہی تدبیر از نصرت و مشکل کشائی ہے

کمیں گاہیں بنائی تین جائیں قلب لشکر میں
سپاہی جو ہوں انمیں جو نہاں ہوں تیغ و خنجر میں

لگا کر میں فریب مکر سے ان کو ادھر لاؤں
کمینگاہوں میں حملہ آوروں کو مستعد پاؤں

یکایک گھیر لیں غازی کو پہلے مورچے والے
نکل آئیں سپاہ خفیہ سب تانے ہوئے بھالے

اکیلا آدمی تنہا ہے بھلا کیا جیت پائیگا
کہاں بچکر نکل کر نرغۂ دشمن سے جائیگا

اگر بدقسمتی سے معرکہ پہلا وہ سر کر لے
بزور تیغ فوج خفیہ کو زیر و زبر کر لے

تو اگلے مورچے والے بھی خندق سے نکل آئیں
سنان و خنجر و تیغ و تبر کا مینہ برسائیں

زہیر اس دوسری منزل پہ آ کر رہ جائیگا
یہاں خالی نہ ہرگز کوفیوں کا وار جائیگا

یہاں آکر بھی ابن قین گو گر کامیابی ہو
نکل کر تیسری چوکی سے حملہ پھر جوابی ہو

کہاں تک اک مجاہد لڑ سکے گا ہم ہزاروں سے
کہاں جائیگا بچکر شیر نرغۂ بدکاروں سے

بچھا کر جال میداں میں حجر ابجر الحجار آیا
زہیر پاک کی تعظیم ڈھب کے سے بجا لایا

نہیں آیا کہا لے ابن قین اصلا میں لڑنے کو
نہ کوئی فوج لایا ہوں مخالف کے پکڑنے کو

کہا غازی نے اے مکار کیوں باتیں بناتا ہے
یہ میداں ہے یہاں ہر شخص قسمت آزماتا ہے

حجار آہستہ بولا اے بہادر سلیے تیری ہمت
ہو تجھ سا شیر کیونکر [illegible]

حسین ابن علیؑ نامدار میں بھوکے ہیں پیاسے ہیں
نہیں کچھ پاس ان کے ہاں یہاں پرچم ملا ہیں

عبید اللہ کا طوطی بولتا ہے آج دنیا میں
یزید شام تک کو نہ کا ہے محتاج دنیا میں

عبید اللہ سے ابن قین رسم و راہ کر پیدا
کہ وہ تیری بنجا نسے تیری شہزوری کا ہے شیدا

زہیر پاک نے تلوار کھینچی سن کے یالغو لے
کہا او بے حیا مکار یہ ناپاک منصب لے

بچھے میداں میں معلوم دے نہیں سکتا سنبھل پاجی
جہنم میں پہنچنے کے لئے تو جلد آجا جی

نکلا تیغ کی زد سے حجار تند خو بھاگا
مثال غنچۂ خوابیدہ غازی کا زمن جاگا

صفوں کو کاٹتا غازی بڑھا آگے کو میداں میں　　پڑی ہلچل کمیں گاہوں میں غل تھا فوج بہتاں میں
زہیرِ تیغ زن ہر مورچے کو کر کے سر نکلا　　لئے سینے کے اندر شیرِ حیدر کا جگر نکلا
ہزاروں نیزہ و تلوار پڑتے تھے مجاہد پر　　تھا زغہ سینکڑوں اشرار کا کہ جانِ واحد پر
مگر پا دست و بازو چھد گئے تھے زخموں کی کثرت سے　　مگر سرشار تھا غازی مئے جامِ شہادت سے
بدن زخمی تھا سارا خون کے چشمے ابلتے تھے　　سنان و تیغ غازی پر کفِ افسوس ملتے تھے
زباں تھی خشک غالب تشنگی تھی رک گیا تھا دم　　مگر تیغِ دو دم جنبش میں مثلِ برق تھی پیہم
کثیر ابنِ عبید اللہ شعبی تیرہ باطن نے　　کیا غازی پہ حملہ بے تحاشا آ کے پیچھے سے
مہاجر ابنِ اوس نے بھی مقابل سے　　چلا دی تیغ خوں آشام نکلی آہ ہر دل سے
بیک ساعت ہوئے دو وار غازی پر مجاہد پر　　مرے کہ نطق منہ ہاں اللہ اکبر کی صدا دیکر
صلوٰۃِ خوف پڑھ کر جب ہوئے فارغ شہِ والا　　خبر پائی کہ اعدا نے انھیں بھی ذبح کر ڈالا
جگر تھامے ہوئے سرکار مغموم و حزیں آئے　　سرِ بالیں زہیرِ پاک کے سلطانِ دیں آئے
اُٹھایا نیم مردہ نعش کو خیمہ میں لے آئے　　پیامِ مغفرت جاں باز کو افلاک سے آئے
ہوائے دامنِ شاہِ شہیداں جب قرار پائی　　تنِ بیجاں میں روحِ تازہ گویا عود کر آئی
سکوں کی سانس آئی آنکھ کھولی سر کو جنبش دی　　قریب پائے نازِ شاہِ والا آ کے کروٹ لی
غرض یہ تھی دمِ آخر ہو سر آقا کے قدموں پر　　شہادت کے یقیں تھا ہو حضورِ شافعِ محشر
کہا سرکار نے اے مرنے والے آرزو کیا ہے　　کہا پیاسا ہوں کوثر کے سوا اب جستجو کیا ہے
زباں آئی لبوں تک جنبشِ لب سے ہوا ظاہر　　ملا لبِ تشنہ کو جامِ طہورِ طیب و طاہر
کہا الحمد للہ جان دے دی مرنے والے نے　　جناں کی راہ لی معرکہ سر کرنے والے نے
ہوا میت پہ سایہ رحمتِ عالم کے دامن کا　　تعالی اللہ یہ رتبہ زہیرِ خلد مسکن کا

ہوئی بارش عرش سے جلوؤں کی جنت سے بہار آئی
ہوں قائم یادگاریں مستقل ان جان نثاروں کی

شہادت رفقائے امام

شہادت سے رفیقوں کی رفیقان شہ والا — بجوش ناز تھے مائل بہ سیر جنت اعلیٰ
امنگیں تھیں دلوں میں نہ لبے سینوں میں سماتی تھیں — شہادت کیلئے بیتاب تھے سر دینے کو خواہاں تھے
صفیں تھیں سر فروشوں کی حضور شہ میں استادہ — ہر اک شیدائی اسلام تھا مرنے کو آمادہ
سپاہ شام سرداران مسلم کی شہادت سے — زخود رفتہ ہوئی جاتی تھی میداں میں مسرت سے
خوشی انکی بے گفتن برائے نام ہوتی تھی — کہ سعی جنگ و ہمت جنگ سب ناکام ہوتی تھی
برائے چند ساعت کچھ سکوں ہوتا تھا لشکر میں — ظہور تہنیت جوش جنوں ہوتا تھا لشکر میں
زہیر و حر کے مرنے کی مسرت شامیوں میں تھی — خوشی اس کامیابی پر انھیں ناکامیوں میں تھی
رفیقان زہیر و حر میں نافع اور شمامہ تھے — یہ دونوں تیغ زن منجملۂ اصحاب جاں سپر تھے
صف دشمن میں یہ بھی لڑ رہے تھے آگے بڑھ بڑھ کر — جدھر ملتا تھا موقع حملہ کر دیتے تھے چڑھ چڑھ کے

شمامہ نے سنبھالا دیر تک بگڑی لڑائی کو
کیا مقتول اپنے ہاتھ سے عم زادہ بھائی کو

شہادت نافع بن ہلالی مرادی

جناب نافع جب میداں میں لڑنے کو آئے تھے — بجھا کر زہر میں تیروں کو اپنے ساتھ لائے تھے
لکھا تھا نام اپنا آپ نے ہر تیر کے پھل پر — انھیں تھا ناز اپنے دست و بازو اپنے کس بل پر
بہت سے آدمی اغیار کے مجروح کر ڈالے — ہر اک زخمی کو تھے میداں میں اپنی جان کے لالے
انھوں نے تاک کر میداں میں بارہ آدمی مارے — تھے اُن کے تیر دشمن کیلئے دوزخ کے انگارے
لڑے شدت سے بازو لڑتے لڑتے جنگ میں ٹوٹا — مگر انکی لڑائی دیکھ کر دشمن کا جی چھوٹا
کمند انداز کچھ چھپ چھپ کے نافع کی طرف آئے — بچا کر آنکھ یہ خدام شمر نا خلف آئے

پکڑ کر شمر ان کو عمر ابن سعد تک لایا
سپہ سالار لشکر مسکرایا دیکھ کر ان کو
کہا نافع نے ہنستا کیا ہے ابن سعد تو مجھ پر
گے بازو شکستہ لڑتے لڑتے گر نہ ہو جاتے
کلام تلخ سن کر عمر ابن سعد جھلایا
کرو نافع کو فوراً قتل یہ گستاخ خود سر ہے
کوئی مسلم مجھے گر مارتا مجھ پر گراں ہوتا
خدا کا شکر اک مردود کافر میرا قاتل ہے
یہ سنکر شمر نے رکھدی چھری نافع کی گردن پر
شہادت کا ہیں ہی جان ابن نافع ملا کی
لڑے میداں میں ڈٹ کر عبدالرحمان ابن عبداللہ
ہمہ یعنی خاندان کے سیف و مالک نوجوان بھائی
جناب حنظلہ اسعد علی فخر کے ازدواں بیٹے
عمر فرزند خالد عبدالرحمان احمد عبداللہ
جنادہ ابن حارث قرہ ابن قرہ غفاری
کماں بر دوش یحییٰ بن سلیم مازنی غفاری
انس کا لخت دل مالک کثیر ابن قیس تیغ زن
بہادر عابس ابن شوذب شاکری ذی شاں
نکلے یادگار سے داد شجاعت دیکھے میداں میں
لڑا اس ٹھاٹھ سے جی توڑ کر ہر ضرب خیبر
قدم سو سو دفعہ اکھڑے سپاہ تیز باطن کے

یہ شیر زخم خوردہ سامنے روباہ کے آیا
مگر پایا نہایت پختہ ہمت بے جگر ان کو
ظلم میں نے کیا ہے تیرے بارہ فوجیوں کا سر
گرفتار اے لعینوں تم مجھے ہرگز نہ کر پاتے
باندازِ تحکم شمر سے غصہ میں فرمایا
کہا نافع نے شکر اللہ کا اے صاحب سمجھے
مرے باعث سے قاتل پر عذاب گراں ہوتا
ازل سے شمر دوزخ آشنا شیطان کا ہے
ہوا حاصل شہید حق کو قرب خالق اکبر
عطا مرحوم کو فردوس کی جنت کے والی نے
یہ غفاری مجاہد دونوں تھے لخت دل حمزہ رض
رہے جنگ آزما دشمن سے با صد شان عنائی
سعید با سعادت حنظلہ کے نوجواں بیٹے
مہاجر جعفی و مسروق بن حجاج حق آگاہ
عمر ابن جنادہ عمر ابن قرظہ انصاری
عمر ابن مطاع جعفی و نفس قادر اندازی
ابو شعثہ یزید ابن زیاد و نادہ ہر قرن
برہم راہی شوذب خادم خاص و عزیز از جان
ہوئے واصل بحق داخل ہوئے بزم شہیداں میں
لگے کشتوں کے پشتے چھا گئی اشرار پر ہیبت
لڑے حق کے بھروسے پر پیاسے یہ کئی دن کے

رفیقوں میں جو سب سے پیشتر میدان میں نکلے ابو شعثا یزید ابن زیاد اکرم نکلے تھے
یہ تھے ہمراہیان عمر ابن سعد میں شامل فن تیر افگنی میں تھے نہایت ماہر و کامل
صدائے صلح ابن سعد نے جب مسترد کر دی پسند آئی نہ ان کو اسکی بے رحمی و بیدردی
ملامت کر کے ابن سعد کو فوراً چلے آئے مجاہد بن گئے اسلام کے جھنڈے تلے آئے
بوقت جنگ سب سے پہلے میداں میں قدم رکھا لڑے جی توڑ کر رخ جانب ملک عدم رکھا
چلائے تیر ضرب گن کر سپاہ اہل باطل پر پڑا ہر تیر ناوک بے خطا فوج مقابل پر
عجب انداز سے یہ کر رہے تھے تیر اندازی دعا دیتے تھے شہ یارب فزوں ہو قوت غازی
سوید خثعمی تو آخری مرد دلاور تھے ہوئے سیراب سب پی کر جو جام شہادت کے
دیا خطبہ جناب حنظلہ نے عین میداں میں مگر جنبش نہ پیدا کر سکے اخوان شیطاں میں
لگے بازی ہرے سارے رفیقان شہ والا ہوئے جنت میں داخل پا گئے سب رتبۂ اعلیٰ
الٰہی جوش مسلم کو عطا کر ان شہیدوں کا بھرم رکھا ہم غریبوں نا شکستوں کا [illegible]

شہزادگان اہلبیت

رہا باقی نہ جب کوئی مددگاران ناجی میں ہوا جوش عزا پیدا عزیزان گرامی میں
ابد تک پھول برسیں گلستان نونہالوں پہ
الٰہی رحمتوں کی ہو نچھاور مرنے والوں پہ

شہادت زہیر ابن القین

زہیر باصفا میداں میں حر سے جدا ہو کر سپاہ میں گھس گئے کھینچے ہوئے خنجر
شجاعت میں نہ تھا کوئی عدیل انکا نظیر انکا پئے عدو دشمناں تیر قضا گویا تھا تیر انکا
بوقت جنگ میداں میں ہزاروں پہ بھاری تھے جہاں پہ صولت و نخوت میں سکے انکے جاری تھے

اُلٹ کر میسرہ کو قلبِ دشمن میں یہ در آئے | صفایا کر دیا اُس سمت دشمن کا جدھر لپکے
قریبِ فوجِ ابنِ سعد یہ لڑتے ہوئے پہنچے | پکارا افسرانِ فوج کو سالار نے ڈر کے
بڑھا ہرنے کو پہلے سامنے یا سامری نامی | یہ کوفی گو بہادر تھا مگر اے وائے ناکامی
زہیرِ پاک کے نیزے میں چھد کر رہ گیا مر کے | ہوئے اک وار میں فی النار وہ ٹکڑے بد اختر کے
دوبارہ نصر ابنِ کعب نے حملہ کیا بڑھ کر | دکھائے زور و شہ زوری کے جوہر بھی رجز پڑھ کر
یزید المفار کو آتے بھی نہ پایا تھا مجاہد پر | کہ سر پہ پڑ گیا دھڑ سے زہیرِ پاک کا خنجر
کلیجہ چیر کر تلوار سر سے تا کمر پہنچی | تڑپ کر روح اس ناپاک کی سوئے سقر پہنچی
برادر نصر کا صالح بھی اک حملہ میں کام آیا | پسر صالح کا کعب آیا برائے انتقام آیا
ہوئے فی النار دونوں باپ بیٹے بہت خواری سے | نہ باز آئی مگر فوجِ مقابل ترکتازی سے
حجازِ فتنہ ساماں کو بڑھایا میر لشکر نے | بہت کچھ اس کو سمجھایا بجھایا میر لشکر نے
لٹے اس سر زمیں شاہانہ تحمل سے جلالت سے | اٹھا غل مرحبا کا آسمانِ فتح و نصرت سے

ہوئے شہزادگانِ دینِ حق یہ جاں بحق سارے
بھلا بیٹھے مسلماں دین و ملت کے سبق سارے

میدان کارزار کا نقشہ

وہ منظر عرصہ گاہِ جنگ کا العظمۃ للہ | بلاشک تبصرہ ہے غیر ممکن جس پہ خاطر خواہ
شکستہ چند خیمے ایک جانب ہیں سرِ میداں | ہیں اک جانب سیاہ خیمہ خرگاہ بے پایاں
بچھونا ریگ کا جلتے ہوئے ٹیلے پہ آتش کے | درختوں کے تلے اک سمت شامی فوج کے بستر
خوشنما اک سمت کچھ خیمے بنا کے ناز کے | صراحی و پیالے اک سمت سے آشام متوالے
وہ ریگستان وہ جوشِ تشنگی وہ پیاس کی شدت | ہوا وہ گرم سورج کی تابش دھوپ کی حدت
جفاؤں پر جفا وہ تین دن کے بھوکے پیاسوں پر | علی کے بیٹے پوتوں پر پیمبر کے نواسوں پر

نقط وہ قتل پر تھا کم امیدوں کی
نظر کے سامنے زندہ تھیں یادیں شہیدوں کی
پھر ایسے میں لڑائی اور لڑائی دشمنِ دیں سے
خیالِ صلح گویا نقشِ باطل تھا جو پرسی ہے
مگر حیل علی اس ہمتِ مردانہ کے صدقے
توکل کے تصدق صولتِ شاہانہ کے صدقے
رضائے حق میں خویش و اقربا قربان کر ڈالے
یہ جوشِ ملت و ایثار دیکھیں دیکھنے والے
یہ شانِ حریت ہے جوشِ صادق اس کو کہتے ہیں
ہے یہ پاسِ شریعت عہدِ صادق اس کو کہتے ہیں

حضرت علی اکبرؓ کا عزم وغا

قریشی ہاشمی ہر نوجواں ہر مرد تیغ افگن
لگے بانکپن سے لڑنے کو نکلا جانبِ دشمن
ہوا جب جنگ آمادہ سب سے پہلے معرکہ میں
ہر اک شہ زور نے دادِ شجاعت دی سرِ میداں
حرم کا ہر مجاہد مردِ میدانِ شجاعت تھا
ہر اک لب تشنہ گویا تشنۂ جامِ شہادت تھا
گلِ باغِ جناں لختِ دلِ شبیرؓ علی اکبرؓ
جواں ہمت حسیں صورت محمد مصطفےٰ پیکر
پئے اذنِ وغا پہلے چلا شانِ حجازی سے
حضورِ شاہ میں آئے ادائے بے نیازی سے
یہ نورالعین لیلیٰ بنتِ مرہ خوش اختر تھا
کہ جس کی آنکھ میں نورِ الٰہی جلوہ گستر تھا
حسینؓ ابنِ علیؓ کا لاڈلا بیٹا یہ مہ پارا
یقیناً تھا عروسانِ جناں کی آنکھ کا تارا
تھا نشہ آنکھ میں جوشِ شجاعت کا سوا حد سے
ملا تھا جذبۂ زورِ یداللّٰہی اپنے جد سے
شگفتہ مثلِ گل باغ و بہارِ زندگانی تھا
اٹھارہ سال کا سن تھا عنفوانِ جوانی تھا
کیا ہر چند ہم عمروں سے عزمِ وغا پہلے
بذوق و شوق میدانِ شہادت میں گیا پہلے
بصد آداب والد سے اجازت چاہی آئی
توجہ اپنی جانب شفقت کی لطف فرمائی
نہاں اس جذبۂ اخلاص میں تھا جوشِ ملت بھی
تھا اس رمزِ جانبازی میں اندازِ سیاست بھی
تصنع سے بری یہ جذبۂ اخلاص کامل تھا
تمنائے شہادت دل میں تھی ٹوٹا ہوا دل تھا

حضرت سیدنا خلیل علیہ السلام کی قربانی

خلیل اللہ کو لا ریب تھا یہ حکم ربانی
کہ خود قربان اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی

رضائے حق پہ ابراہیمؑ خوددار ہو گئے راضی
کیا مطلق نہ کچھ اندیشۂ مستقبل و ماضی

لٹایا خاک پر لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے
کیا ذبح پدر نے خود پسر کو اپنے ہاتھوں سے

یہ قربانی تھی پہلی امتحان گاہ محبت میں
رہے دونوں مکرم ثابت قدم راہ محبت میں

تھی اب تک سرخی افسانۂ عظمت یہ قربانی
مگر دنیا نے دیکھا کربلا میں منظر ثانی

جہاں میں چند قرنوں کے بعد پھر اک انقلاب آیا
الٹ کر پھر وہی دور خلیلیؑ بے حجاب آیا

ہوا نسل خلیل اللہ میں ابن علی پیدا
ہوئی گلزار ابراہیمؑ میں تازہ کلی پیدا

حضرت علی اکبرؓ کی اجازت طلبی

نشان شان عظمت کربلا میں پھر نظر آیا
پدر کے سامنے پھر ذبح ہونے کو پسر آیا

علی اکبرؓ نے شہ سے التجا کی یہ بصد منت
خدارا مجھ کو بابا جان اب دیجیے رخصت

رضائے حق وہاں موقوف تھی بیٹے کی مرضی پر
یہاں تھی منحصر لخت دل اللہ کی مرضی پر

یہاں بیٹا لگا ہے باپ سے اجازت کا خواہاں ہے
پدر کرتے خدا کی راہ میں بیٹے کو خود قرباں

وہاں بیٹے کے باندھے دست و پا اک رسی سے
لٹایا خاک پر لیکن الگ لیجا کے بستی سے

یہاں اللہ اکبر اندرون خیمۂ اطہر
نہلانے جا رہے ہیں خیر سے نوشہ علی اکبر

سکینہؓ فاطمہؓ کلثومؓ و زینبؓ پاس بیٹھی ہیں
ربابؓ و شہربانو محو رنج و یاس بیٹھی ہیں

شہ ابتلا کا پسر کو باپ خود جوڑا پہناتا ہے
لباس حنائی سے جسم منور کو سجاتا ہے

عبائے رحمت عالم پہنائی جسم اطہر
شہ خیبر شکن کے پٹکے سے کمر باندھی گئی کس کر

سر انور پہ رکھا خود اپنی زرہ پہنائی
سپر لی جوشن و چار آئینہ سے شان غنائی

سنبھالے دست و بازو نیزہ و شمشیر و خنجر سے
الٰہی یہ مرا لخت جگر ہے راحت جاں ہے
خداوند جہاں مقبول ہو یہ میری قربانی
الٰہی صبر و ضبط و جوش استقلال دے اس کو
دعائیں دیں کہا نور نظر جاؤ خدا حافظ

دعا مانگی اٹھا کر دست رحمت رب اکبر سے
یہ تیری راہ میں ہو جائے اب ہونے کو قربان ہے
عطا ہو صبر اس کو جب ہو اس پر تیر بارانی
ہے اب تشنہ کئی دن سے حلقوں [illegible]
رضا حق میں [illegible] فرماؤ خدا حافظ

انداز جہاد و اظہار زور ید اللّٰہی

قدم باہر ہوا خیمہ سے جب تصویر مجسم کا
کیا جولاں فرس کو دم زدن میں آسمانوں تک
چمک شمشیر برق آسا کی قہر حق کی بجلی تھی
رجز پڑھ کر کہا ہم صدر بزم اہل عالم ہیں
حسین کو حوصلہ [illegible] سامنے آئے
جلال حیدری تیغ ابرو سے نمایاں تھا
نگاہ قہر سے کچھ دیر تک سوئے عدو دیکھا
کیا پھر اسپ برق وش کو فوج اعدا میں
چمک تیغ خوں آشام کی اک حشر برپا دی
پراگندہ تھے سب فوجی نہ تاب تھی نہ حملہ تھا
صفیں تھیں درہم و برہم [illegible] سب تھے
نہایت شدت و تیزی سے اکبر نے کیا دھاوا
قیامت دہر کی رعب [illegible] حملہ کی شدت تھی
نہ غیرت تھی نہ ہمت ہو گیا بے تاب شہزادہ

حجاب مشرق انوار سے مہر مبین چمکا
چھپا ظلمت میں سیاہ دشمنان [illegible]
کرن تیرہ کی یا تیغ شعاعی اک تجلی تھی
تجلی زادہ علی ابن حسین ابن علی ہم ہیں
ہے [illegible] جس کو [illegible]
سر میدان ہر اک مرد غازی [illegible]
مقابل کوئی [illegible] آئے [illegible]
غضب کی بجلیاں کوندیں [illegible]
سپاہ شام کی سب [illegible]
یہ حملہ حیدر کرار کے [illegible] حملہ تھا
کئے مقتول اکبر نے [illegible]
ہوا ہم [illegible] ابن سعد کا لشکر تہ و بالا
بدن پر [illegible] آتش [illegible] تھی
چلا خیمہ کی جانب [illegible] آمادہ

لب تشنہ سے برجستہ صدائے العطش نکلی
کہا اے قبلۂ دیں تشنگی سے روح کش نکلی
گذارش کی اگر تھوڑا سا پانی بھی میسر ہو
خدا چاہے تو دم بھر میں فنا اعدا کا لشکر ہو
تسلی دی لگایا شاہ نے بیٹے کو سینے سے
کہا نور نظر محروم ہیں ہم کھانے پینے سے
بہت نزدیک ہے اے لخت دل وہ وقت آنیکو
کہ آئیں خلد سے حوریں تمہیں پانی پلانیکو
یہ کہہ کر سرور کونین نے انگشتری اپنی
علی اکبرؑ کے منہ میں بہر تسکین و سکوں رکھدی
دوبارا اس طرح شیر ہاشمی کو جب ترا سا آیا
بڑھا کر رن میں گھوڑا پھر یہ قرشی شہسوار آیا
سپاہِ شام کو للکارتا تھا شمرِ ذی الجوشن
تھا ابن سعد بھی ہم نفیر فوجی یہ طعنہ زن
حصین ابن نمیر اک سمت فوجوں کو بڑھاتا تھا
سبق کچھ عمر بن حجاج اک جانب پڑھاتا تھا
مرتب ہو چکے تھے میمنہ اور میسرہ دونوں
پئے پرخاش تھے مائل خروج و افسر بولا ندوں
دوبارہ شیر غراں کی طرح آئے علی اکبرؑ
چلایا اک طرف نیزہ اٹھایا اک طرف خنجر
نہیں جاہ و جلالِ ہاشمی رخ سے نمایاں تھا
اسی صورت سپاہ شام کا ہر فرد لرزاں تھا
بلانا کام عمر سعد صرف گفتگو ہو کر
مقابل پھر نہ آیا کوئی لڑنے دو بدو ہو کر
بہت چیخا پکارا رن میں جب شمر لعین سارق
بڑھے آگے گو طارق ابن شیث طلحہ بن طارق
کیا یک بار حملہ ملکے دونوں باپ بیٹوں نے
بجز ذلت نہ پایا کوئی پھل تیمت کے بیٹوں نے
ہنر نیزہ زنی تیغ افگنی کے خوب دکھلائے
مگر کام آ سکے کب بے ہنر کی پیش کیا جائے
قلم سر ہو گئے دو ہاتھ میں دونوں کے گردن سے
بہے میدان میں یکدم دو دھارے خون کے تن سے
لپک کر سامنے مصرع نامی پہلوان آیا
جہنم میں اسے بھی ایک ہی نیزے نے پہنچایا
ہوئی ہرگز نہ ہمت پھر کسی کو آگے بڑھنے کی
روش سوچی نئی پھر بزدلوں نے اپنے بچنے کی
کماں سے تیر پتھر گوپھنوں سے پھینکتے جاتے تھے
اماں لیکن نہ پھر بھی توسن کے چنگل سے پاتے تھے
دوبارہ پھر ہزیمت دی علی اکبرؑ نے لشکر کو
بہت بیتاب پایا پیاس سے پھر قلب مضطر کو
پھر آئے عرصۂ پیکار سے پیش شہ والا
کہا بابا نے تو ان ہی تشنگی سے پھر تپایا لالا

جبینِ ناز کو سرکار نے چوما محبت سے | بچشمِ نم ہوا دی جنبشِ دامانِ رحمت سے
غبارِ قامتِ اطہر کو جھاڑا اپنے دامن سے | بلائیں رخ کی لیں پونچھا پسینہ روئے روشن سے
باطمینانِ خاطر صبر کی تلقین فرمائی | غرض جس طرح ممکن ہو سکا تسکین فرمائی
ہزیمت خوردہ لشکر کو سپہ سالارِ لشکر نے | کیا پھر جمع کی تنظیمِ لشکر پھر نئے سر سے
بہت غیرت دلائی مال و دولت کا دیا لالچ | کہا یہ بات نا الوبات کی ہوتی ہے سب کچھ ہیچ
کیا ہے عہد و پیماں تم نے ہم سے لڑنے مرنے کا | بس اتنی بات ہے پھر عہد کر لو کام کرنے کا
تعجب ہے کہ ایک نو عمر لڑکا پختہ کاروں کو | نڈر ہو جب حملہ کرتا ہے بھگاتا ہے ہزاروں کو
نہ اصلا خود غرض نے درگذر کی حرفِ مطلب سے | لہٰذا قرار و پیماں عمر ابن سعد نے سب سے
سہ بارہ حملہ آور پھر ہوئے بڑھ کر علی اکبرؑ | سپاہِ شام کو پھر رکھ لیا تلوار کی زد پر
نڈر گھوڑے کو دی ایڑ پھر مرکب کو چمکایا | کسی کو تیغ سے کاٹا کسی کو محض دھمکایا
جدھر غصہ سے مونھ پھیرا صفوں میں کھلبلی ڈالی | سنبھالی تیغ جب تیروں سے ترکش ہو گیا خالی
سپاہِ شام کو یلغار کا موقعہ نہ ملتا تھا | کہ رعبِ شہسوارِ ہاشمی سے دل دہلتا تھا
بڑھا جاتا تھا پیہم اسپِ تازی پر یہ مہ پارا | عقب سے مرہ بن منقذ نے نیزہ تان کر مارا
لگا وہ زخم کاری نیزہ کا پشتِ دلاور پر | گرا انور نگاہِ شاہ میں گھوڑے سے تیورا کر
زمیں پر گرتے گرتے بزدلوں نے جسمِ اطہر پر | چلائے دفعتاً پیچھے سے آ کر بیسیوں خنجر
کیا بد باطنوں نے پارہ پارہ ماہ پارے کو | چھپایا خاک کے ذروں نے زہرا کے ستارے کو
امامِ دوسرا اٹھتے ہوئے نزدِ لاش ہو کے | عزیز و اقربا مجروح و بسمل لاش پر آئے
اٹھا کر پارہ ہائے دل کو خیمہ کی طرف لائے | صدف میں جمع کرنے کے لئے درِ نجف لائے
اداسی رخ پہ صبر و ضبط کی چہرہ پہ رنگت تھی | لبِ خاموش پر بس اِنَّا لِلّٰہ کی آیت تھی
ہوئی یوں باپ کے پیشِ نظر بیٹے کی قربانی | ہوا یوں دیدۂ یعقوب سے گم یوسفِ ثانی
نہال بیٹے کے بدلے گو عہدِ تعلمائی تھی | تڑپتی لاش بیٹے کی یہاں خوں میں نہائی تھی

رہِ حق میں فدا یوں مردِ حق آگاہ ہوتے ہیں — علی اکبر شہید فی سبیل اللہ ہوتے ہیں
جگر پارہ حسینؓ ابن علیؓ کا پارہ پارہ ہے — گگن میں چاند کر عرشِ اعظم کا ستارہ ہے
ہے تف ان ناریوں پر تف ہے اعوانِ جفا جو پہ — کریگی خلق لعنت تا قیامت اہلِ غلو پہ
الٰہی بہرِ زہراؓ بہرِ حسنینؓ و پئے حیدرؓ — ہو جنت آشیاں ہر نوحہ خوانِ علی اکبرؓ

فرزندان اہلبیت کی یکے بعد دیگرے شہادت

شہادت سے علی اکبر کی ہر لختِ دلِ حیدرؓ — زخم خوردہ بڑھا میدان کو پلٹے ہوئے خنجر
کیا اک سمت سے حملہ ابو بکر و محمد نے — چلائے تیر ان پر اشقیائے لشکرِ بد نے
بڑھے عثمان تب خنجر بکف میدان ماری کو — ہوئی قتلِ عدو کی فکر پھر افواجِ ناری کو
صفِ اشرار میں جب آ گئے جعفرؓ و عبداللہؓ — تو ہانی بن ثبیت حضرمی نے کر دیا حملہ
تھا خولی بن یزید اصبحی عثمانؓ کی زد پر — نکل بھاگا مگر یہ روسیہ تلوار سے بچ کر
بنی آبان کے اک شخص نے پیچھے سے عثمانؓ پر — کیا حملہ نہایت بزدلی سے کھینچ کر خنجر
یہ نامے علی پانچوں ہوئے مقتول ناری سے — جگر پائی شہادت یاب ہو کر قہر تعلی سے
بہادر عبدالرحمٰن بن عقیلؓ نو نبیرہ حیدرؓ — گئے بہرِ قتالِ اشقیا میدان میں جا کر
انھیں بھی اس معرکے میں ہر اک جانب سے گھیر کر — کمینہ کاہوں بن عبداللہ سلیم نے کیا دیر
اسی صف سے بجوشِ انتقام و قہرِ یزدانی — بڑھے عثمان بن خالد بشر بن حوط ہمدانی
کیا دونوں نے حملہ دفعتاً قتل کر ڈالا — پڑی تلوار تیغ و یکبار اس فرزندِ حیدرؓ پر
جو دیکھا عون بھیا رن میں مقتول ہو گئے — بڑھے فوراً اجازت لیکے جعفر لڑائی کو
کمی عوانِ حضرت میں گھٹا جاتی جاتی تھی — لڑائی سخت سے بھی سخت اب ہوتی جاتی تھی
سپہ فوجِ عدو جب نصرت جعفر عقیلؓ سے — حریفانِ جفا ہر سمت سے قاتل قبیل آئے
کیا عبداللہ بن عروہ نے حملہ پشتِ غازیؓ پر — پڑا اس خثعمی ناپاک کا اس زور سے خنجر

ہوئے یہ بھی شہیدِ راہِ حق اسلام کی خاطر
انہیں بھی گلشنِ فردوس میں جانا پڑا آخر

محمد اور عبداللہ بھی میداں میں کام آئے
شہیدوں میں عقیلِ پاک کے پوتوں کے نام آئے

خزاں آئی امام دوسرا کے پاک گلشن میں
علیؑ کے باغ کا ہر پھول مرجھا کر گرا رن میں

شہادت عبداللہ ابن مسلمؓ

عقیل ابن ابی طالب کا جب گلشن ہوا ویراں
یہ نورس بھی گلِ باغِ عقیلِ گل بداماں تھا
یہ عبداللہ بھی جنگ آزما مردِ دلاور تھے
انھیں میداں میں آتا دیکھ کر ہی شام کا لشکر
رکے یلغار سے فوجی یہ جب میدان میں آئے
قدامہ بن اسد شہزور یکتا، پہلوان نامی
مقابل بن کے آیا سامنے اس مردِ غازی کے
کئے حملے پہ حملے پے بہ پے مردِ دلاور پر
کہا غازی نے ہاں ہشیار ہو چلاّئے قدامہ اب
یہ کہہ کر تیغ چھوڑی دفعتاً فرقِ قدامہ پر
تعاقب ابن مسلمؓ نے کیا مرکب کو دوڑایا
سوار اسپ نوبت ناتواں بے آب پیاسے تھے
اتر کر اسپ سے پیدل چلے مغرور کے پیچھے
قدامہ نے کیا گھوڑے سے پھر کر وار نیزہ کا
ہوئے مجروح عبداللہ پھر سوار گھوڑے پر
ہوا میں کلہ جبراً اڑ گیا ناری سیہ رو کا

حضورِ شہ میں آیا بہرِ رخصت اک گلِ ریحاں
یہ نورس مسلمِ جنت مکیں کا راحت جاں تھا
یتیم و دل شکستہ تھے مگر لڑنے کے خوگر تھے
ہوا ہیبت سے غازی کی بہت مضطر و ششدر
کہا جو صاحبِ ہمت ہو میدان میں آئے
بہادر جنگجو، شمشیر زن، نام آور شامی
دکھلائے خوب جوہر جنگجوئی نیزہ بازی کے
مگر خالی گیا ہر وار کام آیا نہ کچھ جوہر
کہ ہے خنجر مرا تیغِ قضا برقِ جلالِ رب
اگر میداں سے یہ نامرد بھاگا پیٹھ دکھلا کر
فرس کو قوتِ رفتار میں کمزور سا پایا
مگر غازی مجاہد سب قوی تھے دل توانا تھے
گریزاں تھی فضائے ناگہاں مغرور کے پیچھے
بچایا پڑ گیا لیکن جگر پر وار نیزے کا
لگائی کلۂ ناپاک پر تیغِ دودم بڑھ کر
بھیانک ہو گیا چہرہ سرِ میدان بدخو کا

کمر میں ہاتھ ڈالا پھر اٹھایا پشتِ مرکب سے   زمیں پر گر کے ونچا سر سے پے مار لٹکے ضرب سے
تڑپ کر خاک پر فی النار فوراً ہو گیا ماری   ہوئے احسنت کے نغمے زبانِ تیغ سے جاری
قدامہ کا لیا فی الفور عبداللہ نے گھوڑا   غنیمت کا ملا جو مال اسکو بھی نہیں چھوڑا
سلام ابن قدامہ سے کہا سالار لشکر نے   کہ لے مردِ دلاور باپ کا قاتل سے بدلہ لے
سلام آہستہ بولا میں یہ ہمت کر نہیں سکتا   جواں ہوں دیدہ و دانستہ لیکن مر نہیں سکتا
بہادر میں نے ایسا کوئی دنیا میں نہیں دیکھا   نہ اس جا نہ جلالت کا کوئی انساں کہیں دیکھا
پکڑ کر تیغ عبداللہ نے پھر دونوں ہاتھوں میں   کیا ان بزدلوں پر حملہ جو بیٹھے تھے گھاتوں میں
لڑے کچھ دیر تک میدان میں اس شان و شوکت سے   ہوئی فتح مقابل ہم عناں عزمِ ہزیمت سے
سپاہ شام نے چاروں طرف سے آپ کو گھیرا   لگایا بزدلوں نے موت کے اطراف میں ڈیرا
قلم گھوڑے کے ساق و پا کئے افواج دشمن نے   کیا مجروح عبداللہ کو اعدائے پُر فن نے
عقب سے آیا عمر ابن صبیحی مردِ صیدانی   بہایا سیغرق و پشت و دوش پر کی تیغ افشانی
شہادت پائی آخر اس جوانِ خلد ساماں نے   بلایا گلشنِ جنت میں عبداللہ کو رضواں نے
ہوا برباد سارا مسلمِ مرحوم کا گلشن   ہوئے مرغانِ صحرا مضطر آہ نالہ و شیون
سرہانے آئے عبداللہ کے باچشمِ نم حضرت   جزاک اللہ کہہ کر ہو گئے مائل بہ غم حضرت
شہیدِ راہِ الفت نے حیاتِ جاوداں پائی   پناہِ دو جہاں کے پاک دامن میں اماں پائی

شہادت حضرت عون رضؓ و محمد رضؓ

محمد ابن عبداللہ زینب رضؓ کے جگر گوشے   نواسہ فاطمہ رضؓ کے جعفرِ طیار کے پوتے
حضورِ والدہ میں آئے منت سے گزارش کی   بقصدِ عجز از بہرِ میداں میں جانیکی اجازت لی
کہا زینب نے ماموں جان سے جا کر اجازت لو   وہ تا فرمائیں تو بیٹا سر کٹا دو جا کے رخصت ہو
ہوا حاضر ادب سے بھانجہ ماموں کی خدمت میں   امام دو سرا مصروف تھے شغلِ عبادت میں

نظر الفت سے ڈالی روئے تابانِ محمدؓ پر
کبھی تحسین ہیم جوشِ ایمانِ محمدؓ پر

ہوا دل مضطرب آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے
مگر فوراً زباں پر کلمۂ ضبط و سکوں لائے

اجازت با دلِ ناخواستہ دی رن میں جانے کی
کہا نورِ نظر ہاں جاؤ دے تم کو خدا نیکی

یہ بجلی کی طرح خنجر بکف میداں میں آئے
سنانِ تیر ان پر ہر طرف سے سب نے برسائے

یہ بڑھتے لڑتے رزمِ زدن میں قلبِ لشکر تک
مسلسل زخم کھائے ساق پا سے سینہ و سر تک

شہید آخر ہوئے تلوارِ خوں آشامِ دشمن سے
ہٹا پیچھے نہ اصلاً بہرِ گفتن بھی قدم رن سے

جو دیکھی عونؓ نے بھائی کی نعشِ پاک میداں میں
اجازت لی بڑھایا مرکبِ چالاک میداں میں

کیا آگے اور بھائی کے قاتل کو سقر داخل
بہت سے نامرادوں کو جہنم میں کیا داخل

بڑھے خود رکھ لیا فوجِ عدو کو پاؤں رکھتے آگے
سپاہی سامنے سے ہر طرف بےساختہ بھاگے

اشارہ دور سے فوجوں کو ابنِ سعد کرتا تھا
مگر خود سامنے آتے ہوئے میداں میں ڈرتا تھا

بچا کر آنکھ عبداللہ ابن قطبہ طائی نے
لعین نا خلف بیداد گر شیطاں کے بھائی نے

کیا عونِ معینِ ملتِ اسلام پر حملہ
کیا جانبازِ حق فتاحِ فوجِ شام پر حملہ

بالآخر ہو گئے عونؓ و محمدؓ جاں بحق دونوں
ہوئے ہم رشتۂ شیدائیانِ ماسبق دونوں

شہادت حضرت ابوبکر عبداللہؒ بن حسنؓ بن علیؓ

ابوبکرِ گرامی یعنی عبداللہ حق آگاہ
برادر زادۂ ابن حسنؓ سبطِ رسول اللہ

چچا کے سامنے اذنِ وغا کے واسطے آئے
بصد تکریم آدابِ امامت سب بجا لائے

کیا ان کو بھی سینے سے لگا کر آپ نے رخصت
بڑھے یہ بھی سوئے میداں بجاہ و شوکت و حشمت

یہ فرزندِ حسنؓ حسن و جمال و شکل و صورت میں
خصائل میں فضائل میں شجاعت میں شہامت میں

غرض یہ ہے کہ تھے ممتاز تر فرخندہ سیرت تھے
پھر اس پر طرہ یہ سرمستِ صہبائے شہادت تھے

نہایت تیز دستی سے نہایت سرفروشی سے
قلم کرتے ہوئے سر اشقیا کے گرم جوشی سے

وہاں پہونچے جہاں تھا عمر ابن سعد استادہ — اٹھا کر تیغ لپکا میرِ لشکر پر نبی زادہ
اٹھا کر نیزہ و خنجر کیا یہ عزم مستحکم — کہ ابن سعد ہی کا خاتمہ کر دیجئے یکدم
مگر یہ گرگِ باراں دیدہ فوراً پشتِ مرکب سے — اتر کر جا چھپا پیدل رسالہ میں کسی ڈھب سے
چلی یا ہم مگر تلوار اس موقعہ پہ شدت سے — بہت مارے گئے فوجی ہوئے مجروح کثرت سے
نہ پایا قلب میں لشکر کے جب سالارِ لشکر کو — تو پھیرا آپ نے بھی سمتِ میدان رخشِ اطہر کو

بختری شامی اور حضرت عبداللہ کا مقابلہ

سپہ سالار کو جب پیدلوں میں مضطرب پایا — تو اک شامی بہادر تیغ بر کف سامنے آیا
یہ شامی بختری ابن عمر قزاق فطرت تھا — نہایت سرکش و مغرور تھا مائل بہ نخوت تھا
بہ کبر و ناز ابن سعد سے بے ساختہ بولا — کبھی جنبش کماں کو دی کبھی تلوار کو تولا
کہ اے میرِ لشکر کیا ہوا وہ تاجِ سالاری — نہیں زیبا تجھے زنہار دعوائے سپہ داری
دکھاتا ہے سپہ سالار ہو کر پشت غازی کو — سمجھتا ہے قضا اپنے لئے مردِ حجازی کو
کہا یہ عمر ابن سعد نے فرطِ ندامت سے — بلا شک بختری میں بچ گیا ہمدم ہلاکت سے
اگر بچ کر نہ میں اس وقت میدان سے نکل آتا — یقیناً پنجۂ تیغِ قضا میں آپ کو پاتا
اگر اے بختری تو افسری کا مجھ سے خواہاں ہے — اگر تو اپنی قوت اپنی شہزوری پہ نازاں ہے
تو لے کر ایک دستہ پانچسو فوجی جوانوں کا — برائے قتلِ عبداللہ فوراً ان کی جانب جا
نہیں تاریخ میں لیکن سیر کی اک شہادت ہے — رقم یہ روضۃ الاحباب کے اندر روایت ہے
مگر اخوان کا جو الہی باب ہے لکھنے والوں نے — لکھے ہیں جو واقعاتِ کربلا اکثر رسالوں نے
مرے پیشِ نظر اس وقت ہے مطبوعۂ مخزن — مصنف جس کے نصر اللہ خاں مرحوم ہیں
سند لکھی ہے میں نے اس لئے اس مخزنِ تر کی — کہ یہ تصنیف پاکیزہ ہے بارہ سو دہم کی
مرا مقصد ہے تاریخی سیر بے بصیرت ہوں — کہ میں نقاشِ ابنِ خلدون نہ جامعیت ہوں

بایمائے سپہ سالار رن میں بختری آیا
سپاہی پانچسو ہمراہ لڑنے کے لئے لایا

بنایا دائرہ اُن فوجیوں کا فتنہ پروروں نے
کیا محصور عبداللہ کو مردِ بداختر نے

کھڑا دیکھا جو خود کو نرغۂ اعدا میں غازی نے
بلایا رن میں خاص احباب کو شیرِ حجازی نے

فیروزان اور بختری کی جنگ

پکارا رن سے فیروزان مولائے یگانہ کو
محمد ابن انس کو اور اسعد بن زخانہ کو

یہ تینوں نامور انداز عبداللہ پر آئے
تمام آلاتِ حرب و ضرب کے خود ساتھ میں لائے

بجز آلِ عبا اغیار کہنے کو نہ تھے باقی
مگر یہ مین خدمت کے لئے تھے رہ گئے باقی

غلامِ خاص فیروزان تھا غازی دلاور کا
بجائے خویش مردِ منتخب تھا یہ عرب بھر کا

نہایت بیجگر لڑنے میں تھا صدہا سے لڑتا تھا
مخالف بچ نہ سکتا تھا یہ جب خنجر پکڑتا تھا

محمد بھی اسعد بھی دونوں یکتائے زمانہ تھے
شجاعت میں تھے لاثانی مگر بے آب و دانہ تھے

مقابل بن کے عبداللہ کا خود بختری آیا
مگر فی الفور فیروزاں نے گھوڑے کو چمکایا

لیا نیزہ کی زد پہ بختری کو ڈانٹ بتلائی
قیامت آتے آتے سامنے ناپاک پر ڈھائی

سواروں پر گرے تینوں دلاور برق کی صورت
کیا ہر ایک نے اشرار پر حملہ بصد شدت

کمالِ فن سے فیروزان کے تھا بختری حیراں
بچا کر جان بھاگا سامنے سے بے سر و ساماں

بہت گھمسان کا تھا معرکہ میدان میں جاری
بہت تیزی سے تھے قعرِ جہنم کو رواں ناری

ہوا میدان میں جب بختری کا بخت برگشتہ
کمک کو لایا شیث ابن ہیتی اک نیا دستہ

کمک جب تازہ ہو پہنچی ستمگر کے اُسے فوراً
دلائی بختری نے اور غیرت بد سگالوں کو

بڑھایا بختری و شیث نے فوجی سواروں کو
لیا نرغے میں پھر لشکر نے چاروں نامداروں کو

شہادت اسد و فیروزان

اسد شیر نیستانِ شجاعت رن میں کام آیا
تھا سارا جسم فیروزانِ چھلنی جو زخموں سے
سکت باقی نہ اعضا میں رہی تھی قوت ہر فی الحال
یہ منظر دور سے جس وقت عبداللہ نے دیکھا
صفوں کو صاف کرتے آپ فیروزان تک آئے
بٹھایا نیم جاں کو اپنے آگے اپنے توسن پر
مگر توسن سے پایا اٹھا نہ اصلا دو سوار تنکا
بہادر تیغ زن مرکب سے اپنے خود اتر آیا
قضا کا حکم لیکن بے نیاز پاسداری ہے
ابھی کچھ دور فیروزان کو لائے تھے عبداللہ
ہوا راہی شہید عشق فیروزانِ جنت کو
رفیق جنتی کی نعش کو پہونچا کے عبداللہ
اسد کے قاتل بدکیش کو فی النار فرمایا
اگرچہ ستر تھے زخم کاری جسم اطہر پر
ہوا مجروح زخمی بختری بدبخت میداں میں
امیر فوج کے ہمراہ بھاگی فوج بھی ساری
پریشاں ہو کے ابن سعد میداں میں چلا آیا
پسر حجاج کا یوسف بہ مشکل سامنے آیا
کہا یوسف نے تم کیسے سپہ سالار لشکر ہو

پہلے سے جانِ فیروزاں کے تھے سار فرمایا
مآل کار غازی ہو گیا مجبور زخموں سے
ہوا معلوم اب گرنے کو پشت زیں سے گھائل
بڑھایا سوئے فیروزان فوراً آپ نے گھوڑا
قتیلِ راہِ الفت صاحب ایمان تک آئے
یہ چاہا خیمہ تک پہونچا دیں مجروح غازی کو لیجا کر
تعاقب بھی کیا اعدا نے دونوں جان نثاروں کا
چلا مجروح کو ہمراہ لیکر صورت سایا
کہ لَا یَسْتَقْدِمُونَ سَاعَةً ارشاد باری ہے
کہ حکم حق سے آپہونچا فرشتہ موت کا ناگاہ
گیا دار فنا سے صاحب ایمان جنت کو
سوئے فوج عدو کہتے ہوئے پھر آئے واسفا
فرس کو بختری کی سمت پھر میداں میں دوڑایا
مگر پھر بھی کیا اس شان سے حملہ بداختر پر
بچا کر جان بھاگا چوٹ کھائی سخت میداں میں
ہوئے لڑنے سے عاری جنگ شجاعت یہ سب ناری
کسی فوجی کو ڈانٹا اور کسی افسر کو دھمکایا
ہوا ناراض الٹا میر لشکر پر غضب ڈھایا
کہ خود لڑنے سے ڈرتے ہو مگر ناراض ہم پر ہو

بگڑ کر عمر ابن سعد بولا مردِ ناواقف | سپاہی ہو کے تو اتنا نہیں ہے نا سزا واقف
نہیں لڑنا ہمارا کام ہم تم کو لڑاتے ہیں | یہی کرتے ہیں ہم اوپر سے جو احکام آتے ہیں
عبید اللہ عامل نے دیا ہے حکم یہ ہم کو | لڑائیں ہم عدو سے ہر معزز ہر معظم کو
بس اے یوسف ابھی میداں میں جا کچھ کام کر جا کر | کیا جائیگا ورنہ بے گماں تجھکو تہِ خنجر
پے گفتن یہی کہئے گفتگو یہ لب پہ آئی تھی | بگڑ کر یوسف بے کارداں کو موت لائی تھی
بصد اکراہ یوسف عرصۂ پیکار میں آیا | اجل کے ہاتھ بکنے جنگ کے بازار میں آیا
کلیجہ کانپتا تھا دل ہراساں پاؤں لرزاں تھے | فرشتے موت کے میداں میں خنجر بداماں تھے
ابھی میداں میں یہ آکر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا | ابھی پیشِ مقابل نیزہ و خنجر اٹھایا تھا
کہ عبد اللہ کی تلوار چمکی اور پڑی سر پر | زمیں پر سر گرا اک بار گردن سے جدا ہو کر
بڑھا یوسف کا بیٹا اور بھتیجہ متحد ہو کر | مگر دوزخ میں پہنچے یہ بھی دونوں سرکش و خودسر
کوئی تنہا نہ لڑنے کو بڑھا مردِ جفاکاری سے | سپاہی اور افسر سب تھے لرزاں خوفِ غازی سے

حضرت عبد اللہ کی تشنگی اور تقاضائے آب

یہ نازک نازنیں شہ زور تصویر ید اللٰہی | حسنؑ ابن علیؓ کا چاند تنویر ید اللٰہی
قریب حضرت عم اَلعَطَش کہتا ہوا آیا | جبیں سے خود و بکتر سے لہو بہتا ہوا آیا
کہا اے عمّی قبلہ پیاسا ہوں ملے پانی | کہ ہو لطفِ خدا سے معرکہ یہ سر بآسانی
کہا اے لختِ دل کوثر بساغر ساقیِ کوثر | کھڑے ہیں منتظر تیرے ہمارے حیدرِ صفدر
ردا بر دوش اماں جان بھی تشریف فرما ہیں | ذرا دیکھو بھائی صاحب سامنے وہ جلوہ آرا ہیں
رواں ہیں سامنے وہ کوثر و تسنیم کی نہریں | وہ دیکھو اٹھ رہی ہیں تلاطم خیز جنت میں لہریں
تمہارے منتظر سارے بزرگانِ مکرم ہیں | وہ دیکھو راہِ تسلیم و رضا میں سب کے مقدم ہیں
حرام اے لختِ دل ہم پر یہاں دنیا کا پانی ہے | کہ آبِ تیغ دشمن سے ہمیں تسکین پانی ہے

غرض صبر و سکون و ضبط کی تعلیم پائی — کلیجہ سے لگا کر ہر طرح کی ہمت افزائی
بڑھے میداں کو عبداللہ بھی پھر یں سکوں پا کر — کہا ھل من مبارز پھر عدو کے سامنے آ کر
مگر اشقیا عدو جانے ہوئے تھے اس دلاور کا — کوئی افسر نہ آیا سامنے لڑنے کو لشکر کا
ہوئی یلغار و یورش ہر طرف سے مرد غازی پر — چلے ہر سمت سے تیغ و سنان و نیزہ و خنجر
قریب آ کے ناری دو دو سے نیزے چلاتے تھے — یہ سب جنگ آزما میداں میں قسمت آزماتے تھے
ہوا زخموں سے چکنا چور جب مجروح شہزادہ — تو عبداللہ بن عقبہ سیاہ شام کا پیادہ
بڑھا تیر و کماں لیکر چلائے تیر غازی پر — ہوئے آمادہ دیگر اشقیا بھی ترک تازی پر
تھا ناوک عقبی ناپاک کا تیر قضا گویا — ہے پاکیزہ عقیدت کو جس نے بزم سے کھویا
ہوئے واصل بحق پیکر عبداللہ میداں میں — ہوا گم آسمان معرفت کا ماہ میداں میں
جناں کا رخ کیا بزم جہاں سے ابن حیدر نے — شہادت پائی فرزند حسن سبط پیمبر نے
حسینؑ سید کونین کے لب سے فغاں نکلی — مگر شکر خدا میں گریہ آواز نہاں نکلی
الٰہی روح عبداللہ پر ہوں رحمتیں نازل — مدام اس رہرو حق آگاہ پر ہوں رحمتیں نازل

حضرت سیدنا امام حسنؓ کی شفقت و محبت اولاد کیساتھ

حسنؓ نور نگاہ فاطمہ لخت دل حیدرؓ — امیر نوجوانان جناں فرزند پیغمبر
بجائے خود جو تشریف فرما تھے مدینہ میں — نمایاں رحمت و رافت کا تھا اک جوش سینہ میں
سلامی نونہالان حسین آ آ کے ہوتے تھے — شگفتہ آپ بچوں کو شگفتہ پا کے ہوتے تھے
شنے پر کبھی اظہار شفقت تھا عطائیں تھیں — کبھی اکبرؓ کبھی عونؓ و محمدؓ کو دعائیں تھیں
کبھی ہوتی تھیں عبداللہؓ سے کچھ پیار کی باتیں — کبھی ہوتی تھیں احباب و آثار سے ملاقاتیں
یکایک مسکراتے کھیلتے قاسمؓ نظر آئے — قریب سبط ہادی راحت جان و جگر آئے
کلیجہ سے لگایا حلق چوما پیار فرمایا — محبت کا نئے انداز سے اظہار فرمایا

دیئے بوسے لب عارض کو اشک آنکھوں میں بھر آئے | جگر کے ٹکڑے آنسو بن کے دامن پر نظر آئے

کہا اے لخت دل اے راحت جاں اے حسن بیٹے | میں قربان تم پر عند اللہ ہو تم کس قدر اچھے

تمہیں لکھ کر دیا تعویذ ہم اک آج دیتے ہیں | نوید قرب یزداں مژدہ معراج دیتے ہیں

مگر اے راحت جاں نقش یہ وہ اسم اعظم ہے | اثر جس کا بطور راز پنہاں راز محکم ہے

کبھی اسکو نہ ہرگز کھولنا تم اپنے بازو سے | جدا کرنا نہ اسکو بھولکر بھی اپنے پہلو سے

کبھی پڑھنا نہ اسکو اس ارادے سے لکھا کیا ہے | نہ کرنا فکر یہ لکھنے سے اسکے مدعا کیا ہے

مگر جب کوئی مشکل پیش تم کو سخت تر آئے | نہ اصلاح مشکل کی کوئی صورت نظر آئے

وفور فکر و غم سے تم اگر بے آس ہو جاؤ | گرفتار ہجوم خطرہ و وسواس ہو جاؤ

تو اے نور نظر اسوقت تم اس نقش اعظم کو | بلا شک کھولنا اور یاد کرنا بیشتر ہم کو

حروف اس نقش پر لکھے ہوئے جو کچھ نظر آئیں | مطالب جو تخیل میں با الفاظ دگر آئیں

انھیں سمجھنا بغور و فکر پھر ان پر عمل کرنا | جو مشکل پیش آئی ہو اسے اسطرح حل کرنا

یہ کہکر کچھ لکھا پھر لکھ کے باندھا نقش بازو پر | کیا کچھ پڑھ کے دم قلب و جبین و چشم و ابرو پر

لگایا پھر کلیجہ سے دوبارہ راحت جاں کو | کیا رخصت بالآخر قاسمؑ جنت بداماں کو

حسنؑ کا ماہ پارہ راحت جان و جگر قاسمؑ | سراپائے جمال صورت خیر البشر قاسمؑ

جہان دلبری جان جہان دلربائی تھا | مجسم نور تصویر جمال مصطفائی تھا

حضرت قاسمؑ کی معروضات و اجازت طلبی جنگ

شہیدان معظم ہو گئے قاسمؑ کے جب رن میں | خیال انتقام آیا یکایک قلب روشن میں

حضور شاہ میں آئے بصد منت گزارش کی | کمال عجز سے میدان جانے کی خواہش کی

امام دوسرا نے فرط غم سے منع فرمایا | کہا اے راحت جاں زندگی کا تم ہو سرمایہ

ہو تم نور نظر تصویر ہو تم میرے بھائی کی | نظر تم میں جھلک آتی ہے شان مصطفائی کی

میں تم کو سر کٹانے کیلئے کیونکر اجازت دوں　　طبیعت مضطرب ہے کسطرح اذنِ شہادت دوں
اعزا اقربا سب بچھڑ کے جائیں رہِ حق میں　　مٹے احباب سارے الفتِ خلاقِ مطلق میں
نہ اکبرؓ ہیں نہ جعفرؓ ہیں نہ عبداللہؓ باقی ہیں　　نہ اب عونؓ و محمدؓ ہی جہاں میں آہ باقی ہیں
فقط اب تم ہو یا بیمار اک سجادؑ باقی ہے　　تمہیں دونوں سے انجِ عالمِ ایجاد باقی ہے
نہیں دل کو گوارا تم بھی داخل ہو شہیدوں میں　　تمہیں وجہِ رضا ہو لختِ دل میری امیدوں میں

حضرت علی اصغرؓ کی شہادت

ابھی جاری تھیں یہ باتیں چچا کی اور بھتیجے کی　　ابھی مستور تھی صورت نگاہوں سے نتیجے کی
علی اصغرؑ کے رونے اور سسکنے کی صدا آئی　　سکینہؑ ننھے بھائی کو اٹھا کر گود میں لائی
کہا دیکھو تو بابا جان ان کو ہو گیا کیا ہے　　یہ کیوں روتے ہیں ہچکی بندھی ہے ماجرا کیا ہے
کہا زینبؑ نے بھائی اب یہ اصغرؑ پیاس سے ہارے　　کوئی دم کے ہیں مہماں آ گئے آنکھوں میں تارے
کوئی لیجا کے حال ان کا ستمگاروں کو دکھلائے　　سیاہ اشقیا کو ان پہ شاید رحم آ جائے
امامِ دوسرا نے انکی نازک دیکھ کر حالت　　لیا فوراً ہی آغوشِ مبارک میں بصد شفقت
زباں اپنی چبائی فرطِ رحمت فرطِ رافت سے　　اٹھایا دوش پر باہر کو لے آئے محبت سے
کہا اے عمر ابنِ سعد اے افواجِ سنگیں دل　　یہ بچہ ہے وفورِ تشنگی سے نیم جاں بسمل
یہ مانا میں مخالف ہوں تمہیں مجھ سے عداوت ہے　　تمہارے دل میں مجھ سے بے سبب رنج و کدورت ہے
یہ بچہ شیر خوار ہے بے زباں معصوم و کمسن ہے　　کرو اس پر تو کچھ لطف و کرم گر تم سے ممکن ہے
مخالف ہو نہ تم اس کے نہ یہ دشمن تمہارا ہے　　روا اس پر تشدد ہے نہ ظلم اس پر گوارا ہے
جفا و جور بچوں پر نہیں جائز زمانے میں　　کھٹکتے قدرتی ہیں یہ خدائی کارخانے میں
نصلائے عالمِ انسانیت کا واسطہ تم کو　　رواجِ درسِ راہِ قومیت کا واسطہ تم کو
عطا اس کمسنِ معصوم کو دو گھونٹ پانی ہو　　کہ شاید اس سے پھر اس کو حاصل زندگانی ہو

شقاوت اے معاذ اللہ شقاوت منہ نہاں نکلی
ہوئی اصلا نہ کم کچھ بربریت نامراد نکلی

بجائے آب ابنائے اسد نے بڑھ کے میداں سے
تو غنچہ اصغرِ معصوم کی آب پیکاں سے

چلایا تیر ظالم حرملہ فرزند کاہل نے
نشانہ حلقِ اصغر کو بنایا ہائے قاتل نے

گلوئے نازکو تیرِ ستمگر کاٹ کر نکلا
لبِ پیکاں لہو اس نازنیں کا چاٹ کر نکلا

کیا اظہار بیدردی بے رحمی ستمگر نے
تڑپ کر جان دی دشتِ شہادت میں اصغر نے

زیادہ اس سے کیا ہوگی ستم کوشی و خونخواری
رہے گی تا ابد تازہ یہ روداد جفاکاری

درونِ خیمہ لیکر نعش بچے کی امام آئے
شکستہ خاطر و غمگیں شہ عالی مقام آئے

خواتینِ معظم صرفِ شیون و ماتم تھیں
مگر اللہ کی مرضی پر شاکر خوگرِ غم تھیں

اٹھا کر روح کو سوئے آسماں حضرت نے فرمایا
الٰہی ہم پہ کیسے ہیں مظالم جبر فرمایا

نہیں شکوہ ہمیں کیا ہو رہا ہے اے خداوندا
مگر امداد کا طالب ہے تجھ سے تیرا بندا

الٰہی اِن جفاؤں کا ستمگاروں سے بدلہ لے
ہمیں توفیق صبر و ضبط و استقلال مولا دے

حضرت قاسمؑ کی دوبارہ اجازت طلبی

ابھی تسکینِ مستورات میں مصروف شہ تھے
ابھی ڈوبے ہوئے اشکِ رواں میں دیدۂ تر تھے

قدم پر گر پڑے قاسمؑ باندہ زانو آکر
ادب سے عرض کی اے قبلۂ عالم جہاں پرور

مجھے تاریک اب دنیا جہاں معلوم ہوتی ہے
مجھے اب زندگی بارِ گراں معلوم ہوتی ہے

خدارا مجھ کو لڑنے کی اجازت مرحمت کیجے
پیاسا ہوں مجھے جامِ شہادت مرحمت کیجے

بھتیجے کو شہِ دیں نے لگایا اپنے سینے سے
طلب کی نصرت و امداد پیغمبر مدینے سے

ادھر ہچکی بندھی قاسم کی ماں نے اسطرف سر پر
غشی سی ہوگئی طاری زنِ رنجور غمگیں پر

عروسِ رحمتِ باری نے دامن کی ہوائیں دیں
فرشتوں نے فضائے عرشِ اعظم سے دعائیں دیں

اسی دورانِ مدہوشی میں قاسمؑ کو خیال آیا — نظر کے سامنے نالہ کا حسن بے مثال آیا
بندھا تھا عالمِ طفلی سے جو تعویذ بازو پر — عیاں ہوتی رہا کرتی ہیں جس کی برکتیں اکثر
اسی نقشِ حسنؑ کی آج شہزادہ کو یاد آئی — بہشتِ شوق بن کر سامنے نکلی مراد آئی
غشی زائل ہوئی سنبھلی طبیعت چین سا پایا — جدا فی الفور نقشِ پاک کو بازو سے فرمایا

حضرت امام حسنؑ کی قاسمؑ کو وصیت

پڑھی تحریر تنہائی میں سب نقشِ معظم کی — عبارت باپ کی جانب سے بیٹے کو وصیت تھی
حسنؑ نے صاف اپنے لختِ دل قاسمؑ کو لکھا تھا — کہ اے جانِ تمنا عنقریب اک وقت آئیگا
ہمارے بعد محشر کربلا میں اک بپا ہوگا — ہمارا خانداں سارا خانداں جس میں فنا ہوگا
حسینؑ پاک کا دشمن یزیدِ ناخلف ہوگا — ہمارا خانداں بھوکا پیاسا سب تلف ہوگا
تباہی آئے گی جب یا نبیؐ کے خانوادے پر — چلیں گے تیغ و خنجر دشت میں ہر شاہزادے پر
مرے لختِ جگر ہاں اے مرے لختِ جگر قاسمؑ — مری آنکھوں کی ٹھنڈک اے مرے نورِ نظر قاسمؑ
چچا پر جب تمہارے دشت میں وقت برا آئے — تمہیں جب قتل کرنے لشکرِ اہلِ حسد آئے
چچا پر تم بھی اپنی جان کو قربان کر دینا — خدا کی راہ میں جانِ حزیں کو جان کر دینا
پڑھی جس وقت یہ تحریر شاداں ہو گئے قاسمؑ — پدر کے وسعتِ علمی پہ حیراں ہو گئے قاسمؑ
یہ تھا وہ علم جو اللہ نے بخشا تھا حیدرؓ کو — یہی وہ علم تھا حاصل تھا جو شبیرؑ و شبرؑ کو

یہ تھا وہ علم جس کے شہرِ اعظم خود پیمبرؐ تھے
یہ تھا وہ علم جس کے حضرت مولا علیؓ در تھے

سہ پارہ حضرت قاسمؑ کی اجازت طلبی

امام دوسرا نے شکر سے جب کچھ سکوں پایا — نظر کے سامنے قاسمؑ باندازِ دگر آیا

لبِ خاموش پہ ہرگز نہ حرفِ مدعا آیا ۔ انھی تعویذ کو قاسمؓ نے لیکن نذر فرمایا
حسینؓ ابنِ علیؓ نے خطِ حسنؓ ابنِ علیؓ کا سب ۔ پڑھا اوّل سے آخر تک سمجھ کر معنی و مطلب
کہا لختِ جگر منشائے حق میں کس کو چارہ ہے ۔ مرے بھائی کی یہ تحریر اک غیبی اشارہ ہے
کہا اے نورِ دیدہ فی امان اللہ لو جاؤ ۔ مری آنکھوں کے تارے ہاں مری آنکھوں سے کھو جاؤ

حضرت قاسمؓ کی میدان داری

یہ شیرِ ہاشمی شہزادہ یوسف لقا قاسمؓ ۔ یہ شمشیر ید اللّٰہی یہ خنجر آزما قاسمؓ
تمام آلاتِ حرب و ضرب سے آراستہ ہو کر ۔ اجل اور دشمنوں کے درمیاں اک واسطہ ہو کر
نہایت ٹھاٹھ سے میداں میں آیا تیغ چمکائی ۔ چمکتی دھوپ میں بجلی سی اک ہر سمت لہرائی
فرس نے دھر لیا ٹاپوں پہ اعدائے ستمگر کو ۔ اڑایا جنبشِ تیغِ قضا نے صاف ہر سر کو
ابھی خیمہ پہ توسن تھا ابھی میداں میں آیا ۔ عناں پھیری جدھر راکب نے سن سے وہ ادھر آیا
مبارز خواہ شہزادہ رہا کچھ دیر میداں میں ۔ مگر تھا مردِ میداں کون فوجِ فتنہ ساماں میں
اشارہ پر اشارہ کر رہا تھا قاسمؓ ذی الجوشن ۔ تھا ابنِ سعد کا دل بھی ہراس و خوف کا مسکن
نہ آئیں اشتعال انگیزیاں کچھ کام میداں میں ۔ پریشانی ہزیمت تھی نمایاں عام میداں میں
ادھر قاسمؓ کی ضربِ تیغ اپنا کام کرتی تھی ۔ ادھر اندیشہ اٹھنے سے سپاہ شام کرتی تھی
کیا اس زور سے قاسمؓ نے فوجِ شام پر حملہ ۔ ہوئے میداں میں صدہا لشکری بے کلفتی بجلہ
سوار اک سمت اور اک سمت پیدل بھاگے جاتے تھے ۔ تھے بزدل موت کے پنجے سے سب جانیں چھڑاتے تھے
بہادر تیغ زن نے جس طرف دوڑا دیا گھوڑا ۔ جو زد پر آ گیا ہرگز اسے زندہ نہیں چھوڑا

ارزق شامی کی لڑائی

کیا قاسم نے ابنِ سعد کی جانب عناں مرکب ۔ باندازِ تحمل اس سے فرمایا کہ لا مذہب

بہادر بابِ تم کس قدر نام بیٹے ہو
دلاور گر سپاہِ شام میں باقی نہیں کوئی
ہزاروں فوجیوں سے کرتے ہو یلغار کیوں ہم پہ
ہمیں بھوکا پیاسا جان کر بھی ہم سے ڈرتے ہو
ادھر شہزادۂ ذی جاہ تھا صرفِ جنگ خوانی
نکل کر قلب سے لشکر کے سوئے میمنہ ہو گیا
کہا ارزق سے ابن سعد نے اے مرد نام آور
تعجب ہے کہ قاسم تیرے ہوتے ہو ابھی زندہ
دکھا جوہر سنان و تیغ کے اے ارزقِ شامی
کہا ارزق نے ابن سعد سے بزدل ہو ڈرتے ہو
یہ اک کمسن پہ ڈالوں ہاتھ یہ میری اہانت ہے
مقابل ہوں میں اک بچے سے یہ طفل [illegible]
کہا ارزق سے ابن سعد نے تو یہ غلط سمجھا
علی شیر خدا کا قاسم شہزور پوتا ہے
بنایا تم نے اب ہاں جلد جا لڑنے کو میداں میں
کہا ارزق نے قاسم سے میں لڑنے خود نہ جاؤں گا
کہ اک اک کر کے چاروں بیٹوں کو بلایا معاً اپنے
بظاہر تیغ زن چاروں پسر معلوم ہوتے تھے
بڑے بیٹے سے ارزق نے کہا اے جنگجو لڑکے
ابھی میداں میں جا سر تن سے قاسم کا جدا کر دے
دلاور پہلوان یہ جھومتا میداں میں آیا

تغافل سے منہ چھپاتے ہو گئے قسمت کے بیٹھے ہو
ہنر میداں میں آکر خود دکھاؤ پھر تمہیں کوئی
اٹھاتے خود نہیں میداں میں تلوار کیوں ہم پر
ہو مفت سے گریاں دولتِ دنیا پہ مرتے ہو
ادھر تھا عمرِ ابن سعد کا دل خوف سے پانی
صفوں میں ارزقِ شامی کو پشت اپنے پہ دیکھا
سپاہِ شام میں بے شک نہیں تیرا کوئی ہمسر
مجھے اس نوجواں سے کر نہ لے شہزادۂ زندہ
مٹا نامِ عدو دنیا سے اے نامور نامی
بہر میداں کے آگے مری تو ہمت کرتے ہو
شجاعت سے مری لرزاں ہے ہر اک اہلِ شجاعت ہے
لگا برجستہ اس توہین سے دل پر مرے دھکا
نہیں سمجھا اگر قاسم کو کمسن ہی فقط سمجھا
یہ وہ ہے جس پہ وہ ہو کا حیدر و صفدر کا ہوتا ہے
نمایاں کر حیدر نم خم ہے تری شمشیر عریاں میں
مگر میرا سکا گردن سے اتروا کر منگا دوں گا
امیرِ فوج نے سب کو بلایا اسلحے اپنے
جری و فتنہ جو بیدار گر معلوم ہوتے تھے
سنان و تیغ کے جوہر دکھا قاسم سے تو لڑ کے
قیامت عرصۂ پیکار میں تازہ بپا کر دے
اٹھائی تیغ گھوڑوں کو کیا مہمیز چلا آیا

سپر اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں شمشیر عریاں تھی
شجاعت رخ سے طاقت دست و بازو سے نمایاں تھی

مقابل کو ستمگر دور سے للکارتا آیا
فرس کو ہر قدم پر ٹھوکروں سے مارتا آیا

اٹھایا ہاتھ کھینچی تیغ چاہا چھوڑنے خنجر
کہ قاسمؑ نے کیا نیزہ کا فوراً وار سینہ پر

فنون جنگ سے واقف تھا آگے کو سپر کر دی
انی نیزہ کی توڑی ڈھال سے فوراً یا مڑ دی

شناسا ہاتھ کے نیزہ کو اٹھائی تیغ قاسمؑ نے
بدل کر پینترہ چھوڑی ادھر تلوار ظالم نے

پھر اس پر شاہزادے نے مگر تلوار کو روکا
بعجلت رخش کو پیچھے ہٹایا وار کو روکا

ہوئے تیغ عدو سے بیلتن سے ڈھال کے ٹکڑے
بڑھے قاسمؑ اڑانے دشمن بدحال کے ٹکڑے

عقب سے ڈھال لا کر دوسری ابن انس نے دی
مگر دیکھا کہ پشت دست شہزادہ کی ہے زخمی

عمامہ پھاڑ کر ابن انس نے زخم کو باندھا
دوبارہ کر دیا فرزند ازرق نے پھر اک حملا

بچا پہلو بچا کر شاہزادہ تیز دستی سے
گرا قاتل زمیں پہ چھونک کھا کر جوش مستی سے

ڈھلک کر خود سر سے گر گیا جو آنچ کچھ سر میں
لٹیں بالوں کی کھینچیں دست لا دو رہیں

جتائیں کھینچ کر ہٹا دیا گھوڑے کو غازی نے
دیا خود سر کو جھٹکا ہر طرف سر پر حجازی نے

زمیں پر دھڑ سے نے مارا گھما کر ابن بندق کو
کیا فی النار یوں آخر صدہ دین بر حق کو

پسر کے قتل نے لت خیز پر رو دیا بہت ازرق
ہوا مارے گا پیچ و تاب سے منہ فق کلیجہ شق

بڑھا قاسمؑ سے لڑنے کے لئے مقتول کا بھائی
سر میداں سے بھی کھینچ کر دامن قضا لائی

ہنر اکثر دکھلائے نیزہ و شمشیر و خنجر کے
مگر پہلو میں کھا کر نیزہ غازی گرا مر کے

بھڑک کر تیسرا بھائی بہ جوش انتقام آیا
اجل کے ہاتھ یہ ناکام بھی میداں میں کام آیا

ارادہ کر دیا ازرق نے خود میدان آرائی کا
تماشا کر رہی تھی فوج اشقیا آہ و زاری

بڑھا چوتھا پسر میداں کی جانب طیش سے پہلے
پدر سے کہہ گیا میں جان دونگا آپ سے پہلے

کیا شہزادہ نے بچاؤ پر حملہ مقابل سے
بڑی تلوار جب تلوار چھوٹی دست قاتل سے

کٹا شانے سے داہنا ہاتھ گھوڑے سے گرا ہی
جہنم آشنا پہونچا جہنم تک لعنت بخواری

فضائے نور میں گونجیں دعائیں فتح و نصرت کی
نگاہیں جھک گئیں سجدہ کو مشتاق شہادت کی

اُدھر ازرق بصد غیض و غضب میدان میں آیا
زباں پر گفتنی ناگفتنی الفاظ کچھ لایا

کئے نیزہ کے بارہ وار جوشِ خشم میں غازی پر
یدِ قدرت مگر آمادہ تھا بندہ نوازی پر

ہوا میلا نہ اک موئے بدن اس مردِ میداں کا
گیا ہر وار خالی ازرق خنجر بداماں کا

کیا نیزہ سے حملہ فتنہ جو نے اسپِ غازی پر
گرا گھوڑا زمیں پر زخم خوردہ کاٹ کر چکر

محمد بن انس میداں میں لائے نذر اشہب
تماشا دیکھتے تھے جنگ کا فوجی سپاہی سب

ہنر صدہا دکھائے جنگ کے ازرق کو رن میں
رہے آلاتِ حرب و ضرب بھی گو دستِ دشمن میں

نتیجہ کچھ نہیں نکلا مگر زور آزمائی کا
نظر آیا خلافِ آرزو نقشہ لڑائی کا

کہا غازی نے حربے اور چلا ہے جتنے سب کر لے
ارادے جو تمہارے سینے میں ہوں پورے وہ سب کر لے

یہ کہہ کر رن سے کھینچی تیغ جب قاسم نے میداں میں
شعاعِ مہر چمکی برق سی کوندی بیاباں میں

چمک سے تیغ کی جھپکی نگاہِ ازرقِ شامی
بچایا وار کو چھائی مگر ظالم پہ ناکامی

کہا قاسم سے ہے یہ تلوار تو میں نے خریدی تھی
دیئے تھے لاکھ درہم زہر میں بجھوا کے رکھی تھی

تعجب ہے کہ پہونچی آپ کے ہاتھ میں یہ کیونکر
کہا قاسم نے بیٹے سے ترے چھینی ہے اے خودسر

سمجھ کر یہ فریبِ جنگ بیٹا ہے مجھے دشمن
مجاہد مسکرا کر یوں ہوا ازرق پہ طعنہ زن

بہت شہرہ ہے سنتا ہوں تری میدان داری کا
مگر ہے تنگ ڈھیلا بے خبر اتنا سواری کا

جھکا ازرق سنبھلنے تنگ کے اور نظر ڈالی
بعجلت وار کرنے کو بڑھا شہزادۂ عالی

کمر پر تیغ ماری کہہ کے الا اللہ غازی نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا کیا واہ غازی نے

گرا ازرق کا لاشہ پشتِ زیں سے ہو کے دو ٹکڑے
ہوئے نادم کھڑے تھے شامیوں کے رن میں جو جتھے

امامِ دوسرا نے بڑھ کے قاسم کی جبیں چومی
مبارکباد دی آسماں نے دی زمیں جھومی

کہا قاسم نے عمِ محترم مل جائے گر پانی
باذن اللہ ہو فوجِ عدو کا زور سب فانی

ظہورِ خلد کی شہ نے بھتیجے کو بشارت دی
نویدِ حاضری بزمِ سلطانِ رسالت دی

امام پاک کے دستِ کرم کو چوم کر قاسمؑ — بڑھے پھر تیغ بر کف تا صفوفِ لشکرِ ظالم
ہزیمت خوردہ فوجِ شام لڑنے سے گریزاں تھی — سپاہِ شام جاں ہیبت زدہ سر در گریباں تھی
کئے دو تین حملے پے بہ پے غازیؑ نے دشمن پر — بہت سے زخم تلواروں کے کھائے پشتِ دشمن پر
کسی کو سامنے سے حملہ کرنے کی نہ تھی جرات — مگر پیچھے سے آ کر وار کر جاتے تھے بے ہمت
شبابِ جنگ تھا جاری بصد شدت لڑائی تھی — سپہ سالار نے پیچھے سے فوج آگے بڑھائی تھی
صفوں میں جس قدر آگے کو بڑھ جاتا تھا شہزادہ — عقب سے فوج حملہ کے لئے ہوتی تھی آمادہ

شہادت حضرت قاسمؓ

یکایک عمر ابن سعد نکلا تول کر خنجر — چلا دی بے حیا نے تیغ فوراً پشتِ قاسمؑ پر
یہ عمر سعد ازدی خانداں کا اک سپاہی تھا — سیہ کار و قوی ہیکل مجسم روسیاہی تھا
لگا وہ زخم کاری تیغ کا پشتِ مبارک پر — گرا شہزادہ پشتِ زیں سے یا عمّاہ فرما کر
پلٹ کر شاہ دیں نے تیغ ماری عمر کے سر پر — مگر روکا سیہ باطن نے فوراً ہاتھ پر خنجر
کٹا کہنی سے دہنا ہاتھ چیخا زور سے ناری — گرا وہ ہاتھ سے زمیں پر خون کا چشمہ ہوا جاری
کچل ڈالا خود اسکی فوج کے گھوڑوں نے ظالم کو — کیا پامال اجل نے ریزہ ریزہ جسمِ سالم کو
امامِ دوسرا قاسم کے بالیں پر تھے استادہ — زمیں پر قبلہ رو تھا جاں بحق ہونے کو شہزادہ
لہو کا ہر بنِ مو سے رواں تھا اک فوارہ — بدن سر تا بپا زخموں سے چکنا چور تھا سارا
حضورؐ اندوہ کے عالم میں صرفِ اشکباری تھے — زباں سے حالتِ رقت میں یہ الفاظ جاری تھے
ہے تف اس ظلم رانی اس ستم اس خوں چکانی پر — نہ کھایا رحم قاتل نے تمہاری نوجوانی پر
اے لختِ جگر امداد کے طالب ہو تم مجھ سے — مگر ہیں قوتیں امداد کی سب آج گم مجھ سے
میں چاہوں بھی تو اب کوئی اعانت کر نہیں سکتا — جہاں تم ہو وہاں جانے کی ہمت کر نہیں سکتا
ہو تم اے نورِ دیدہ اوجِ علیین پر فائز — مقامِ قرب میں ہو مسندِ تمکین پر فائز

چچا اب تک تمہارا اے عزیزا بجان ہے دنیا
مگر تم جلوہ آرا ہو چکے فردوس عقبیٰ میں

تمہارا منتقم لاریب خلاق دو عالم ہے
زہی بیشک بشیر ناظر بیدار یہ ہم ہے

ادھر تربت امام پاک کے نعرے یہ جاری تھے
ادھر قاسم تھے آغوشِ جمالِ ذاتِ باری تھے

ہوئے نہ اصل بحق آخر شہادت پائی قاسم نے
جوانانِ بہشتی کی سیادت پائی قاسم نے

ہوئے قاسم بھی شامل اہلِ حق میں حق رسیدوں میں
انھیں بھی لا کے رکھا شاہِ والا نے شہیدوں میں

گیا نور نگاہِ حضرت شبیرؓ جنت میں
ہوئی پنہاں نبیؐ کی چاند سی تصویر جنت میں

حسنؓ کا لاڈلا لختِ جگر فردوس میں پہنچا
پدر کے سامنے جانِ پدر فردوس میں پہونچا

الٰہی واسطہ روحِ شہیدانِ جوان قاسم کا
الٰہی واسطہ رنگینئ دامانِ قاسم کا

مسلمانوں کو ذوقِ حریت دے جوشِ ایماں کے
عطا کر جذبۂ اسلام دل میں نورِ عرفاں کے

محبت ملتِ بیضا کی ہاں سچی محبت دے
عطا کر اتحادِ باہمی درسِ اخوت دے

شہیدانِ وفا کا جوش مسلم کو عنایت ہو
عمل کا جذبۂ خاموش مسلم کو عنایت ہو

حضرت امامؑ کا عزمِ جہاد و حضرت عباسؓ کی میدان روائی

خدا کی شان کے قربان گردِ خیمہ انور
نہ اب کوئی نگہبان تھا نہ کوئی مونس نہ یاور

نہ خیمہ میں بجز سجادؑ کوئی مرد باقی تھا
نہ جز عباسؓ حضرت کا کوئی ہمدرد باقی تھا

تہ و بالا تھی دنیا آلِ اطہر کی اسیروں کی
طوافِ خیمہ روحیں کر رہی تھیں کچھ شہیدوں کی

قیامت خیز تھا یہ حشر آسا دورِ تنہائی
زمینِ کربلا پر ہر طرف تھی بے کسی چھائی

امامِ دوسرا نے سوئے میداں قصد فرمایا
ادھر آیا رگوں میں خون آنکھوں میں جلال آیا

یکایک سامنے خیمہ کے آئے اسپ دوڑا کر
علمبردارِ لشکر حضرتِ عباسؓ ابنِ حیدرؓ

ہنوز عباسؓ والا شان علمبردارِ لشکر تھے
یہ زندہ یادگارِ فاتحِ احزاب و خیبر تھے

عیاں تھا ان کے رخ سے عجب تیور شوکتِ شاہی
تھا ان کے دست و بازو میں نہاں زورِ یداللّٰہی

مسلسل صبح سے گو آپ تھے ہر جنگ میں شامل
مگر اس وقت تک تھے پرچمِ اسلام کے حامل

یزیدی خیمۂ پُرنور پر جب حملہ کرتے تھے
تو اکثر آپ کی تلوار سے بے موت مرتے تھے

محافظ تھے یہ خیمے کے نہ تھا جب پاسباں کوئی
تھے یہ ہمراہ بھائی کے نہ تھا جب رازداں کوئی

عنانِ مرکبِ انور انھوں نے تھام لی آکر
کہا جانِ برادر ہے ابھی موجود یہ چاکر

ابھی عباسؑ زندہ ہے ابھی عباسؑ باقی ہے
ابھی اسکی رگوں میں جنگ کا احساس باقی ہے

ابھی تو نہ ہوں آمادہ نہ ہوں سرکار لڑنے پر
ابھی ہرگز نہ لیں سرکار دستِ پاک میں خنجر

اجازت دیجئے میں تشنۂ جامِ شہادت ہوں
مجھے بھی کیجئے رخصت کہ میں مشتاقِ جنت ہوں

کہا عباسؑ ہاں اک تم رہے تھے تم بھی جاتے ہو
مجھے اس بیکسی پر خون کے آنسو کیوں رلاتے ہو

رضینا بالقضا کہہ کر کیا عباسؑ کو رخصت
چلا مقتل کی جانب سر بکف غازی بصد ہمت

سرِ اقدس پہ رومی خود تھا چار آئینہ بر میں
سپر بھی تھی مصری تیغ تھی دستِ دلاور میں

بجائے نیزہ تھا اک ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا
سلامی سامنے جس کے تھا فوجِ شام کا جھنڈا

بڑھا کر توسنِ تازی کو میداں میں دیا کاوا
انھیں دیکھا تو فوراً دشمنوں نے کر دیا دھاوا

گرے یہ میمنہ پر میسرہ کو توڑ کر نکلے
کسی کو نیم جاں بسمل کسی کو چھوڑ کر نکلے

کسی کا سر قلم ٹکڑے کسی افسر کے کر ڈالے
کیا پامال اس کو پاؤں مرکب نے جدھر ڈالے

چمک سے تیغِ شعلہ بار کی خیرہ نگاہیں تھیں
کشادہ ناریوں کے واسطے دوزخ کی راہیں تھیں

کیا جولاں فرس کو قلبِ لشکر کی طرف پہونچے
پڑی بھگدڑ جدھر یہ ہزبرِ نجف پہونچے

عقب سے جب ہوئی یورش تو پیچھے کو پلٹ آئے
ہوا جب حملہ آگے سے تو یہ آگے سے ہٹ آئے

غرض تھا معرکہ گھمسان کا تھی جنگ شدت کی
لڑائی لڑ رہا تھا مردِ خوش آہنگ شدت کی

طلبِ آب اور انتہائی تشنگی

یکایک العطش یا ابن حیدرؑ کی صدا اٹھی
ہوائے گرم خیمہ کی طرف سے برملا اٹھی

پلٹ کر سوئے خیمہ ان سے غازی نے نظر ڈالی
ستونِ خیمہ پر آیا نظر مشکیزہ اک خالی

سکینہؑ فاطمہؑ کو تشنگی سے مضطرب پایا
خواتینِ معظم کو بحالِ منقلب پایا

عنانِ اسپ کو عباسؑ نے میدان سے پھیرا
اُدھر آئے جدھر تھا عترتِ اطہار کا ڈیرا

حضرت عباسؓ کی فرات تک فاتحانہ رسائی

اُٹھا کر مشک پشتِ زین پہ خود رکھ لی دلاور نے
زمیں سے شست دریا کی طرف باندھی دلاور نے

سوارانِ محافظ کی طرف گھوڑے کو دوڑایا
علم کو ران میں دابا لبِ خنجر کو چمکایا

کیا اک نعرۂ شیرانہ اور سوئے فرات آئے
قطع کرتے ہوئے اشرار کا دورِ حیات آئے

پرے فوجِ مخالف کے جو غازی سے الجھتے تھے
وہ تیغِ تیز کے ہاتھوں جہنم میں پہنچتے تھے

بہت روکا بہت خنجر زنی کی فوجِ لشکر نے
مگر ٹکڑے اڑائے دشمنوں کے تیغِ دوسر نے

کٹے کائی کی صورت سامنے سے بزدلے دشمن
ہوئے فی النار خنجر سے گلے جتنے ملے دشمن

سپاہِ شام پر غالب امیرِ کائنات آیا
دلاور تیغ زن عباسؑ غازی تا فرات آیا

بڑھا کر دو قدم رہوا دیا گھوڑے کو دریا میں
ہر اک سفاک تھا غرقِ ندامت فوجِ اعدا میں

اشارہ اسپِ تازی کو کیا پانی کے پینے کا
پیاسا گرچہ تھا رہوار لیکن تھا قرینے کا

لگا جب منہ سے آبِ نہر ہونٹوں میں تری آئی
ہٹائی خود ہی سطحِ آب سے گردن بہ رعنائی

بھری عباسؑ نے فی الفور اپنی مشک پانی سے
کیا سیراب چشمِ تر کو دریا کی روانی سے

لیا چلو میں پانی اور پینے پر ہوئے مائل
مگر جب یاد آئے تشنہ لب دل ہو گیا گھائل

پڑھی لاحول پھینکا آپ نے پانی کو چلو سے
اُٹھائی مشک کاندھے پر ہوئے رخصت لبِ جو سے

غیور ایسے نہ جوشِ تشنگی میں بھی پیا پانی
رہے لب تشنہ آخر وقت تک گو پا لیا پانی

فرقِ مراتبِ انسانی و حیوانی

یہ فرزندِ علیؑ شبیرِ خدا تو قیدِ انساں تھے
نہ پینا ان کا پانی نہ اخلِ شانِ قناعت تھا
اثر تھا سب یہ صحبت کا یہ سب فیضانِ صحبت تھا
تھا مرکب زادانِ شبہ ہمدرد نہ اسکو کہتے ہیں
اسی میدان میں تھے پیا تو بھی زرد انساں بھی
مگر تھا فرق اتنا آدمی میں اور حیواں میں
نہ حیواں تھے جنہوں نے تشنہ لب انساں کو پاکر
نہ حیواں تھے جنہوں نے جان دی انساں کے بدلے
نہ انساں تھے جفا و جور کرتے تھے جو انساں پر
نہ انساں تھے جو کمزوروں سے مجبوروں سے تنتے تھے
نہ انساں تھے جو تھے عمرِ ابنِ سعد تقدیرِ حق سے
نہ انساں تھے جو ہر دم محوِ استبداد رہتے تھے
نہ انساں تھے مسلماں بن کے جو مسلم کے دشمن تھے
یہ مسلم تھے مگر تھے ملتِ برحق سے بیگانہ
یہ مسلم تھے مگر تھے بندۂ حرص و ہوا مسلم
یہ مسلم تھے مگر تھے عترتِ اطہار کے دشمن
نہ مذہب میں انساں کے یہ جو تھے اور مسلم تھے
یہ وہ ظالم تھے جو روز ظلم سے تھا کام بس جنکو

فضائلِ آلِ ہاشم کے تمام ان میں نمایاں تھے
فرس کو کیا کہئے اس درجہ کہیں نہ حمیت تھا
خدا کی شان حیواں خود شناسِ آدمیت تھا
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد اسکو کہتے ہیں
اسی وادی میں تھے فرعون بھی جو مسلماں بھی
تفاوت تھا کتنا ظاہر مسلمان نا مسلمان میں
نہ رکھا آب و دانہ تین دن تک بیگماں منہ پر
نہ حیواں تھے ہوئے مقتول جو احسان کے بدلے
نہ انساں تھے جنہیں غرہ تھا اپنے ساز و ساماں پر
نہ انساں تھے جو خود فرعونِ بے ساماں بنتے تھے
نہ انساں تھے جو تھے جن تک آزارِ اخلاقِ مطلق سے
نہ انساں تھے جو نخوت سے مسلماں خود کو کہتے تھے
نہ انساں تھے جو مسلم تھے مگر ملت کے رہزن تھے
یہ مسلم تھے مگر تھے کفر سامانی میں فرزانہ
یہ مسلم تھے مگر تھے عاقبت نا آشنا مسلم
یہ مسلم تھے مگر تھے احمدِ مختارؐ کے دشمن
بہائم تھے عدوئے دینِ حق غدار مسلم تھے
یہ وہ سفاک تھے تھی ملک گیری کی ہوس جنکو

یزید غدار تھے جنگو نہ تھا کچھ پاس عزت کا
غلط حیلہ تراشا تھا لقلبے ملک و دولت کا

یہی وہ تھے بلاکر جو جنھوں نے چند ساعت میں
کیا مظلوم آل مرتضیٰ کو قتل غربت میں

بلاشک ایسے انسانوں سے وہ حیوان اچھے تھے
وہ گھوڑے ان بھگوڑوں سے علی الاعلان اچھے تھے

حضرت عباسؓ کی فرات سے واپسی اور یکدستی جنگ

چلے عباسؓ یوں دریا سے پانی مشک میں بھر کر
سر تھی سایہ افگن مشک پر، تھی مشک کاندھے پر

ہر اک جانب سے فوجی روکتے تھے آپ کو آکر
ہر اک کو رکھ لیا تھا آپ نے تلوار کی زد پر

کبھی پیدل نے یورش قطار اندر قطار آئے
برائے حملہ مل مل کر کبھی سو سوار آئے

مگر یہ ہاشمی جنگ آزمودہ کار میداں میں
کئے جاتا تھا سر تلوار پر تلوار میداں میں

کسے ہمت تھی جو بن کر مقابل سامنے آتا
تھا اتنا حوصلہ کس کو جو بزدل سامنے آتا

مجاہد جانب خیمہ بڑھا آہستہ آہستہ
حفاظت مشک کی کرتا چلا آہستہ آہستہ

لئے گفتن عنانِ اسپ یہ ران اُلجھی تھی
فرس منہ آشنا تھا جان اس نے بھی لڑا دی تھی

سر میدان فقط اک ہاتھ سارا کام کرتا تھا
صفوں سے برق آسا تیغ زن غازی گذرتا تھا

برابر چل رہے تھے نیزہ و تلوار دشمن کے
سپر سے روکتا جاتا تھا غازی وار دشمن کے

قدم رخش صبا رفتار کا آگے کو بڑھتا تھا
گرا اک وار جب سے یہ سینۂ دشمن پہ چڑھتا تھا

بہت نزدیک آ گئے عباسؓ لیکر مشک دریا سے
لڑائی جو کبھی جاری ہی افواج اعدا سے

مسلسل عمر ابن سعد محو شور و شیون تھا
برابر مبتلا اس فکر میں اس غم میں دشمن تھا

لئے جاتے ہیں پانی مشک میں عباسؓ دریا سے
اگر پانی سے اب بھی ہو گئے سیراب پیاسے

تو روح تازہ پھر آ جائیگی ابنائے حیدرؓ میں
نئی قوت کرے گی عود پھر سبط پیمبرؐ میں

پھر ان سے یہ شکستہ فوج ہرگز لڑ نہ پائیگی
سپاہ شام سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جائیگی

سپہ سالار لشکر کو بھی اندیشہ بہم تھا — سرِ میداں ہر اک فوجی مدبّر کو بھی غم تھا

حضرت عباسؓ پر یورش لشکر

نئی تدبیر سوچی عمر ابن سعد نے فوراً — کہا بعض افسروں نے بھی کہ ہے یہ رائے مستحسن
پرا کچھ فوجیوں کا میمنہ کی سمت سے نکلا — نہایت تیز دستی سے کیا عباسؓ پر حملا
سنبھل کر محوِ خنجر آزمائی ہو گیا غازی — ہجومِ دشمنانِ دیں میں گویا گھِر گیا غازی
جو آیا سامنے تیغِ رواں نے کر دئیے ٹکڑے — سپاہ شام کے قرشی جوان کر دئیے ٹکڑے
لڑائی میں بہت مشغول جب عباسؓ کو پایا — دبے پاؤں بچا کر آنکھ نوفل پشت سے آیا
کیا بزدل نے بازوئے علمبردار پر حملہ — کیا لیکن کیا غازی کو پا کر بے خبر حملہ
پڑا اس ضرب سے بازو کا دوشِ پاک پر خنجر — کہ خود سر دشمن کے نرجاعم سے لوٹا جا کے پر خنجر
ستمگر وار کاری کر گیا حیلے بہانے سے — ہوا الگ کٹ کر ہرا غازی کا تنہا ہاتھ شانے سے
سنبھالی نہ پھر کاندھے پہ جو مشک غازی نے — کیا عزمِ غا پھر انبساطِ سرفرازی نے
لی تکبیر دستِ چپ میں لی تلوار غازی نے — کئے غصہ میں فوجِ اشقیا پر وار غازی نے
رواں تھا خون کا فوارہ بازوئے علمدار سے — توانائی تھی رخصت بے دمِ زخمِ جسم سے
مگر مصروف تھی جنگ میں پہلے سے کچھ زیادہ — خجل تھا اس شجاعت پر ہر اک افسر ہر اک قائد
کیا اک شامی ناپاک نے پیچھے سے پھر حملہ — گرا بازوئے چپ بھی تن سے کٹ کے غازی کا
جھکا کر گردنِ مجروح پکڑی مشک دانتوں میں — نہ غورِ یاس سے لیکن بھر آئے اشک آنکھوں میں
وہ کہ خون کا جاری تھا پیہم دونوں شانوں سے — برستا تھا لہو اس بے کسی پہ آسمانوں سے
سپر خنجر سناں نیزہ نہ تھا کچھ پاس غازی کے — شہادت ہاں مگر نزدیک تھی عباسؓ غازی کے
یکایک سامنے سے تیر مارا اک ستمگر نے — بھرا مشکیزہ فوراً چیر ڈالا نوکِ خنجر نے
ستم کوشوں نے کر دی ختم آخر ظلم رانی سب — بہا مصروفِ رکابِ رواں چھاگل سے پانی سب

شہادت حضرت عباسؓ علمدار

کہا غازی نے یا اللہ عجب ہے تیری حکمت کے
نہیں ہمت جہاں میں کچھ بیاں تیری مشیت کے

نہ تھا لب تشنگان دشت کے مقسوم میں پانی
اجل تھی کربلا میں بیکسوں کے واسطے یوں آنی

نہ تو دریا کی روانی سے گرا عباسؓ کا جھنڈا
ہوا لیکن ہے اب بھی دار نیزوں کا ظل ٹھنڈا

کیا حملہ یزیدی فوج نے ہر سمت بازو پر
چلائے ہر طرف سے کر کے یورش نیزہ و خنجر

یہ عالم جب حسینؓ ابن سرور دیں کو نظر آیا
بڑھایا خیمہ سے رہوار کو غصہ میں فرمایا

سپہ سالار لشکر تف ہے تیری اس دلیری پر
کئے جاتا ہے حملہ نسل بیجاں پہ مل کر

صفوں میں پر ہما آئی بڑے ستمگار آگے کو
بڑھا دی تیغ ذوالفقار حیدر کرار آگے کو

قریب حضرت عباسؓ جب سلطان دیں پہنچے
شہید راہ حق تا مسجد خلد بریں پہنچے

علمبردار ملت ہو گئے قربان ملت پر
خدا کی راہ میں عباسؓ نے دی جان ملت پر

یہ سقائے سپاہ نور عین ساقی کوثر
ہوا داخل بحق پہونچا حضور داور محشر

شہادت عرصہ پیکار میں عباسؓ نے پائی
جگہ محبوب کے دربار میں عباسؓ نے پائی

دُعا

خدائے پاک بہر حضرت عباسؓ کا صدقہ
الٰہی اس شہید صاحب احساس کا صدقہ

علمبردار سلطان شہیداں کے تصدق میں
شہیدان وفا کے جوش ایماں کے تصدق میں

عطا کر ہم کو ذوق حریت بیدار آزادی
بنا دے ہر مسلماں کو علمبردار آزادی

ہمیں عباسؓ کا جوش ید اللہی عطا فرما
نشان نصرت حق پرچم شاہی عطا فرما

ہمیں ذوق جہاد حریت شوق شہادت دے
الٰہی حیدر کرار کی ہم میں شجاعت دے

ہمیں غالب ہمارے دشمنوں کو زیر فرما دے
ہمیں اک جرعہ جام فنا سے سیر فرما دے

عطا کر ہم کو یارب جذبۂ ایثار و قربانی
بتا ہر سر فروشِ دینِ حق کو تاسیٔ ثانی

الٰہی متحد کر منتشر شیرازہ امت کا
ہمیں پھر درس دے یارب مساواتِ ملوکیت کا

الٰہی لاج اپنے مسلمِ ناکام کی رکھ لے
الٰہی دو جہاں میں آبروئے اسلام کی رکھ لے

منظر یاس و الم

یہ منظر کسقدر غم آفریں ہے حسرت افزا ہے
خود اپنی ہستی معدوم پر مجبور دنیا ہے

فضائیں ہیں زمیں سے تا فلک سکتے کے عالم میں
دو عالم خاموشی کے ساتھ میں مصروفِ ماتم ہیں

ملک انگشت حیرت در دہاں ہیں عرش نالاں ہیں
مقام ہو میں ساکت ساکنانِ عرشِ اعلیٰ ہیں

زمیں ہے خاک بر سر آسماں ہے سرنگوں غم سے
جہانِ آب و گل خاموش ہیں صدمات پیہم سے

بگولے مضطرب ہو کر ہوا میں سر کو دھنتے ہیں
پریشاں ہو کے ذرے دشت کے غم سے چٹختے ہیں

ذراتِ اشک ریزاں کیطرح قطرِ غم سے بجاری ہے
حبابِ آنکھوں میں آنسو دبائے بحرِ زاری ہے

ہیں دشت کربلا پر ہر طرف بربادیاں چھائیں
ریاضِ دہر کی سرسبزیاں مرجھا رہی ہیں چھائیں

صدائے صبر شہیدِ با لہائے روح فرسا ہے
ہے صحرا خون آشام آسماں سے خون برساتے

زرہ زرہ نقشِ گل ڈوبی ہوئی ہے خونِ انساں میں
لہو کی ندیاں جاری ہیں ہر جانب بیاباں میں

اجل شمشیر در کف آستیں ہر دوش پھرتی ہے
ہلاکت دشمنِ جاں ہر طرف مدہوش پھرتی ہے

نصف سر عرصہ گاہِ جنگ دشت کا محشر ہے
قیامت آج تا حدِ نینوا کی سرزمیں پر ہے

وقارِ عالم انسانیت برباد ہوتا ہے
وجودِ مجلسِ ہستی عدم آباد ہوتا ہے

مظالم کی مکمل ہر کہانی ہونے والی ہے
نہ ہوگی حشر تک جو ظلم رانی ہونیوالی ہے

دوسرا منظر
رزمگاہِ امام اور لشکرِ شام

ہے روز جمعہ عاشورہ کا دن دسویں محرم ہے
نیا میدان کا منظر نیا مقتل کا عالم ہے

عجب ہے خیمہ گاہ عترت اطہار کا منظر
ہیں دشتِ کربلا میں چند خیمے آل اطہر کے
نگہباں ہے نہ خیموں پر نہ حاضر پاسباں کوئی
ہیں ان خیموں میں البتہ امیدیں نا امیدی کی
گھٹائیں چھائی ہیں اندوہ و غم کی پاک خیموں پر
مخدراتِ خیمہ مستورات پر سکتہ کا عالم ہے
ز فورِ غم میں دل سے آہ رک رک کر نکلتی ہے
بندھی ہیں ہچکیاں ضبطِ فغاں سے جوشِ رقت میں
ہیں زینب دل شکستہ مضطرب جانِ سکینہ ہے
رباب و شہر بانو، فاطمہ خاموش و حیراں ہیں
مریض و ہیاں طلب سجاد پر حیرت سی چھائی ہے
یہ منظر دشتِ غربت میں ہے اہلبیت اطہر کا
امام پاک سب کو صبر کی تلقین کرتے ہیں
خواتینِ حرم سے ہو رہے ہیں شاہ دیں رخصت

عجب ہے فوج شام و لشکر خونخوار کا منظر
نظر آثار آتے ہیں جہاں افواج دانہ کے
نہ کوئی حاجب در ہے نہ خادم ہی یہاں کوئی
ہیں اکبر خیمہ بے گور و کفن لاشیں شہیدوں کی
کئے ہے سایۂ رخ صاحب لولاک خیموں پر
سکونِ صبر کی باہمہ گر تعلیم پیہم ہے
کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے الٹی سانس چلتی ہے
ہیں صبر و شکر کے الفاظ لب پر ہر مصیبت میں
غم پیہم سے ہر خاتون کا مجروح سینہ ہے
جگر پر ہاتھ دل تھامے ہوئے با چشم گریاں ہیں
دہائی ہے اے معین بیکساں تیری دہائی ہے
عدم کی راہ میں ہے کارواں سبط پیمبر کا
دم آخر بھی تعلیم اصول دین کرتے ہیں
مکین خلد کی ہے جانب خلد بریں رخصت

معروضہ حضرت سجادؓ

شہ والا ابھی خیمہ سے باہر تھے نہ جا پائے | کہ دیکھا لڑکھڑاتے سامنے زین العباؑ آئے
ضعیف و ناتواں ہیں ضعف سے لرزہ بدن میں ہے | بہ رائے گفت دم آنکھوں میں ہے یا روح تن میں ہے
عمامہ سر پہ ہاتھوں میں عصا پہلو میں خنجر ہے | نظر ہے سوئے میدان و غار رخ جانب در ہے
قریب شاہ دیں آ کے جھکایا سر کو قدموں پر | ادب سے عرض کی اے قبلۂ کونین اے سرور
خدارا آج اک نظر لیجئے بیمار بیٹے کی | فغاں سن لیجئے اپنے ضعیف و زار بیٹے کی

مرے ہوتے ہوئے سرکار جائیں رن میں ناممکن | میں یوں سرکار کو دیکھوں صفِ دشمن میں ناممکن
نہ فرمائیں حضور اقدام ابھی مجھکو اجازت دیں | میں خواہانِ شہادت ہوں مجھے اذنِ شہادت دیں
لگایا آپ نے لختِ جگر کو بڑھ کے سینے سے | تسلی دی کہا بیٹا نہ ہو بیزار جینے سے
ہو تم روحِ روانِ اہلبیتِ پاک دنیا میں | چلے گا تم سے نامِ صاحبِ لولاک دنیا میں
بقائے نسلِ سلطانِ دو عالم کا سبب تم ہو | جہاں میں یادگارِ عترتِ محبوبِ رب تم ہو
یقیناً ناخدائے کشتیِ اہلِ عبا ہو تم | یقیناً قلزمِ توحید کے موج آشنا ہو تم
ہو میرِ قافلہ تم کاروانِ آلِ حیدرؑ کے | ہو تم سالارِ اعظم ملتِ محبوبِ داور کے
تمہیں دنیا میں رہ کر رہبری دنیا کی کرنا ہے | تمہیں ہر دورِ دنیا بد سے دنیا کے گذرنا ہے
اسیرانِ حرم ہیں سب تمہاری ہی حفاظت میں | ہو تم محرم خواتینِ حرم کے دشتِ غربت میں
یہ فرمایا لگایا آپ نے عابدؑ کو سینے سے | عطائیں نعمتیں وہ سب جو پائی تھیں مدینے سے
بنایا دم زدن میں لختِ دل کے دل کو آئینہ | علومِ معرفت سے بھر دیا سجادؑ کا سینہ
تسلی دی خدا حافظ کہا سب خستہ حالوں کو | سپردِ اللہ کے فرما دیا اللہ والوں کو

معروضاتِ شہربانوؓ

کیا تھا قصد خیمے سے نکلنے کا شہِ دیں نے | کہ روکا سامنے سے راستہ بانوئے غمگیں نے
ادب سے شہربانوؓ نے گذارش کی شہِ والا | مری دنیائے راحت آج ہوتی ہے تہ و بالا
میں صدقے دشمنوں میں مجھکو کس پر چھوڑ جاتے ہو | کہاں جاتے ہو مجھ سے آہ کیوں منہ موڑ جاتے ہو
عدو جب پا بجولاں ہمکو خیمے سے نکالیگا | مرے کاندھے پہ بتلاؤ تو چادر کون ڈالیگا
لٹے گا قافلہ جب زور ہو گا فتنہ کوشی کا | کسے احساس ہوگا بیبیوں کی پردہ پوشی کا
علم زیرِ زرہ دوری پہ ہوگا جب مائل اسیروں کی | کریگا کون شاہا دستگیری ہم فقیروں کی
رکے حضرت کہا اے شہربانو دخترِ کسریٰ | مجھے ہے علم ہو تم گوہرِ تاجِ سرِ کسریٰ

تعجب ہے کہ قیدی بند کا کیوں تم کو خطرہ ہے — یہ وقت بد تو اس سے پیشتر بھی تم پہ گذرا ہے

تمہیں اس زندگی بھی یاد ہے اے نیک شہزادی — تمہارے زیر فرماں جبکہ تھی فارس کی آبادی

لقب تھا جب تمہارا شہربانو ملکۂ عالم — سلامی تھا تمہارے در پہ جب ایران کا پرچم

زمانہ دخترِ نوشیرواں کہتا تھا جب تم کو — تھے حاصل اختیاراتِ حکومت کے سبب تم کو

ہمیشہ جب کہ تم صرفِ نشاط و وقفِ شادی تھیں — تمہاری سلطنت فارس میں تھی تم شاہزادی تھیں

تمہارے ملک میں بجتا تھا جب اسلام کا ڈنکا — پھریرا جب اڑا ایران میں تھا فاروق اعظم کا

کیا تھا فتح جب ایران کو فوجِ حجازی نے — حدِ فارس پہ جب گاڑا تھا جھنڈا اسد غازی نے

نہ تھا حاصل تمہیں امن و اماں اپنی حکومت میں — سمٹ آئی تھی ساری سلطنت مالِ غنیمت میں

نصیبِ دشمناں تم قید ہو کر جب بھی آئی تھیں — یہی سب کلفتیں اس وقت بھی تم نے اٹھائی تھیں

سُنے جب شہربانو نے یہ جملے رند کے فرمایا — خدا رکھے مرے سر پر ہمیشہ آپ کا سایا

میں اپنے ملک سے جب قید ہو کر پہلے آئی تھی — خدائی تھی خدا کی مصطفائی تھی

میں تھی نامسلمہ لیکن مسلمانوں کی قیدی تھی — امیدِ عیش ہے البتہ میری ناامیدی تھی

مجھے لائے تھے جو قیدی بنا کر تھے خدا والے — محافظ تھے مرے اللہ والے مصطفیٰ والے

سپاہی پیکرِ خلق و عطا تھے شاد تھے قیدی — بظاہر تھے حراست میں مگر آزاد تھے قیدی

نظربندوں کی دلجوئی برابر ہوتی جاتی تھی — تواضع میری پیہم ہر قدم پہ ہوتی جاتی تھی

مرے محمل کے گرد و پیش جتنے بھی نگہباں تھے — شریف و رحمدل تھے پاک طینت تھے مسلماں تھے

مجھے ایران سے لایا گیا تھا جب مدینے میں — خدا معلوم تھے کیا کیا تخیل میرے سینے میں

مگر جب مجلسِ فاروقِ اعظم میں ہوئی پیشی — نظر آئی مجھے اپنے مراتب میں کہیں بیشی

یہاں کی اے امامِ دوسرا برعکس حالت ہے — یہاں دشمن عدوئے دین سلطانِ رسالت ہے

مسلماں ہیں مسلماں کے یہاں اے شاہِ دیں دشمن — یہاں اولادِ پیغمبر سے ہیں چیں بر جبیں دشمن

ہیں نامی ہیں رسول اللہ کے دشمن یہاں ظالم — یقیناً ڈھائیں گے ہم پر مظالم خوں چکاں ظالم

یہ ظالم سب ہماری آبروریزی کے خواہاں ہیں — درندے آدمی کے بھیس میں یہ دشمن جاں ہیں
مرے مقسوم میں پہلے لکھا جب قید خانہ تھا — نہ مسعود و مبارک سعد اعظم کا زمانہ تھا
مگر یہ دور ابن سعد ہے اب اسکو کیا کہئے — برا اس دور کو یا اپنی قسمت کو برا کہئے
مرے پیش نظر بچے جواب ہونے والا ہے — محافظ ہائے کون اپنا بجز باری تعالیٰ ہے
تسلی شہر بانو کو امام دوسرا نے دی — صدا لا تقنطوا کی روح محبوب خدا نے دی

حضرت امامؑ کا عزم جہاد

امام دوسرا خیمے سے با قلب حزیں نکلے — طلبگار شہادت شائق خلد بریں نکلے
نماز جمعہ کی نیت تفضل سے پہلے فرمائی — عبد اللہ تکبیر کی اوج فضل سے عرش سے آئی
تیمم کیلئے اڑنے لگے ذرے غباروں میں — تیمم کر لیا سرکار نے فوراً اشاروں میں
چلے مقتل کی جانب رو بقبلہ سبط پیغمبر — فرشتوں نے صفیں باندھیں جھکائے قدسیوں نے سر
صف اعدا میں خطبہ آپ نے ارشاد فرمایا — کیا اتمام حجت ہر طرح دشمن کو سمجھایا
مفاسد فتنہ و غارتگری کے سارے بتلائے — محامد صلح کے دوران خطبہ بار بار آئے
کہا خطبہ میں یہ بھی قتل مسلم نامناسب ہے — کہا یہ بھی عبث ہے سعی تکمیل مناصب ہے
کہا یہ بھی کہ لا حاصل غرور حکمرانی ہے — کہا یہ بھی کہ ناپائی دولت دنیائے فانی ہے
کہا یہ بھی مجھے تم قتل کر کے کچھ نہ پاؤ گے — مآل کار پچھتاؤ گے خود بھی مارے جاؤ گے
کہا یہ بھی کہ میرے خون کا بدلہ خدا لے گا — کہا یہ بھی تمہیں قہر الٰہی جلد پا لے گا
غرض جو کچھ کہ سمجھانا تھا سب حضرت نے سمجھایا — سمجھ میں دشمنان شاہ کی لیکن نہ کچھ آیا
کیا حق شریعت حق ملت سب ادا شہ نے — بتلائے دشمنان حق کو احکام خدا شہ نے
لب حضرت پہ خطبہ کا ادھر تھا سلسلہ جاری — خموشی تھی ادھر فوج عدو میں ہر طرف طاری
گداز قلب کے آثار ظاہر فوجیوں میں تھے — شریف النفس بھی کچھ لوگ ظاہر فوجیوں میں تھے

شقی القلب لیکن خوفِ عقبیٰ سے لرزتے تھے
رہا کچھ دیر وعظ و پند کا یہ سلسلہ قائم
رہا کچھ دیر تک یوں ہر طرف عالم خموشی کا
ہوئی پھر ہمتِ جنگ آزمائی پست سینوں میں
ہر اک یہ چاہتا تھا دوسرا آگے بڑھے پہلے
یہ نقشہ ابنِ سعدِ شوم نے جب فوج کا دیکھا
بلایا افسرانِ فوج کو فی الفور لشکر سے
بچا کر آنکھ مالک نے کیا سرکار پر حملہ
نسیرِ فتنہ خو کا تھا پسر یہ مالکِ کندی
کیا تھا اس نے حملہ شمر ذی الجوشن کے ایما سے
پڑی تلوار خود پر سر پہ کچھ خراش آئی
لہو پونچھا سرِ زخمی سے پھینکا خود حضرت نے
یہ اقدامِ غلط، یہ جرأت بیجا، یہ گستاخی
ہوئی رگ رگ میں خونِ ہاشمی کی اک جھلک پیدا
امامِ دوسرا کو دفعتہً غیض و جلال آیا
عیاں شیرِ خدا کا دبدبہ تھا روئے روشن سے
اٹھائی ذوالفقارِ حیدرِ کرار ہاتھوں میں
بڑھایا اسپِ برق آسا کہ کانپ اٹھے میدانیں
چمک سے تیغ کی خیرہ ہوئیں آنکھیں حریفوں کی
انی نیزے کی سینوں سے گزر کر تا سما پہونچی
بیاباں میں ہر طرف کو جاں بچا کر بھاگے جاتے تھے

بہت ایسے تھے جن کی آنکھ سے آنسو برستے تھے
رکھا لڑنے ہی پہ دشمن نے لیکن فیصلہ قائم
ہوا فوراً اُڑا کافور سا جذبہ گرم جوشی کا
سرِ میداں تھیں کچھ سرگوشیاں باہم کمینوں میں
سرِ تیغِ قضا تھا کون ایسا جو چڑھے پہلے
سمندر کے تلاطم میں سکوں اس فوج کا دیکھا
ہر اک کو جنگ کی ترغیب دی لب ہائے خنجر سے
اچانک ہو گیا یہ طرۂ دستار پر حملہ
طبیعت تھی ازل سے ناخلف کی فطرتاً گندی
ابھی تک بے خبر سرکار تھے دشمن کے ایما سے
لبِ پیکاں سے برجستہ صدائے شاباش آئی
اٹھایا خود کو خود مالکِ ناپاک طینت نے
یقیناً نزد اربابِ شریعت یہ اہانت تھی
نگاہِ قہر ساماں میں تھی بجلی کی چمک پیدا
بد اخلاقی یہ ابنِ سعد کی دل میں ملال آیا
ٹپکتی تھی ید اللٰہی جلالت پاک چتون سے
لیا تیر و کمانِ جعفرِ طیار ہاتھوں میں
پڑی بھگدڑ یہ مچی ہلچل سپاہِ فتنہ سامانیں
بنالیں صورتیں دوجی جوانوں نے ضعیفوں کی
گرے راکب جہاں گھوڑے کے ٹاپوں کی صدا پہونچی
سوار اُن کے پرے تیغِ قضا کے آگے جاتے تھے

سراسیمہ جلالِ شامت سے تھے کوفی و شامی
نظر کے سامنے منڈلا رہی تھی ہر سو ناکامی

دوا گھوڑا بڑھاتے تھے جس جانب شہ والا
نظر آتے تھے دستے فوجِ دشمن کے تہ و بالا

کسی کو سامنے پڑنے کی جرأت ہی نہ ہوتی تھی
اجل ان بزدلوں کی جان لینے میدان میں پھرتی تھی

غضب شمشیر زنی تھی تازہ انداز ہی قیامت تھی
لبِ خنجر کی جنبش صاف پیغامِ ہلاکت تھی

بدل ڈالا شہ گردوں نشیں نے جنگ کا نقشہ
ہزیمت آشنا تھا فوج بے آہنگ کا نقشہ

یداللّٰہی شجاعت آئینہ بر کف نظر آئی
ہم آغوشِ ہزیمت فوج کی ہر صف نظر آئی

جلالِ غیظ کی یہ جنگ گویا تھی اک قیامت تھی
قدم اکھڑے سے تھے فوجِ شام کے برگشتہ قسمت تھی

ہوئی جب لڑتے لڑتے تشنگی سرکار پر غالب
کہا خود در کشتگی میں یا علیؑ ابن ابی طالب

نظر کی سوئے کعبہ لب پہ اسمائے صفات آئے
محاذِ جنگ توڑا دم زدن میں تا فرات آئے

لیا چلو میں پانی قصد فرمایا پئیں پانی
کہ فوجِ اشقیا نے آپ پر کی تیر بارانی

حصینِ فتنہ جو نے تیر ایسا تاک کر مارا
کیا جس نے لبِ معجز نمائے شہ کو دو پارا

بجائے آب خونِ گرم سے آئی تری لب پر
ہوئی اک کیفیت طاری تھا شہدِ لعاب لب پر

نظر جب آستیں پر خوں لیے دو شیم آیا
زبانِ شاہ پر سبحانَ ربیَ العظیم آیا

کہا اے حضرت باری ترے احسان کے قرباں
شکستہ آرزو ہیں یہ کرم اس شان کے قرباں

میں بیکس ہوں مری جانب تو چشمِ کرم رکھنا
مجھے اس امتحانِ سخت میں ثابت قدم رکھنا

یہ فرما کر عنانِ اسپ کو سوئے عدو پھیرا
سپاہِ اشقیا نے شہ کو ہر جانب سے آ گھیرا

ہوئی ہر سمت سے یورش ہوئے ہر سمت سے حملے
مگر رعبِ شہِ دیں سے گرے اشرار کے حملے

تمیم ابن قحطبہ شام کی افواج کا افسر
قوی ہیکل، جواں، تیغ آزما، سرمند و زور آور

بڑے دم خم سے نعرہ بر زباں آیا مقابل میں
قضا کے سامنے خود کو سمجھتا تھا مگر یاں میں

چلی تلوار ابن فاطمہ مردانہ کی جیبِ راست سے
گرا سر کٹ کے گاجر کی طرح ناری کا گردن سے

یزید ابطحی سردار افواجِ عراقی کا
دمشق و مصر تک شہرہ تھا جس کی بہادری کا

ہوا گھوڑا بڑھا کر حملہ آور شاہِ والا پر
نہایت شدّت کے ساتھ برسانے لگا خنجر

فنونِ جنگ کے جوہر دکھائے تیز دستی سے
سرِ میداں تھا محوِ کبر و نخوت جوشِ ہستی سے

شہ نے الٹے رد کیے وار سب پھر ہنس کے فرمایا
کہ اب ہشیار ہو ظالم سنبھل اب اے فرومایا

یہ کہکر تیغ کھینچی رخشِ برق آسا کو چمکایا
مخالف پر نگاہِ گرم ڈالی اس کو گرمایا

چمک تیغِ قضائی کی تھی کہ بجلی کا شرارہ تھا
کمر سے جسمِ ناری آنِ واحد میں دو پارہ تھا

فضائے دشت کے ذرّوں سے شورِ آفریں اٹھا
دعا کو دستِ فاتح جانبِ عرشِ بریں اٹھا

لگایا آپ نے پھر نعرۂ شیرانہ میداں میں
صدائیں ہر طرف تکبیر کی گونجیں بیاباں میں

بشدّت دیکھا اشرار کے حملوں کو حضرت نے
دکھائی صولتِ شیرِ خدا فطری شجاعت نے

لڑے اس طرح جم کر دلبرِ خیبر شکن رن میں
نظر آثار بدلا آنے لگے افواجِ دشمن میں

مسلسل برقِ تیغِ قضا سے فوج کٹتی تھی
توجہ آپ کی میدان سے ہرگز نہ ہٹتی تھی

سیاہِ شام پھرتی تھی ہزیمت خوردہ میداں میں
ندامت سے تھے سر نامردوں کے پنہاں گریباں میں

خیمۂ اہل بیت پر حملہ

بگڑتا شمر کو جب رزم کا نقشہ نظر آیا
فریب و مکر سے فطری شرارت پر اتر آیا

سفیہانہ نئی تدبیر سوچی کینہ پرور نے
کیا مظلوم مستورات پر حملہ ستمگر نے

شمر خیموں کی جانب لیکے دس اشرار کو ظالم
غرض تھی یہ ستائے عترتِ اطہار کو ظالم

دسوں یہ اہلبیتِ مصطفےٰ کے دشمنِ جاں تھے
سنان و صالح و خولی و قیم و عبدِ رحماں تھے

سبھوں نے خیمۂ اطہر کو چاروں سمت سے گھیرا
ارادہ تھا کہ ملکر لوٹ لیں اہلِ جفا ڈیرا

امامِ دو سرا نے دور سے دیکھا جو یہ عالم
صفِ اعدا سے باہر آگئے ہوتے ہوئے برہم

کہا اے شمر تف ہے اس تری بیہودہ حرکت پر
ترے اعمالِ بد سے حرف آتا ہے شرافت پر

نہ تجھ میں کوئی غیرت ہے نہ ہے کوئی حیا باقی
ترے دل میں نہیں اے بےحیا خوف خدا باقی

رہا ہے تیرے ساتھ بے تعداد لشکر فوج بے پایاں
عمر زندہ ہے سوا رکھتا ہے ظالم جنگ کے ساماں

مگر تو اس قدر نامرد و بزدل صاحب شر ہے
ہے مغرور بے گر نیزاں عورتوں پر حملہ آور ہے

نہ تنہا شمر ہی غیرت سے تھا خاموش ہر بزدل
ہر اک کے سامنے تھا ایک عبرتناک مستقبل

اثر جب کچھ نہ دیکھا سرزنش کا بدشعاروں پر
شہ والا نے حملہ کر دیا اُن نابکاروں پر

تھی نامردوں میں کب ہمت جو بڑھتے وہ قدم آگے
گرے اک دوسرے پر منہ کے بل آگے سے یوں بھاگے

تعال اللہ یہ جوش و تماشہ زور یہ دم خم
اکیلے ہیں ہزاروں میں مگر ہیں صورت ضیغم

بچایا خیمۂ اہل عبا کو شاہ والا نے
ہزیمت دی حریفانِ جفا کو حق تعالےٰ نے

سنان و شمر و خولی سامنے سے بھاگے جاتے ہیں
سپاہی جی چراتے ہیں جب خنجر اُٹھاتے ہیں

ہوئے مغرور ظالم خیمہ ہائے پاک کی حد سے
چرا کر جان بھاگے سامنے سے بچ گئے زد سے

حضرت زینبؓ کے بعض کلمات

ہوا جب شور و غل خیمہ سے باہر آگئیں زینبؓ
نظر آیا قریب فوج میر فوج لامذہب

کہا زینبؓ نے ابن سعد سے اے سعد کے بیٹے
خدا کا ترس اے بے رحم اپنی تقدیر کے ہیٹے

حسینؓ ابن علیؑ یوں ذبح ہوں اس دشت غربت میں
نہ آئے رحم او بے رحم کچھ تیری طبیعت میں

یہ فقرے درد میں ڈوبے ہوئے تھے دل سے نکلے تھے
وفور سوز غم میں سینۂ بسمل سے نکلے تھے

پگھل کر رہ گیا دل سنگدل سالار لشکر کا
ڈھلک کر ریش تک آیا پھر آنسو دیدۂ تر کا

چھپا کر عمر ابن سعد منہ زینب سے ہٹ آیا
نگاہیں کر کے نیچی دوسری جانب پلٹ آیا

حملۂ امام علیہ السلام

امام دوسرا شیروں کی طرح حملہ کرتے تھے
شقی جو سامنے آتے تھے کٹ جاتے تھے مرتے تھے

خدائی یاد تھی دل میں زباں پر شکر باری تھا … نہ دم آخر بھی درسِ الفتِ اسلام جاری تھا
عدو کو یاد احکامِ الٰہی کی دلاتے تھے … عذابِ آخرت سے بھی حریفوں کو ڈراتے تھے
فسادِ قتلِ مسلم پر مخالف کو ملامت تھی … صفِ اشرار کو سمجھانے لطف کی ہدایت تھی
عیاں میدان میں تھا آپ کا ہر جوہرِ اعلیٰ … جہاد و وعظ دونوں کام کرتے تھے شہِ والا
کمالِ جنگ تھا انسان کی طاقت سے بالاتر … پراگندہ سرِ میدان تھا سارا شام کا لشکر
سوار آزردہ خاطر منتشر فوجی پیادے تھے … ہزیمت کا خطر تھا پست دشمن کے ارادے تھے
تھیں ابن سعد کی مایوسیاں ہر دم ترقی پر … ہم آغوشِ خیالِ نامرادی تھا ہر اک افسر
محاذِ جنگ کا نقشہ دگرگوں جب نظر آیا … مچایا شمر نے اک شور ابن سعد چلایا
بڑھا یا میمنہ سے عمرو بن حجاج نے لشکر … زراعہ بن شریک اک سمت سے آیا لئے خنجر
بڑھے کرتے ہوئے پیدل رسالے تیر بارانی … سواروں نے باندازِ جنوں کی خنجر افشانی
کہا شمرِ لعیں نے اے سپاہِ کوفی و شامی … تمہاری مائیں مر جائیں ہو کیوں تم ننگِ ناکامی
حسینؑ ابن علیؑ کی سلب طاقت ہو چکی ہے اب … ہے چہرہ مضمحل خستہ طبیعت ہو چکی ہے اب
فقط نقصِ علالت ہے یہ سب جس سے یہ لڑتے ہیں … قدم آہستہ آہستہ ذرا دیکھو تو پڑتے ہیں
یہ مہماں ہیں کوئی دم کے نہ ان سے خوف تم کھاؤ … ذرا ہمت دکھاؤ سامنے آ جاؤ ڈٹ جاؤ
تم اک اک کنکری پھینکو تو یہ میدان میں دب جائیں … ہیں گر تم حملہ آور تو یہ بچ کر تم سے کٹ جائیں
بڑھو ہاں اے دلاور کوفیو خنجر سنبھالو تم … بہادر شامیو ہمت کرو نیزے اٹھا لو تم
اثر انداز اندازِ بیاں تھا شمرِ ظالم کا … مطیعِ حکم ہر فوجی جواں تھا شمرِ ظالم کا
سواروں نے پیادوں نے کئے حملے شہِ دیں پر … مگر آیا نہ بل چینِ جبیں پر شانِ تمکیں پر

واقعہ شہادت امامؑ عالی مقام

بدن نیزوں سے تھا غربال زخمی جسم تھا سارا … رواں تھا ہر بنِ مو سے لہو کا ایک فوارا

زرعہ نے چلائی تیغ شانے اور بازو پر
تنِ پُرنور پر تینتیس تھے نیزے کے زخم اب تک
بہتر زخم جسمِ ظاہری پر یہ نمایاں تھے
بہتر ساتھیوں کا اُف نظر کے سامنے مرنا
جگر تھا پارہ پارہ جس سے یہ تو زخم کاری تھے
بیاں ہم تین تازہ زخم جو جناب آپ نے کھائے
وہ ضربے تازہ خونِ تازہ سے آقا نے فرمایا
نمازِ عشق کی گویا یہ تکبیرِ اقامت تھی
زمیں پر اُف امامِ دیں تھے سجدے میں غش کھا کر
تہِ خنجر کیا سجدہ ادا از رضی الٰہی کا
بنی عینِ حضوری سرزمینِ عشق کی تابندہ
نمازِ عشق کی تکمیل پر عمرِ سعد چلا کیسے
غشی میں رہ سکے تاکم نہ جب سر کاٹنے کو پر
بڑھا خولی یزیدی عجمی کا نا خلف بیٹا
جدا کرتا سرِ اقدس کا جسمِ پاک سے چاہا
نہیں ہاں وہ نہیں قاتل مرا حضرت نے فرمایا
سنانِ ابن انس ابلیس طینت بے حیا خود
بڑھا خنجر بکف اُف وہ بے حیلے نے دفعتاً بڑھ کر
حسینؑ ابن علیؑ ابن بتولؑ وہ سبطِ پیغمبرؐ
شہید اللہ اکبر ہو گئے اسلام کی خاطر
شہ گردن مکاں کا سر تہِ تیغِ دو دم آیا

سناں ابن انس نے نیزہ مارا بڑھ کے پہلو پر
لگے تھے زخم جو خنجر کے وہ چالیس تھے بیشک
بہتر زخم کاری اندر تھے جو نہیں نہاں تھے
عدم کو نوجواں بیٹوں بھتیجوں کا سفر کرنا
تھا استقلال لیکن ضعف کے آثار طاری تھے
ہوئی تابِ تواں گم اُف مسلسل غش پہ غش آئے
زباں پر نعرہ اللہ اکبر یک بیک آیا
زمیں پر جھک کے گرنا ذاتِ انور کی بصورت تھی
نظر تھی رو بقبلہ عرضِ سجدہ تھا سرِ اطہر
نمایاں خاکِ جبینِ مہر شاہد بے گناہی کا
ہوئی تفسیر اسجد واقترب وصلِ علیٰ پوری
نمازِ جمعہ یا اس کو نمازِ قرب کیا کہیئے
ہوئے مائل بفرشِ خاک ساقی زین سے سرور
جہنم آشنا، دوزخ بکف تقدیر کا ہیٹا
تہِ حضرت نے جب پہلو بدلا چاہا کہا خولی تو نہیں قاتل ہاں
یکا یک بے کیا خولی کے رعشہ جسم میں آیا
کمینہ خصلت و مبغض و داغی تمسک سے گزرہ
رکھا سینہ پہ زانو پھیر دی تلوار گردن پر
قتیلِ خنجرِ عشق وہ حبیبِ حضرت داور
وہ اسلام میں جو دھو گئے اسلام کی خاطر
نظر اہلِ جہاں کو منظرِ ذبحِ عظیم آیا

ہوئی ہر سمت تاریکی نمایاں وزروشن میں
چھپا اسلام کا خورشید تاباں وزروشن میں

جہاں میں انقلاب جل بلاماں برملا آیا
فلک کا شق ہوا سینہ زمین پر زلزلہ آیا

اندھیرا چھا گیا سورج ہوا پنہاں نگاہوں سے
غبار اٹھا دھواں بنکر زمیں کی سرد آہوں سے

شفق بنکر فضائے آنچ گردوں سے لہو برسا
خدا کا قہر برسوں دشمنوں پر لہو برسا

اجنہ کربلا میں نوحہ خواں معلوم ہوتے تھے
فرشتے ہر طرف سر فغاں معلوم ہوتے تھے

کف افسوس رہ کر آہوانِ دشت ملتے تھے
زمین کربلا سے خون کے چشمے ابلتے تھے

ستمرانی کی حشر آثار صورت اور کیا ہوگی
قیامت کسکو کہتے ہیں قیامت اور کیا ہوگی

خدا کی راہ سے ملعون بندے خود ہوئے گمراہ
حکومت کی ہوس بھی کیا ہوس ہے اے معاذ اللہ

یزید شام پر شمر و عبید اللہ پر لعنت
سنان و ابن سعد و خولی گمراہ پر لعنت

یزید شام گم ہے ظلمتِ تا شام جہنم میں
حسین پاک کا ہے نام روشن بزم عالم میں

یزیدی سلطنت پانی کا اک فانی ہیولا تھا
نہ قائم رہ سکی دو دن خیالی اک ہیولا تھا

مٹی سب سلطنت ساری حکومت پر زوال آیا
عذابِ جاوداں بنکر عذاب ذوالجلال آیا

مٹا نام و نشاں آل یزیدِ فتنہ ساماں کا
یہ باقی نہیں ظالم کی نسلِ نامسلماں کا

رہیگا نام آلِ مصطفےٰ کا رہتی دنیا تک
شفاعت ان کی دنیا چاہیگی ہنگام عقبیٰ تک

دعائے امت

ابد تک یا الٰہ العالمیں اے خالق برتر
ہو بارش رحمتوں کی روحِ سلطان شہیداں پر

حسین ابن علی کا خالقِ کون و مکاں صدقہ
امام پاک کا اے کارسازِ انس و جاں صدقہ

الٰہی واسطہ خونِ شہیدانِ محبت کا
الٰہی واسطہ روحِ فدا کارانِ ملت کا

شہید کربلا کا واسطہ اے خالقِ اکبر
امام دوسرا کا واسطہ اے خالقِ اکبر

مسلمانانِ عالم کو عطا ہو ذوقِ دینداری
رہیں افراد امت تا ابد حسرت نکوکاری

عطا ہو جذبۂ شانِ شہیداں ہر مسلماں کو
مکمل ذوقِ ایماں مرحمت ہو اہلِ ایماں کو

نہیں ذہنی حرارت نے پرستارانِ ملت کو
رہا کر قیدِ نامسلم سے ہر پابندِ امت کو

رہے آزاد مسلم تا ابد ایوانِ عالم میں
ہو جوشِ حریت پیدا مسلمانانِ عالم میں

نہ کہ محکوم نامسلم مسلمانوں کو دنیا میں
عطا کر نعمتیں ہم تمتکنا مانوں کو دنیا میں

ہمارے سر سے بارِ تاجِ نامسلم اٹھا یارب
جہاں سے غلبۂ افواجِ نامسلم اٹھا یارب

تصرف میں ہمارے دولتِ شاہانِ ہر آئے
پھریرا نصرتِ اسلام کا عالم میں لہرائے

کریں اے رحمتِ باری حکومت ہم زمانے میں
نشانِ فتحِ مسلم کا اڑے پرچم زمانے میں

اثر زائل جہاں سے دشمنِ ناکام کا کر دے
الٰہی بول بالا ملتِ اسلام کا کر دے

نشانِ نصرت و اقبال ہر مسلم کا شاہد ہو
الٰہی دہر میں ہر نوجواں مسلم مجاہد ہو

فلسطین و وزیرستان کے آشفتہ حال مسلم
مراقش شام ہند و چاٹگام کے نوجواں مسلم

ستائے جا رہے ہیں جورِ اعدا کے نشانے میں
خود اپنی بے کسی سے بزمِ عالم میں فسانے ہیں

بچایا رب جب لیفانِ ستم ایجاد سے ان کو
رہائی کر عطا زندانِ بیداد سے ان کو

اڑے یارب جہاں میں نصرتِ اسلام کا جھنڈا
رہے اونچا ہمیشہ ملتِ اسلام کا جھنڈا

غارت گری

شہید اللہ کے محبوب کو جب کر چکے ناری
کیا جور و مظالم کا نیا اک سلسلہ جاری

سرِ اقدس کو خولی نے لیا اپنی حفاظت میں
لیا اسود نے کفشِ پاک کو دامانِ عقیدت میں

بنی دارم کے اک مردِ کنے لی تلوار جوری سے
لیا بیٹی کو قیس اشعثی نے سینہ زوری سے

لیا سامانِ حرمت عنز بیں سے جس نے جو چاہا
مگر چادر امینہ کو بحر بن کعب اپنے گھر لایا

تنِ اطہر پہ تھے جتنے سلیح سب لے گئے ظالم
اذیت جو بھی تھی میت کو دنیا نے گئے ظالم

خیام اہل بیت پاک کو اشرار نے لوٹا
خواتین حرم کو لشکر خونخوار نے لوٹا

فرش و مال و اسباب و ظروف و جانور لوٹے
غرض خیموں میں تھے جو ساز و سامان و بستر لوٹے

کہا یہ دس سواروں سے سپہ سالار لشکر نے
امیر فوج نابکار ظالم کینہ پرور نے

سوارو ہاں سنو پیدا ہو گر تم اپنے باپوں سے
کچل ڈالو سر سلطاں دیں گھوڑے کی ٹاپوں سے

پڑا ہے سجاد کی جانب کینہ شمر ذی الجوشن
اٹھائی تیغ چاہی آپ کی بھی کاٹ دے گردن

رہے جاتے ہیں کیوں سجاد باقی تھا الم اسکو
کھلا کینہ تھا اہلبیت سے بے کیف و کم اسکو

اٹھائی شمر نے تلوار شہزادے پہ جب غصے سے
حمید ابن مسلم نے روکا قتل عابد سے

کہا اے شمر لڑکوں کو بھی کوئی قتل کرتا ہے
یہ لڑکا آپ ہی بیمار ہے موت مرتا ہے

لیا عابد کو آخر کار اعدا نے حراست میں
نگہبان فرد تھے بیمار قیدی کے خباثت میں

خواتین مطہر پر بھی دشمن کو نہ رحم آیا
کسیں مشکیں ہر اک کی پا بجولاں سب کو فرمایا

پڑی بے سر تھیں جو اعدائے بد انجام کی لاشیں
پراگندہ سے صحرا میں تھیں جو فوج شام کی لاشیں

فراہم کی گئیں سب حکم ابن سعد سے رن میں
کیا بعد نماز ان سب کو گاڑا دفن مدفن میں

ہوئی خالی زمین کربلا جب فوج شامی سے
رہا باقی نہ جب کوئی یہاں اعدائے نامی سے

قریبی گاؤں سے جا پہنچے ابنائے اسد آئے
امام پاک کی نعش مبیں پہ رو کے چلائے

مہیا کیں بصد آہ و فغاں لاشیں شہیدوں کی
عقیدت آفریں عہد آفریں ان نعش عقیدوں کی

جنازے کی نماز ادا کی اہل قریہ نے
نمایاں شان پھر دیکھی خدا کی اہل قریہ نے

شہیدوں کے بدن پر زخم سب تازہ نظر آئے
نئے منظر نئے جلوے نظر ہر لاش پر آئے

معطر میتیں معلوم ہوتی تھیں شہیدوں کی
بہشت مغفرت لاشیں تھیں ان جنت سیدوں کی

علی کے چاند کو آل اسد نے دفن فرمایا
تہ خاک لحد سورج مدینہ کا اتر آیا

ہوا حاصل یہ مدفن کشتگاں کا ہر مرد فرزانہ
بنا گنج شہیداں کربلا کا دشت ویرانہ

سرِ مبارک اور ابنِ زیاد

لکھا کوفہ کو ابنِ سعد نے خط اپنے لشکر سے
سرِ پُرنور کو ہمراہ بھیجا پاس عامل کے
سرِ دربارِ عامل شاہدانِ چشم دید آئے
بقولِ بعض دونوں سرِ انور کو لائے تھے
ہوا انرِ شہیدِ کربلا کوفے میں جب داخل
نگہبانوں نے اپنے پاس رکھا رات بھر سر کو
ہوا جب دن کیا روشن جہاں کو مہرِ تاباں نے
ہزاروں شہر کے پیر و جواں دربار میں آئے
بصدِ نخوت عبیداللہ بیٹھا تختِ زریں پر
حمید و شمر و خولی سر کو لائے طشت میں رکھ کر
چھڑی چھوٹی سی تھی اک بید کی دستِ ستمگر میں
سرِ انور سے تھا مائل بہ گستاخی عبیداللہ
تھے اہلِ بزم میں کچھ لوگ خوش کچھ لوگ تھے برہم
نہایت تلخ لہجہ سے کہا اے ابنِ مرجانہ
یہ وہ سر ہے جو ہے سرتاجِ سردارانِ جنت کا
یہ سر برسوں رہا ہے زیبِ آغوشِ رسول اللہؐ
انھیں ہونٹوں کو بوسے سرورِ کونین دیتے تھے
عذابِ حشر سے قہرِ خداوندی سے ڈر زیادی
سنے فقرے یہ جب ابنِ زیادِ کینہ پرور نے

کوائفِ جنگ کے سب من و عن لکھے گئے سر سے
سرِ نامہ گئے تحریر فقرے فتحِ کامل کے
سرِ شاہِ شہیداں لے کے خولی و حمید آئے
بقولِ بعض شمر و قیس و عزرہ سر کو لائے تھے
مقفل ہو چکا تھا بابِ دولت خانۂ عامل
منور شام سے تا صبح دیکھا سارا گھر دیکھو
کیا دربارِ عام ابنِ زیادِ فتنہ ساماں نے
سرِ انور لیے کر پاسباں دربار میں آئے
ستمگر کو تھا نازاں اپنے غرور و کبر و تمکیں پر
عبیداللہ نے نخوت سے پھیرا ہاتھ داڑھی پر
چبھو کے اس سے دیتا تھا لب و دندانِ سرور میں
نمائش کر رہا تھا ظلمِ بیہم کی عبیداللہ
اُٹھے یکبار مجمع سے جنابِ زیدؓ بن ارقمؓ
تجھے اس فعلِ بد پر چاہیے غیرت سے مر جانا
یہ وہ سر ہے جو ہے محبوبِ سلطانِ رسالت کا
یہ سر اسکا ہے تھا جو راکبِ دوشِ رسول اللہؐ
انھیں دانتوں کو اکثر [illegible]
لب و دندانِ حضرت کو نہ لو مضروب کر ہادی
کہا زیدؓ ابنِ ارقم سے نہ غیظ و غضب سے نے

خدا تجھکو رلائے اے عمر عقل کے دشمن
نہ تھا بے بخور گر تو اڑا دیتا تری گردن

نکل جا میرا عاقل ابھی دربار سے میرے
وگرنہ جسم پر زرہ لگے گی جل اٹھینگے تیرے

نکل کر زید نے فی الفور ہی قصر حکومت سے
نہیں تقریر کر فرمائی نہایت شان و شوکت سے

کہا رے کوفیوں لعنت ہے تمہاری بیحیائی پر
اتر آئے تم اہل بیت سے جنگ آزمائی پر

کرایا تم نے آل فاطمہ کو قتل غربت میں
جواب اللہ کو کیا دینگے تم قیامت میں

کیا ہے ابن مرجانہ کو حاکم منتخب تم نے
لیا ہے قہر حق کو اپنے سر پر بے سبب تم نے

یہ ظالم قاتل آل نبی ہے صاحب شر ہے
معین قاتلان دیں ہے کفر پرور ہے

اسے اسلام سے ذرہ برزہ اک گونہ عداوت ہے
حکومت اسکی وجہ افتراق دین ملت ہے

کہینگے کیا تمہیں اے کوفیو دنیا قیامت تک
رہو گے بالیقیں دنیا میں تم رسوا قیامت تک

ابن سعد و ابن زیاد

نواح کربلا میں بارہویں ماہ محرم کو
چلا سالار سعد لے کر فوج برہم کو

کیا پابند مستورات کو ان دون بٹھلایا
ستمگر کو نہ ان کی بیحجابی کا خیال آیا

پنھائیں بیڑیاں سختی سے باندھا ہاتھ عابد کے
کئے بے رحم ظالم کچھ نگہباں ساتھ عابد کے

خواتین حرم کو قید کر کے لے چلا ظالم
رہا صرف جفا تا حد کوفہ برملا ظالم

گئے تھے پیشتر سے جمع جو سر ہر قبیلے نے
کیا قبضہ شہیدوں کے سروں پر ہر قبیلے نے

چڑھا رکھے تھے سر اعدا نے نیزوں پر شہیدوں کے
تھے قبضہ میں بنی کندہ کے تیرہ سر شہیدوں کے

یقیناً بیس سر تھے پاس ابنائے ہوازن کے
انہوں مذحج نے نیزوں پر رکھے تھے سات سر ان کے

تمیمی فوج کے زیر تصرف سترہ سر تھے
برائے گفت ابنائے اسد ہاتو چھ سر تھے

قبائل مختلف کچھ اور بھی تھے دیں کے دشمن
حراست میں تھے جنکے سات یا نو سر بے کفن

تھے سر نیزوں پہ سارے سر فرزندان حجازی کے
نشاں تھے یہ علی الاعلان ان کی سرفرازی کے

غرض یوں کربلا سے سوئے کوفہ ابن سعد آیا
سر بزم عبیداللہ فوراً اس کے بعد آیا

حضرت زینبؓ اور ابن زیاد

خوشی کا ہر طرف کوفہ میں یوں اظہار ہوتا تھا
کہ دروازہ عبیداللہ کا دربار ہوتا تھا

اسیران بلا کی دید کا شائق تھا ہر کوفی
خود اپنے کفر کی تجدید کا شائق تھا ہر کوفی

فغاں بر لب شکستہ حال جب قافلہ آیا
ضعیف اشرار میں فتح و ظفر کا زعم در آیا

سر دربار ابن سعد جو نہی لایا اسیروں کو
ملا موقع مسرت کا امیروں کو وزیروں کو

عبیداللہ نے زینبؓ کی جانب غور سے دیکھا
نگاہ قہر سے کچھ جاہلانہ طور سے دیکھا

کیا دریافت اہل بزم سے یہ کون عورت ہے
عیاں چہرے سے اسکے ہاشمیت ہے شرافت ہے

کہا درباریوں میں سے کسی نے کھینچ کر اک آہ
یہ ہیں زینبؓ نور عین فاطمہؓ بنت رسول اللہؐ

عبیداللہ بولا سخت لہجے سے کہ اے زینبؓ
بجا لائیں نہ کیوں اس فتح پر ہم آج شکر رب

خدا کا شکر جس نے در بدر رسوا کیا تم کو
سزا دی جھوٹ کی بدلا شرارت کا دیا تم کو

کہا زینبؓ نے ہے اللہ کا احسان یہ ہم پر
ہمیں جس نے بنایا بنت زہراؓ بنت پیغمبرؐ

بنایا جس نے نانا کو ہمارے خلق کا ہادی
ہوئی جن کے قدم سے شورش باطل کی بربادی

ہمیں توفیق بخشی اتباع دین کامل کی
بزرگوں پر ہمارے آیہ تطہیر نازل کی

ہے دنیا چند روزہ اس کی ذلت اسکی رسوائی
خدا شاہد ہے جو ہے آپ کی صورت گئی آئی

وہ دن ہے آنے والا جب خدا کا سامنا ہوگا
زباں تجھکو بھی اس ظالم کلیجہ تھامنا ہوگا

کہا ابن زیاد فتنہ جو نے کیا نہیں دیکھا
سر میداں انہیں کس کو کیا اللہ نے رسوا

کہا زینبؓ نے کیا رسوا تمہارے خاندان والے
پڑے تھے کس کو میداں میں عالی نسب سلائے

سنے یہ طعنہ ہائے دلخراش و رنج فرما جب
نہ فرط غم سے ہچکی بندھ گئی رونے لگیں زینبؓ

دکھایا مل عبیداللہ نے مظلوم زینبؓ کا
جفا پر حال کیا ہوگا خدا معلوم زینبؓ کا

ابن زیاد اور حضرت سجادؑ

عبیداللہ نے سجادؑ کی جانب نظر ڈالی — کہا تم کون ہو کیوں لائے ہو با این بدحالی
کہا عابدؑ نے ہوں مظلوم وقفِ بیکسی ہوں میں — مریضِ غم علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ہوں میں
سنا جب نام عابدؑ کا تو بولا طیش سے مردک — تعجب ہے کہ زندہ ہے علیؑ ابن حسینؑ اب تک
کہا عادل نے پھر کچھ طنز اور غصہ سے دوبارہ — خدا نے اے علیؑ تجھکو ابھی تک کیوں نہیں مارا
رہے خاموش حسبِ عابدؑ تو بولا پھر جھنجھلا کر — زباں کھولو جواب اس کا ابھی دو سامنے آکر
کیا ارشاد عابدؑ نے علیؑ تھے میرے اک بھائی — شہید ان کو کیا لوگوں نے یوں انکو قضا آئی
کہا ظالم نے ہنس کر مار ڈالا ان کو خالق نے — ہوئے خاموش پھر عابد کہا پھر حق کے ناطق نے
نہیں کیا ہو گیا ہے بولتے تم کیوں نہیں فوراً — مرے احکام پر کرتے نہیں خم کیوں جبیں فوراً
پڑھیں سجادؑ نے فی الفور چند آیاتِ قرآنی — ہوا آیات سنکر بے حیا غرقِ پشیمانی
کہا غصہ میں ہے واللہ یہ بھی نسلِ حیدرؑ سے — کیا جائے اسے بھی ذبح فوراً نوکِ نشتر سے
مصاحب سے کہا دیکھو یہ بالغ ہے کہ نابالغ — امری نے نگہ کرتے ہی بتایا یہ ہوا بالغ
ستمگر نے کہا جلاد سے ہاں مار دو گردن — ہے یہ دشمن کا بیٹا بھی یزیدِ شام کا دشمن
کہا عابدؑ نے تنہا میں نظر بندوں کا سرور ہوں — کفیلِ بانوانِ محترم ہوں بیکس و غم ہوں
مجھے بھی کر دیا گر قتل اے بیداد گر تو نے — تو خود ہی اپنے سر لی آتشِ نارِ سقر تو نے
مگر ہرگز نہ اپنے حکم کو بدلا ستمگر نے — نہ کی چشمِ کرم سجادؑ پر اصلا ستمگر نے
جنابِ سیدہ زینبؑ دوڑیں بیقراری سے — ہجومِ ناشکیبائی سے جوشِ آہ و زاری سے
پڑھیں بڑھ کر لگایا لختِ دل عابدؑ کو سینے سے — کہا عادل سے ظالم میں بھی ہوں بیزار جینے سے
مجھے بھی ساتھ میں سجادؑ کے تم قتل کر ڈالو — نہ تنہا ہاتھ پھر ذبح اس بیمار پر ڈالو
ہماری نسل میں یہ ایک تن زندہ نرینہ ہے — اسی کے ساتھ اہلِ بیت کا سارا سفینہ ہے

کچھ اس انداز سے زینب کے یہ الفاظ نکلے
عبید اللہ کا نیا انداز میں تیور سے نظر آئے
کہا پہلے تو یہ جلاد سے زینب کو کہنے دو
مگر پھر سوچ کر بولا کہ ہاں عابد کو جینے دو

خطبہ ابن زیاد

ابھی دربار میں عبرت سی کچھ ہر طرف چھائی
صدائے الصلوٰۃ جامعہ اک سمت سے آئی
غرض یہ تھی کہ مسجد میں چلیں اب سارے درباری
سنایا جا رہا تھا خلق کو اعلان سرکاری
تھا جامع اہل شہر اہل عراق و شام مسجد میں
عظیم الشان تھا اک اژدہام عام مسجد میں
عبیداللہ نے رکھا قدم منبر پہ نخوت سے
بلند آواز میں خطبہ پڑھا کبر و رعونت سے
یزید شام کی توصیف خود اپنی ستائش کی
سپاہ فوج کی فتح و نصرت پر نمائش کی
امیر المؤمنین مولا علی کو بر سر منبر
برا کہنے لگا دینے لگا دشنام غارت گر
حسین ابن علی کو بھی کہا کذاب کاذب نے
بچھایا اس طرح تیغ پہ عیب اب کاذب نے
ہوئی مجمع میں اک جانب یکایک یہ ہم پیدا
اٹھا اک پیر نابینا شہید پاک کا شیدا
یہ مرد نیک عبداللہ[1] ازدی مرد زاہد تھا
مجاہد جنگ صفین و جمل کا اک مجاہد تھا
کہا اس نے کہ اے ابن زیاد لعنے ابن مرجانہ
غضب ہے اڑ رہا عالم میں یہ تیرا اترانا
خرابات جہاں میں تو تو کذاب ابن کذاب ہے
کمینہ تو ہے اور ابن کمینہ ابن کاذب ہے
ہوئے کذاب تو کیا پیغمبر اپنی حقیقت سے
تجھے مولا کی کچھ نسبت نہیں اصلی شرافت سے
امیر المؤمنین کہتا ہے جس کو تو بد ظالم
ہے وہ دین نبی کا حق پسند اے بد ظالم
تجھے غیرت نہیں کرتا ہے باتیں عارفوں کی سی
ہے یہ عالم آشکارا تیری مکاری و ابلیسی
کرایا قتل تو نے مصطفیٰ کے راحت جاں کو
کیا فتنہ بپا ٹھکرا دیا احکام قرآں کو

---

[1] عبداللہ بن عفیف ازدی ان کی آنکھ جنگ جمل اور دوسری جنگ صفین میں جاتی رہی تھی

تعالی اللہ یہ جوشِ صداقت جوشِ دینداری — بھری محفل میں ہے ظالم سے یوں اظہار بیزاری
عبید اللہ نے فوراً دیا حکمِ گرفتاری — کہا خدام سے لاؤ اسے با ذلت و خواری
کہا ازدی نے یا مبرور یا مبرور چلا کر — مگر خدام نے زیرِ حراست لے لیا آکر
عقیدتمند عبد اللہ ازدی کے بھی گھر آئے — چھڑا کر چھین کر ان کو نگہبانوں سے گھر لائے
عبید اللہ کو اس جرأتِ بیجا پہ طیش آیا — گرفتاری کو باغی کی مکمل ایک جیش آیا
سزائے موت دی ظالم نے اس شیدائے ملت کو — چڑھایا دار پر اس شخصِ عفیف پاک طینت کو

تشہیر سرِ مبارک
حضرت شاہِ شہیداں

عبید اللہ میں سب وہ بہیمانہ خصائل تھے — جو دور از وصفِ انسانی تھے خونخواری پہ مائل تھے
ابھی تک غیظ تھا سفاک کو شاہِ شہیداں سے — بھڑکتی تھی ابھی تک آگ اسکے قلبِ سوزاں سے
چڑھائے نیزوں پر اس نے سارے سر فروشوں کے — کئے دستے مرتب چند ہی بادہ نوشوں کے
نمائش کی سروں کی ہر گلی ہر ایک کوچہ میں — سرِ شاہِ شہیداں کی بھی کی تشہیر کوفہ میں
بظاہر تو ظالم یہ شہیدوں کی اہانت تھی — بباطن یہ اہانت اک جہاں کو درسِ عبرت تھی
لئے پھرتے تھے فوجی لوگ سر کوفہ کی گلیوں میں — مچا تھا جا بجا اک شور و شر کوفہ کی گلیوں میں
خواتینِ حرم کو دیکھ کر بے پردہ و چادر — ہزاروں مرد و زن ہر طرف بلکتے تھے شہیدوں پر
مکانوں میں چھتوں پر عورتیں مصروفِ ماتم تھیں — شریف و نیک طینت بیبیاں مائل بصد غم تھیں
تھے مشغولِ تلاوت اپنی چھت پر زید بن ارقم — ادب سے پڑھ رہے تھے کہف کی سورۃ بچشمِ نم
جنابِ زید تھے منجملۂ اصحابِ آنحضرت — رہے دورِ خلافت میں ہمیشہ آپ با عزت
پڑھا جب زید بن ارقم نے من آیتنا عجبا — یکایک سر شہِ دیں کا مکاں کے پاس سے گذرا (۱)

(۱) شواہد النبوت میں ہے۔ حضرت زید بن ارقم صحابی کوفہ میں اپنے مکان کے (بقیہ نوٹ اگلے صفحہ)

سر اطہر سے یہ آنا زکو سن زید میں آئی ۔۔۔ کہ اس سے بھی عجب تر ہے ہمارا حال اے بھائی
بدن میں آ گیا لرزہ جناب ابن ارقم کے ۔۔۔ سر شاہ شہیداں کے سنے جس وقت یہ فقرے
کہا رو کر بجا ارشاد ہے اے سبط پیغمبر ۔۔۔ ہے اہل کہف سے سرکار کی حالت عجائب تر
نزول غیبت فرق شہ دیں کی کرامت تھی ۔۔۔ شہادت زندہ جاوید ہونے کی بشارت تھی

روانگی اسیران اہل بیت امام
از کوفہ تا شام

عبید اللہ اس بیداد سے جب ہو چکا فارغ ۔۔۔ غم تشہیر سے جب ہو چکے آل عبا فارغ
زحیر بن قیس کو اس امر پر مامور فرمایا ۔۔۔ کہ سوئے شام لیجائے اسیر بیکس و بے مایا
کچھ ارباب سیر داخل سیر رکھتے ہیں یہ بھی ظن ۔۔۔ محافظ تھا اسیران حرم کا شمر ذی الجوشن
زحر یا شمر کے ہمراہ اک فوجی رسالہ تھا ۔۔۔ کہ جس کا ہر سپاہی فتنہ خو تھا لا ابالی تھا
اسیران حرم پر تھا یہی جور ستمرانی ۔۔۔ عیاں تھی ہر قدم پر بربریت فتنہ سامانی
نہ تھا محمل خواتین مبارک کی سواری پر ۔۔۔ رواں یہ نیک مستورات تھیں عریاں عماری پر
امام پاک زین العابدین سجاد با تمکیں ۔۔۔ ضعیف و ناتواں بیمار و محزون مضطر و غمگیں
مقید تھے مگر تھے پا بجولاں طوق در گردن ۔۔۔ بایں ضعف و نقاہت آہنی پہنے تھے پیراہن
بنھا کر دست و پا میں ہتکڑی بیڑی جفا جو نے ۔۔۔ لیئے جاتے تھے سجاد حزیں کو فوج کے اندر
مجسم پیکر صبر و رضا مظلوم شہزادہ ۔۔۔ چلا خاموش و ساکت یاد حق میں گرم اعتمادہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۲) دریچہ میں بیٹھے ہوئے سورہ کہف کی تلاوت کر رہے تھے جب سر پرنور حضور دمشق سے گذرا۔ آپ نے یہ آیت لب ہائے مبارک سے سنی اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ترجمہ۔ کیا تو جانتا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیوں میں سے ہیں ۱۲۰

شہیدان گرامی کے مبارک سر تھے نیزوں پر
رواں اس طرح تھا کوفہ سے سوئے شام یہ لشکر

سحر سے شام تک یہ قافلہ ہر روز چلتا تھا
جہاں ہوتی تھی منزل رات کو پہرہ بدلتا تھا

کرامت و نمایاں سر اقدس سے ہوتی تھی
پہنچتے تھے جہاں قیدی وہاں مخلوق روتی تھی

مرحلۂ حران

گروہ اہلبیت پاک جب حران تک پہنچا
سر شاہ شہیداں اک بلند ایوان تک پہنچا

یہودی مالک ایواں قریب کاخ ایواں آیا
پڑی سر پر نظر دیکھا ہے سر پر نور کا سایا

لب سلطان دیں ہلتے ہوئے اسکو نظر آئے
کلام اللہ کے کچھ آپ نے الفاظ فرمائے

یہودی جو کلیم اللہ کے گرجے کا دربان تھا
کلام اللہ کی آیات سنتے ہی مسلماں تھا

نثار کر اپنا مال و زر سامان سبھی نے
بطور نذر پیش حضرت عابد رکھا لا کے

یہودی کا مسلماں ہو کیونکر گوارا ہو جاتا
نہ اصلاً کر سکی برداشت یہ فوج بیگانہ

اسے بھی ان ستمگر ظالموں نے قتل کر ڈالا
ہوا لذت کش جام شہادت حق کا متوالا

مرحلۂ موصل

یہاں سے جب بڑھے آگے تو موصل کے قریب آئے
کہا فرمانروا نے کیوں یہاں تم بدنصیب آئے

نہیں موصل میں اذن قاتلان سبط پیغمبر
گوارا ان کا داخلہ ہے نہ بوجہ امکان فساد و شر

رکا شب کو یہ لشکر شہر سے کچھ دور صحرا میں
رکھا اک صاف پتھر پر سر پُر نور صحرا میں

گرا پتھر پہ خون فرق اطہر کا کوئی قطرہ
اثر یہ ہو گیا اس قطرۂ خون مبارک کا

ابو عشرہ کے سن تک ہے جاری تازہ ہوتا تھا
کرامت کا امام پاک کی اندازہ ہوتا تھا

یہ پتھر عہد میں عبدالملک کے نذر ہو ان کے
بفرمان حکومت کر دیا گم چشم انساں سے

مرحلۂ حلب

رواں ہو کر یہاں سے کارواں نزدِ حلب آیا
مچا غل ہر طرف فرزندِ سلطانِ عرب آیا

یہاں قلعہ کا داروغہ عزیز نیک سیرت تھا
یہودی تھا مگر تھا با مروت خوش عقیدت تھا

سرِ اطہر کی اس نے خواب میں توقیر دیکھی تھی
بزرگوں کی نظر کے سامنے تصویر دیکھی تھی

مسلماں ہو گیا شیریں سے اسکی ہو گئی شادی
یہ شیریں شہربانو کی کنیزِ پاکدامن تھی

عزیز نیک خو نے مال و زر لا پیش فرمایا
حضورِ شہربانو میں ادب سے نذر فرمایا

ابو الخنوق سپاہی

خنوق نام سپاہی تھا جو نگہبان فرقِ اطہر کا
کیا نظارہ اس نے خواب میں میدانِ محشر کا

پھرا تو روا سے آغوشِ آدم میں نظر آیا
گروہ انبیا میدان میں تا خیر البشر آیا

علیؑ و جعفرِ طیارؓ و حمزہؓ بھی نظر آئے
شہیداں اور فرشتوں کے پرے بھی گرد سر آئے

لئے بوسے شہیدوں نے سرِ شاہِ شہیداں کے
ہوئے اعزاز ظاہر خواب میں محبوبِ یزداں کے

ہوا فوجی نگہباں خواب میں مائل بہ گستاخی
مگر فوراً ہی بڑھ کے اک فرشتے نے سزا دیدی

طمانچہ قہر کا مارا کہ چہرہ پر لگا ایسا
ہوا منہ مسخ ہو کر خنزیر کا جیسا

ہوا گھبرا کے فوراً خواب سے بیدار یہ فوجی
پس آئینہ صورت مطلقاً بگڑی ہوئی دیکھی

سپاہیوں سے روداد شب ساری بیاں کر دی
جو صورت خواب میں دیکھی تھی بتا کر عیاں کر دی

کہا جب میر لشکر نے ہے یہ کیونکر تری جرأت
خنوق مردہ دل پر یک بیک وہ چھا گئی ہیبت

کلیجہ پھٹ گیا کم بخت کا خوف الٰہی سے
لیا بدلہ اجل نے بدتمیزی کا سپاہی سے

دربارِ یزید

پہلا نظارہ — تاریخی شواہد

یہاں سے اہلبیتِ پاکؑ نے جب کوچ فرمایا
اسیرانِ حرم کا قافلہ نزدِ دمشق آیا

ادھر منزل بمنزل قافلہ چلتا تھا روزانہ
پہونچتے تھے ادھر جاسوس تا دربارِ شاہانہ

یزیدِ شام کو تا صد خبر روزانہ دیتے تھے
نویدِ فتح دیکر تہنیت انعام لیتے تھے

لکھی ہے اس سفر کی صاحبِ روضہ[1] نے جو حالت
بالفاظِ دگر اس نظم میں بھی ہے وہی صورت

ہے پیشِ نظر روضہ کے وہ مفہوم پہلے ہیں
مصنف جس کے حافظ[2] مولوی ہادی[3] علی خاں ہیں

لکھا جو کچھ ہے مولانا نے روضہ کے حوالے سے
کیا ہے نظم جو نسخہ انکے مطبوعہ رسالے سے

اسیرانِ حرم کی آمد آمد کی خبر سن کر
منادی کی یزیدِ شام نے یہ شہر کے اندر

دمشق آراستہ ہو آئینہ بندی ہو نہیں
کیا جائے چراغاں مسجد تا بہ ہر زمیں

گلی کوچوں میں اظہارِ طرب کے سارے ساماں ہوں
نویدِ فتح سنکر ساکنانِ شہر شاداں ہوں

کریں سب ہاشمیوں کی پیشوائی اس قرینے سے
کہ تر ہو جائے پیشانی اسیروں کی پسینے سے

دارالامارت

خلافِ صاحبِ روضہ خلافِ ہادیؑ کامل
ہے ابنِ خلدون و عساکر کی تاریخ میں ناقل

---

۱ روضۃ الشہداء مصنفہ حسین بن علی کاشفی (واعظ البیہقی) متوفی سنہ ۹۱۰ھ روضۃ الاحباب مولفہ جلال الدین نیشاپوری متوفی سنہ ۱۰۰۰ھ ۲ مولانا ہادی علی خاں صاحب مصنف دہ مجلس۔

۳ مولانا ہادی علی خاں صاحب مرحوم۔

سعادت[1] کے مصنف نے صواعق[2] کے حوالے سے
کیا ہے اتفاق اکثر اسی تاریخ دانے سے

غرض دارالحکومت میں اسیرانِ حرم آئے
علیؑ کے لاڈلے لختِ جگر پابندِ غم آئے

دمشقی مرد و زن میں ہر طرف کہرام برپا تھا
شہیدوں کے سروں کو دیکھ کر ہر شخص رو رہا تھا

اسیروں کی زیارت کے لئے مضطر خدائی تھی
حسینؑ ابن علیؑ کے نام کی لب پر دہائی تھی

دو رویہ شہر والوں کے تھے جمگھٹ شاہراہوں پر
نگاہیں ہر طرف سے اٹھ رہی تھیں بیگناہوں پر

لہو افشاں تھیں آنکھیں اہل نظارہ کی ماتم سے
جگر پر ہاتھ تھے اربابِ دل کے کثرتِ غم سے

جلو میں عترتِ اطہار آخر شہر میں آیا
دوبارہ زلزلہ پھر آج بزمِ دہر میں آیا

تقریر سالار جیش

زحر بن قیس جب دربار میں پیشِ یزید آیا
زباں پر سرگذشتِ کربلا سب با سنر لایا

گذارش کی مبارکباد دینے کو میں آیا ہوں
سروں کو سرکشوں کے باغیوں کو ساتھ لایا ہوں

امیر المومنین کو فتح و نصرت کی بشارت ہو
مبارک یہ ظفر یہ کامرانی یہ شجاعت ہو

حسین ابن علی دشمن تھے جو شامی حکومت کے
نمایاں جن سے تھے آثار ہر ساعت بغاوت کے

اٹھارہ نونہالانِ حرم کو ساتھ میں لے کر
بنا کر مختصر سا ساٹھ انسانوں کا اک لشکر

مدینہ سے چلے مکہ میں ہو کر آئے کوفہ میں
زیادہ دی بغاوت ہر گلی ہر ایک کوچہ میں

عبید اللہ امیر کوفہ نے اول تو سمجھایا
کریں بیعت امیر المومنین کی حکم فرمایا

اگر بیعت نہیں کرتے تو ہوں پھر جنگ پر مائل
نہ مانا تھا نہ مانے ہرگز اطاعت پر نہ وہ مائل

ہماری فوج نے دیا موقع نہ سورج نکلتے ہی
سنانِ تیغ سے کی باغیوں کی خوب سرکوبی

۱؎ سعادت الکونین مصنفہ مولانا مفتی محمد اکرام الدین صاحب نبیرہ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی۔ ۲؎ صواعق محرقہ از علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۳ھ۔

مخالف نیزہ و خنجر کی زد میں آ گئے سارے
چھپے جا جا کے ریتی کے گڑھوں میں خوف کے مارے

انھیں میدان سے یوں بھاگنا کچھ بھی نہ کام آیا
ہماری فوج کو جس وقت جوشِ انتقام آیا

صفایا کر دیا دم بھر میں سبھی کفر حریفوں کا
بنا مدفن ٹھکانا ناتوانوں کا ضعیفوں کا

بلا گور و کفن لاشیں پڑی ہیں انکی میدان میں
تن بے سر ہیں پنہاں دامنِ ریگ بیاباں میں

درندے دشت کے ہیں انکی لاشوں کے نگہباں بھی
فقط زاغ و زغن صحرا میں انکے مرثیہ خواں ہیں

ہمارے ہمراہ ہیں سر ان مخالف سرفروشوں کے
حضور انجام تو دیکھیں ذرا ان فتنہ کیشوں کے

حسینؑ ابن علیؓ کے سر کو میں نیزہ پہ لایا ہوں
یہاں تک سر برہنہ عورتوں کو لیکے آیا ہوں

تاثراتِ یزید

یزید شام نے یہ روح فرسا سن کے افسانا
کہا با چشم پر نم تف ہے تجھ پہ ابن مرجانا

قسم اللہ کی تیری جگہ میں ہیں اگر ہوتا
نہ ہرگز خوش حسینؑ ابن علیؓ کے قتل پر ہوتا

جہاں تک ہوتا مارنے کے قتل سے میں درگذر کرتا
لہو ان کے لئے اپنی آستیں ہرگز نہ تر کرتا

یہ کہکر ہو گیا ساکت یزید شام سنگیں دل
حسینؑ ابن علی پہ خدا کی رحمتیں نازل

زجر بن قیس کو دربار سے باہر نکلوایا
صلہ ملعون کو اصلا عطا کوئی نہ فرمایا

دربارِ عام

کیا اعلان یہ دربار ہوگا عام اگلے دن
سب اہل شہر حاضر ہوں جہاں تک ہو سکے ممکن

سر دربار سر لائے گئے سارے شہیدوں کے
ہوئے حالات سب پر آئینہ ان برگزیدوں کے

سلاسل میں پیا سجادؑ بھی پیش یزید کے
سکینہؓ فاطمہ زینبؓ کو بھی دربار میں لائے

سر شاہِ شہیداں پر پڑیں نظریں جو الفت سے
سکینہ فاطمہ چلا اٹھیں فرط محبت سے

قیامت تھی ان معصوموں سے یارو کھینچ لیتے تھے
سرِ محفل یزیدی منہ کو گرماتوں مڑا لیتے تھے

شقی القلب بہ باری جگر پھٹے ہوئے سارے / کھڑے تھے دم بخود خوف یزید شام کے مارے
مچا تھا ہر طرف رونے سے اک کہرام محفل میں / زباں بند و دہن بند غم سے ہوک اٹھتی تھی ہر اک دل میں
ہوا مصروفِ بکا بے ساختہ ہر خویش و بیگانہ / نظر آنے لگا ماتم کدہ دربار شاہانہ
سکوں مائل ہوا جب کچھ یہ رقت آفریں منظر / کہا معصوم فطرت فاطمہؓ نے مضطرب ہو کر
یزید شام کیا سچ مچ یہی شان امارت ہے / ترے دربار میں قیدی نبیؐ کی پاک عترت ہے
نہ تھے کیا رحمۃ العالمینؐ محبوب خدا کے / معاویہؓ صحابی کیا نہ تھے شاہ رسولاں کے
نہیں کیا اے امیر شام تم ابن معاویہؓ / نہیں دل میں تمہارے کیا کوئی اسلام کا جذبہ
محمد مصطفےٰ پر تم اگر ایمان رکھتے ہو / خدا کا خوف دل میں سامنے قرآن رکھتے ہو
قسم تم کو رسول اللہؐ کی توقیر و عزت کی / بتاؤ ہم نہیں کیا بیٹیاں شاہ رسالت کی
یزید شام بولا آپ بیشک محترم سب ہیں / ابھی تک قید میں جو بیبیاں ہیں وہ رہا سب ہیں
چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ وہ بھی مضطر ہیں / تمہاری طرح غم میں ڈوبے با دیدۂ تر ہیں
خواتین حرم قصر یزید شام میں پہنچیں / دل افسردہ مکان دشمن اسلام میں پہنچیں
یہاں جیتا پایا مغموم ہر عورت نظر آئی / فدائے سید مظلوم ہر عورت نظر آئی
کہا سجادؑ نے زنجیر پا کو ہاتھ میں لے کر / اگر ہوتے محمد مصطفےٰؐ مخلوق کے اندر
بتا اے شاہ رہ سکتے تھے کیا یوں پا بجولاں ہم / نہ ہوتے قید زنداں میں کبھی ناکردہ عصیاں ہم
یقیناً وہ سلاسل سے ہمیں آزاد کر دیتے / اشارہ دل سے مداوائے دل ناشاد کر دیتے
یزید شام بولا سچ کہا سجادؑ یہ تم نے / نہیں برداشت کی بیشک کبھی یہ سزا تم نے
یہ کہہ کر حکم فرمایا نگہبانان زنداں سے / رہا کر دیں اسیروں کو ستم ہائے فراواں سے
اتاریں طوق کھولیں بیڑیوں کو ہتکڑی توڑیں / ابھی تک قید میں جو لوگ ان کو جلد تر چھوڑیں
سر دربار زنجیر و رسن توڑے گئے فوراً / گرفتاران زنداں قید سے چھوڑے گئے فوراً
ہوئے آزاد عابدؑ زحمت قید سلاسل سے / بعزت آپ کو رخصت کیا ظالم نے محفل سے

تقریر نعمان رضؓ بن بشیر انصاری

اسیرانِ حرم کو لائے جب عمالِ سرکاری
سرِ دربار تھے موجود خود نعمان انصاری

تھے یہ نعمان فرزند بشیر اصحاب حضرتؐ کے
رہے تھے برسوں حاضر آپؐ بارِ نبوت میں

یزیدِ شام سے نعمان نے خواہش یہ ظاہر کی
کہ ہے تکریم لازم اہل بیت و آلِ اطہر کی

نواسی صاحبِ لولاک کی ہیں حضرتِ زینبؑ
نہیں ان کا زمانہ دہر میں ہمرتبہ کوئی اب

ہیں ابن العابدینؑ تنہا نقطۂ اولادِ زہراؑ میں
رسولِ پاکؐ کا ان سے چلیگا نام دنیا میں

ذرا سوچو تو اپنے دل میں تم اے شام کے والی
ہے اولادِ رسولِ پاکؐ کا کیا منصبِ عالی

رسول اللہؐ خود موجود دنیا میں اگر ہوتے
کبھی پژمردہ زہراؑ کے نہ یہ گلہائے تر ہوتے

محبت تھی رسولِ پاکؐ کو جو آلِ زہراؑ سے
نہیں پوشیدہ ہرگز نگاہِ اہلِ دنیا سے

یزیدِ شام بولا سچ کہا نعمان یہ تم نے
مسخر کر لیا مجھکو اس اندازِ تکلم نے

تم اے نعمان اہلبیتؑ کی خدمت بجا لاؤ
کرو استادہ خیمہ ان میں مہمانوں کو ٹھہراؤ

مہیا جملہ سامانِ استراحت کئے جائیں
زر و مال و لباس و پیرہن سب کو دیئے جائیں

غرض یہ کارواں کچھ دن رہا دارالحکومت میں
کمی منجانبِ حاکم ہوئی کوئی نہ عزت میں

دوسرا نظارہ

شوا ہدِ سیر

تمام احوالِ دربار یزید شام یہ ہم نے
لکھے ہیں خلدون[۱] و مخزن[۲] و شرح صواعق[۳] سے

مگر لکھا ہے جو مجلس میں جو ہادی علی خاں نے
ازاول تا بہ آخر ہے وہ بالکل مختلف اس سے

---

[۱] تاریخ علامہ ابن خلدون [۲] مخزن مصنفہ حکیم نصر اللہ خاں [۳] شرح صواعق یعنی سعادۃ الکونین

سہیل ابن ساعدی کی آپ نے تصریح لکھی ہے نہایت صاف لفظوں میں روایت یہ بیاں کی ہے
سہیل ابن ساعدی تھے شام کے تاجر صحابی تھے معمر با وجاہت نیک باریش خضابی تھے
دمشق آراستہ دیکھا انھوں نے اپنی آنکھوں سے نمایاں ساز و سامان مسرت شہر میں دیکھے
در ساعات سے تھا داخلہ بیکس اسیروں کا ہجوم عام تھا ہر جا امیروں کا غریبوں کا
مگر اس اژدہام بیکراں سے بند تھیں راہیں خوشی کے تھے کہیں نغمے لبوں پر تھیں کہیں آہیں
گذر دروازۂ ساعات سے ممکن نہ تھا اصلا بالآخر باب ثوما سے پلٹ کر قافلہ گذرا
سحر سے ظہر تک پہونچے یہ قیدی قصر والی تک ہوئی مشکل رسائی قافلہ کی باب عالی تک
سجائے جا چکے تھے قصر شاہانہ کے بام و در یزید شام تھا بیٹھا ہوا تخت مرصع پر
کھڑے تھے حاجب دربار اک جانب صف باندھے امیران مقرب مسندوں پر اپنی تھے بیٹھے
بٹھایا ایک گوشہ میں اسیروں کو جدا سب سے نمائش کی سروں کی کرسیوں پہ ٹکا رکھے
یزید احباب سے سر سر کی تفصیل سنتا تھا زخود رفتہ ز فرط غیظ سے تھا سر کو دھنتا تھا
سر شاہ شہیداں کو طلب آخر میں فرمایا بشیر اس سر کو لے کر شمر سے خود سامنے آیا
سر اطہر کو شمر ناخلف کیوں خود نہیں لایا تھا واقف خوئے والی سے بخوبی یہ فرمایا
مذبذب تھا یزید شام کی جانب سے یہ ناری نظر کے سامنے تھی اس کے اپنی ذلت خواری
بشیر امید انعام و عطیات دل میں رکھتا تھا رجز پڑھتا ہوا ہر ہر قدم منزل میں رکھتا تھا
پڑھے اشعار جو نا گفتنی دربار شاہی میں تجاوز کر گیا حد ادب سے خیر خواہی میں
کہا اس نے یہ سر اس تاجدار سروراں کا ہے یہ سر اس سرورِ دیں سردار خوبان جہاں کا ہے
نہ تھا جس کی شجاعت کا زمانہ میں کوئی ثانی یہ وہ ہے ختم تھے جس پر تمام اوصاف انسانی
یہ وہ ہے دو جہاں میں محترم تر ہے نسب جس کا ہے یہ وہ ذات ہے حلقہ بگوش اہل عرب جس کا
مناقب بر محل سن کر یہ غصہ میں یزید آیا کف جلاد سے اس بے حیا کو قتل کروایا
یزید شام نے سر کو رکھا طشت طلائی میں ہوا مصروف پھر ظالم تشدد ناروائی میں

لبِ دنداں پہ چوبِ خشک سے صدمات ہوتے تھے
ہوئے بیتاب سمرہ ابنِ جندب اُن مظالم سے
یزیدِ فتنہ ساماں بارہا جب یہ دیکھا کے
گریں ہاتھوں پہ تیرے بجلیاں قہرِ الٰہی کی
نہیں زیبا یہ گستاخی سرِ پُرنور سے تجھکو
کہا ظالم نے سمرہ سے کہ سمرہؓ تو صحابی ہے
صحابی تو نہ ہوتا گر رسول اللہ کا سمرہ
کہا سمرہؓ نے عزت سب صحابی کی کرتے نہیں
یہودی کوئی سوداگر جو تھا دربار میں حاضر
یہ سمجھے ایک ہاتھی کا جو داعی تھا امامت کا
حسینؑ ابنِ علیؓ تھا یہ نواسہ یہ نبی کا تھا
سپاہ کوفہ نے اس کو سزا دی ہے لعنت کی
یہودی نے کہا داؤدؑ کی اولاد سے ہوں میں
ابھی تک مجھ سے داؤدؑ ستر پشت گزری ہیں
رسول اللہ جو تشریف فرما تم میں تھے کل تک
نبیؐ کو حشر میں تم ظالموں کیا منہ دکھاؤ گے
یزیدِ ناسزا جوشِ غضب میں جو جھلایا
یہودی نے سرِ اقدس کا بوسہ لے لیا بڑھ کر
غلام بے نوا ہوں آپ پر ایمان لاتا ہوں
خدا کے سامنے روزِ جزا امداد فرمانا
یزیدِ شام بالآخر سے مذہب بدلتا ہے

زباں پر طعنہ ہائے ناروا بھی غیض میں کہئے
کہا فرطِ غضب میں یہ سرِ دربار حاکم سے
خدا شاہد نبیؐ نے ان لبِ دنداں کو چوما ہے
ہو ساری آبرو برباد تیری پادشاہی کی
جہنم کے شرارے تاکتے ہیں دور سے تجھکو
وگرنہ قابلِ تعزیر یہ حاضر جوابی ہے
ترا قتل ابھی ہوتا یہیں دربار کا گمرہ
مگر ابنِ رسول اللہ پر یہ ظلم محفل میں
کہا اس سے یزیدِ شام نے اے محترم تاجر
مخالف تھے دم تک جو رہا میری اطاعت کا
لیے دیدہ کچھ نیا جنونِ مذہبی کا تھا
یہی تعزیر ہے ہمراہ باغیانِ ما بدولت کی
وطن سے دور ہوں بھولا ابھی یا زہوں میں
مگر اتنا کہ ہر مذہب تعظیم کے قائل ہو رہی ہیں
گئے تم نے ستم اُن کی مبارک کال پر بیشک
قیامت میں خدا کے سامنے کس طرح جاؤ گے
ہوا غصے سے زرد جلاد کو فی الفور بلوایا
کہا جوشِ عقیدت سے کہ اے سردار بے ہمسر
مسلماں ہو رہا ہوں آپ کا شاہد بنا ہونگا
مجھے نانا کی خدمت میں لبِ تسنیم لے جانا
مجھے دیتا ہے دھوکا میرے آگے یہاں چلتا ہے

کہا اس نے کہ سب جانیں مری اسلام پر صدقے
مجھے تو قتل کر دے شوق سے راضی ہوں میں اے بے پیر
یہ نو مسلم ہوا زندق آشنا آخر شہادت سے

خوشی سے جان کرتا ہوں نبیؐ کے نام پر صدقے
حسینؓ ابن علیؓ ہوں کاش میرے شافعِ محشر
نہ باز آیا یزید اپنی جفا آگیں عداوت سے

طلبی عترتِ اطہار

یزید اہلِ ظلم اس جور و جفا سے مطمئن ہو کر
بلایا زینبؓ و کلثومؓ و سجادؓ و سکینہؓ کو
سرِ شاہِ شہیداں دیکھ کر زینب ہوئیں غمگیں
یزید اے حاکمِ نامہرباں اے شام کے والی
مگر یہ تختِ شاہی یہ حکومت چند روزہ ہے
ذرا سی زندگی پر اس قدر نازاں نہ ہو نادان
حباب آسا یہ سارا زندگی کا کارخانہ ہے
ستم ہے تیرے گھر کی عورتیں سب گھر کے اندر ہیں
ہمیں نامحرموں کے ساتھ کیوں تو نے بلایا ہے
نبیؐ کو تو بھی ختم الرسل تسلیم کرتا ہے
نبی زادیوں پہ کب تک جور ہے تو باز آئے گا
یزید فتنہ ساماں نے سنی یہ گفتگو ساری
کہا زیبا نے لوگوں یہ دختر کسکی لڑکی ہے
یہ زینبؓ ہیں ہمشیرہ حسینؓ ابن علیؓ کی ہیں
یزیدِ شام کا سر جھک گیا فرطِ ندامت سے

ہوا گویا سرِ محفل کہاں ہے عترتِ حیدرؓ
سرِ دربار دیکھا آلِ سلطانِ مدینہ کو
سنبھل کر پھر یزیدِ شام سے بولیں بہ تمکیں
تجھے ہے آج حاصل اقتدارِ ملکی و مالی
یہ تیرا جسم و جاں یہ کبر و نخوت چند روزہ ہے
خدا سے ڈر قضا کو یاد کر خود کو سمجھ بیجاں
قیامت میں خدا کے سامنے اک روز جانا ہے
نبیؐ کی بیٹیاں بے پردہ ہیں گھونگھٹ ہے نہ سر میں
تماشائی ہمارا آج ہر اپنا پرایا ہے
ابھی تو ملتِ اسلام کی تعظیم کرتا ہے
خدا کے حشر میں کل فتنہ گر کیا منہ دکھائے گا
سرِ دربار اس پر ہیبتِ حق ہو گئی طاری
کہا اہلِ حشم نے فاطمہ زہراؓ کی بیٹی ہے
نبی الانبیاء شاہِ رسالت کی نواسی ہیں
رہا محفل میں تھوڑی دیر تک خاموش غیرت سے

حالتِ کلثومؑ مغموم

بانو شہِ ام کلثومؑ بولیں گر اجازت ہو — سر اطہر اٹھا لوں تاکہ نکلے دل کی حسرت
ہوا اذن ام کلثومؑ حزیں کو سر اٹھانے کا — ملا موقع بہن کو بھائی پر آنسو بہانے کا
زیارت کی خواتینِ حرم نے فرقِ اطہر کی — جہاں تک ہو سکا ہر ایک نے توقیر کی سر کی
زباں سے آہ کی منہ رکھ دیا کلثومؑ نے سر پر — ہمہ تن ہچکی بدن کانپا ہوئیں بیہوش سر دھن کر
رہا کچھ دیر تک سناٹے کا عالم آپ پر طاری — مآلِ کار جب سنبھلی طبیعت ختم و ہوشیاری
یزید شام سے بولیں ستم یہ رنگ لائیگا — ستا کر ہم کو راحت تو بھی دنیا میں نہ پائیگا
شہیدوں کا لہو بیداد گر زائل نہیں ہوتا — خدا ہی کی نظر میں سرخرو قاتل نہیں ہوتا
تعجب سے یزید شام نے ان کی طرف دیکھا — کہا باتوں سے اس خاتون کی عزت کی یہ سمجھا
خواہر ہیں یہ معصومہ حسینؑ پاک کی شاید — ہیں یہ بھی کون آلِ حبیبِ لولاک کی شاید
کہا افراد جلسہ نے انھیں کلثومؑ کہتے ہیں — انھیں اہل عقیدت کیا خدا معلوم کہتے ہیں
کہا ظالم نے اے کلثومؑ دیکھا تم نے سچ کہنا — تمہیں جھوٹا کیا ثابت عدا خلق میں کیسا
کہا کلثومؑ نے جھوٹے نہیں ہرگز ستمگر ہم — خدا شاہد کہ تا ہم آج تک ہیں راستی پر ہم
منافق کو خدائے پاک نے جھوٹا ہے فرمایا — ذرا سچ تو بتا ہے کون کا ذیلے فرو مایا
یزید اس طعنہ پر حسرت سے نادم ہوا دل میں — رہا منہ پھیر کر کچھ دیر تک خاموش محفل میں

مکالمہ یزید اور حضرت سجادؑ

توجہ کی یزید شام نے پھر جانب عابدؑ — کہا تم کون ہو بولے غمزدہ بصورت زاہد
کہا عابدؑ نے میں بیٹا حسینؑ ابن علیؑ کا ہوں — جگر افگار اک بیمار نسلِ ہاشمی کا ہوں
یزید شام بولا تھے حسینؑ اس بات کے خواہاں — خلافت چھین کر مجھ سے نہیں تھے وہ سر گرداں

انھیں جو آرزو تھی ان کے نام کا خطبہ پڑھا جائے
امیر المومنین ان کو مساجد میں کیا جائے

انھیں ارمان تھا ہوں تخت نشین مسجد و ممبر
انھیں تھی آرزو شاہی کریں تا ہفت کشور پر

مگر شکر خدا ہے نہ ارماں ہو سکے ان کے
نہ ارباب شرف ہو ان احساں ہو سکے ان کے

پڑھیں سجاد نے آہستہ کچھ آیات قرآنی
عیاں تھی جن سے ان میں جفا کوشی ستمرانی

یزید آیات قرآن سن کے عاجز ہوئے بد ظن
کہا جلاد سے لے جا کے ابھی مار دو گردن

کہا کلثومؑ نے اے حاکم ان کیا ظلم کرتا ہے
ضعیفہ زار ہے بیمار عابدؑ خود ہی مرتا ہے

پسر آل حسینؑ پاک میں ایک باقی ہے
یہی ہم سب کا محرم ہے یہ امر اتفاقی ہے

یہ کہہ کر آپ نے سوئے مدینہ یاس سے دیکھا
جمال مصطفےٰ کو نور دیدہ تر یاس سے دیکھا

زبانی نبی کے نانا جان سے فریاد زاری کی
طلب امداد کی شان رسل سے بیقراری کی

گذارش کی کہ نانا جان دیکھو کیا تماشا ہے
یزید اسوقت بھی آمادہ قتل ہوا کرتا ہے

نبوت کا چمن سارا ہوا برباد غربت میں
کرے گا قتل اب سجاد کو جلاد غربت میں

بمار بیکسی میں ہائے نانا اب کون محرم ہے
فقط اولاد میں سرکار کی سجاد کا دم ہے

بچے سجاد کو اب میرے نانا بچا لو تم
یزید شام کے دل میں خدا را رحم ڈالو تم

ادھر کلثومؑ و زینبؑ کی ابھی فریاد و زاری تھی
ادھر قلب یزید شام پر ہیبت سی طاری تھی

عیاں تھی حالت دربار یاں سلطنت اس پر
تھے اکثر طعنہ زن باشندگان سلطنت اس پر

کہا جلاد سے ہٹ چھوڑ دے سجاد کو فوراً
نہ مانی چھپا لے خنجر بیداد کو فوراً

یزید آمادہ نوازش ہو گیا اظہار الفت پر
بٹھایا عابد بیمار کو تخت حکومت پر

باندازِ محبت وہ ترنگ کرتا رہا باتیں
ادب سے مختلف دیتا رہا پھر کیں ملاقاتیں

پر گفتن سکیں کچھ مضطرب سجاد نے پایا
اسی دوران میں ڈھلنے لگا دن وقت شام آیا

بجا نقارہ وقت شام جب تمامی حکومت کا
پسر عابد سے یوں بولا یزید نا سعادت کا

بتا بھائی عابد بج رہی ہے کس کی یہ نوبت
کہا عابد نے ٹھہرو مجھے کچھ دیر کی مہلت

اذاں کی یک بیک آنے لگی جب صدا مینار مسجد سے
سنا عابدؑ نے جب نام خدا مینار مسجد سے

کہا عابدؑ نے اے ابن یزید اے صاحبِ ذلت
یہ آوازِ اذاں یہ قدرتی اسلام کی نوبت

بجے گی نہ بجے گا نہ روز و شب قیامت تک
ابد آثار یہ نوبت ہمارے گھر کی ہے بیشک

تمہاری ہے فقط دو دن بجی یہ نوبت نقارا
بلند اللہ اکبر کا رہے گا تا ابد نعرہ

یقیناً چند دن ہی تاج و تخت و عز و جاہ
قیامت تک کہیں گے سب محمد کو رسول اللہؐ

یزید شام سے عابدؑ نے فرمایا کہ اے سلطاں
بتا کس کے گھر جبریل آئے عرش سے قرآں

زشتول نے کہو تم کس کے گھر کی آگئے ربانی
ہوئی ہیں کس پہ نازل عرش سے آیات قرآنی

ہوئی ہے آیۂ تطہیر نازل تم پہ یا ہم پر
رہا ہے کعبۂ ایماں تمہارا یا ہمارا گھر

بتاؤ فرض ہے کس کی محبت اہل ایماں پر
تمہارے ہیں کہ ہیں نانا ہمارے شافع محشر

یہ باتیں صاحب قرآں کے نور العین کی سن کر
سکوں طاری ہوا از خود یزید شام کے دل پر

کہا لاریب نورِ حسینؑ ابن علیؑ تم ہو
خداوند الحمد کے تم والی ہو عابد ہو ولی تم ہو

مری خواہش ہے حق تھا تمہارا حق بیاں کر دو
تمہارے دل میں جو ارمان ہو اس کو عیاں کر دو

کہا سجادؑ نے حاجت بحمد اللہ یہ میری ہے
رضائے حق پہ راضی قلب حق آگاہ میرا ہے

مگر ہاں تم مجھے دیدو مرے والد کے قاتل کو
خیال انتقام خون ناحق ہے مرے دل کو

جستجوئے قاتلِ امام

یزید شام نے سن کر کلام عابدؑ بسمل
بلایا افسران فوج کو فوراً کہ سر محفل

ہر اک سردار سے پوچھا حسینؑ پاک کا قاتل
ہے تم میں کون لائق ہے تم میں کون سنگین دل

کہا لوگوں نے خولی قاتل شاہ شہیداں ہے
مگر منکر ہوا خولی کہا یہ کارِ شیطاں ہے

لیا نام سناں ابن انس خولی نے برجستہ
رہا خود منکر قتل کے دامن سے نا وابستہ

یزید اس اختلاف باہمی سے غیظ میں آیا
ہر اک سردار کو دیں جھڑکیاں غصے سے فرمایا

تعجب ہے کہ ہر سر زار ہے انعام کا خواہاں
کہا اکثر نے قاتل شاہ کا ہے شمر ذی الجوشن
کہا اس نے معاذ اللہ میں ہرگز نہیں قاتل
یزید شام بولا شمر ہیں سب متفق اس پر
کہا شمر لعین نے جو مجھے قاتل بتلاتے ہیں
سنان ابن انس جو واقعی حضرت کا قاتل تھا
پریشاں تھا سنا دار لے نہ ڈرے بھی شمر نام اسکا
مگر شمر شقی اتنی کہے جاتا تھا بے ڈر تھا
یزید شام نے جھلا کے پوچھا سچ بتا تو ہم
کہا یہ شمر نے اتنی حقیقت ہے جو سچ پوچھو
نہ قاتل ہے کیا مجبور شہ کو جس نے بیعت پر
نہ قاتل ہے عبید اللہ کہ جس نے حکومت دی
نہ قاتل ہے خزانہ کا کیا وا جس نے دروازہ
نہ قاتل ہے کیا اقرار خود انعام کا جس نے
نہ قاتل ہے کئے جس نے فراہم جنگ کے سامان
یزید شام نے باتیں سنیں یہ شمر کی ساری
غلط الزام اس قتل عمد کا مجھکو دیتا ہے
یزید اس رجز شمر یا نہ ناگہ سے ہو گیا برہم
سنان و شمر و خولی کی غلط گوئی پہ لعنت کی
شرارت پہ رہا تک کوفیوں کی خلش پیدا
صلہ کی خواہشوں پر نامرادانہ بھی پھر آپائی

مگر قتل حسین ابن علیؑ کا راز ہے پنہاں
مگر تھا منکر قتل محمدیہ دین کا دشمن
مجھے معلوم ہے موجود ہے لیکن نہیں قاتل
کیا تو نے ہی مارا ہے حسین ابن علی کا سر
نہ خود کذاب میں از عہد اقت کو چھپاتے ہیں
نگاہ شمر سے پنہاں تھا خائف دل میں خوددل تھا
اجل کرنے نہ دم بھر میں کہیں تھے تمام اسکا
غضب اس کی نظر میں تھا جو کہوں کا یہ منظر تھا
حسینؑ ابن علی کا مارنے والا کہاں ہے تم
بتلائے قتل خود باب حکومت جو سچ پوچھو
نہ قاتل ہے جسے تھا ناز طاقت پر حکومت
نہ قاتل ہے سپاہ کوفہ کی جس نے اطاعت کی
نہ قاتل ہے کیا برہم عرب کا جس نے شیرازہ
نہ قاتل ہے کیا ہیجان جسد اسلام کا جس نے
نہ قاتل ہے بھلا دی جس نے دل سے عزت قرآں
کہا سعد الماں ہے غصہ سے کیا نہ مارکا
ہے خود قاتل مگر سفاک میرا نام لیتا ہے
اٹھالی تیغ غصہ پھر مگر کچھ پڑ گیا متر ہم
سر دربار کوئی سپاہی پر ملامت کی
بصد تذلیل سب کو قصر شاہی سے نکلوایا
ہوئے آبرو نہ حاصل ہوئی جبکہ پشیمانی

بجائے خلعت و انعام منہ پر گالیاں کھائیں — غرض غارت گری کی دل کی امیدیں بر آئیں

سلگ اٹھا جگر نالہ لب اظہار سے نکلا
گروہِ کوفہ لعنت بر زباں دربار سے نکلا

یزید اور حضرت سجادؑ کی دوبارہ گفتگو

ستم کیشانِ کوفہ سے ہوا دربار جب خالی — ہوا سجادؑ سے صرف تکلم شام کا والی
کہا فرمائیے ہے آپ کو حاجت اگر کوئی — نہ رکھئے میری جانب سے دل میں خطر کوئی
کہا عابدؑ نے سر دیجئے مجھکو شہیدوں کے — کہ ہیں سر کربلا میں جسم ہیں ان سر بریدوں کے
میں ان کو میتوں کے ساتھ جا کر دفن کر دونگا — شہیدوں کو میں اپنے ہاتھ سے مٹی بھی کر دونگا
کہا والی نے ہے منظور رہنے دیجئے سارے — مگر وہ دوسری حاجت ہو کہئے اے جگر پارے
کہا عابدؑ نے اہلبیت کو ہمراہ کر دیجئے — بعجلت شام سے رخصت مجھے للہ کر دیجئے
دعائیں اسکو بھر تا ذخیر البشر دوں گا — عبادت کے لئے میں زندگی کو وقف کر دونگا
کہا والی نے یہ ارشاد بھی منظور ہے مجھکو — بہر تقدیر کرنا آپکا مسرور ہے مجھکو
بجز اس کے ضرورت آپکی جو ہو سو کہئے — اگر دل میں کوئی تجویز زیر غور ہو کہئے
کہا عابدؑ نے روز جمعہ ہے کل میری حسرت ہے — پڑھوں میں خطبہ سن لے خلق جو حکم شریعت ہے
یزید شام نے یہ شرط بھی منظور فرمائی — نتیجہ پر مگر اس کے بہت گہری نظر ڈالی

جامع دمشق

نماز جمعہ کو جب خلق مسجد میں سمٹ آئی — یزید شام پر ہیبت سی کچھ سجادؑ کی چھائی
اسے لگتے ہی اہل شہر کے تیور نظر آئے — نمازی جس قدر آئے باندازِ دگر آئے
ثنائے اہل بیتِ پاک کا تھا ذکر ہر گھر میں — کہ تھی یاد مصطفٰے کھیلے تھے آغوش سرور میں

سرِ منبر غلامِ عدو اک شہری خطیب آیا ۔۔۔ نظر اسکو صفوں میں جب یزید بد نصیب آیا
ثنا آلِ ابوسفیان کی کی اس نے خطبہ میں ۔۔۔ کیا عمداً زبانہ کچھ شغف نہ الٰہی کے رتبہ میں
اہانت کی علیؑ کی آلِ حیدرؑ کی مذمت کی ۔۔۔ شہیدانِ زمینِ کربلا پر بھی ملامت کی
برائی یہ اب جد کی نہ عابدؑ کو پسند آئی ۔۔۔ جلالِ ہاشمی نے لی غضب آمیز انگڑائی
مصلے پہ سے حضرت نے کھڑے ہوکے یہ فرمایا ۔۔۔ نمازِ جمعہ پڑھنے کو یہاں ہر شخص ہے آیا
ہے مستحسن کہ ہو خطبہ میں حمدِ حضرتِ باری ۔۔۔ یہاں کی جا رہی ہے ہم عزیزوں کی دل آزاری
بیاں خطبہ میں ہوتے کاش احکامِ خداوندی ۔۔۔ یہاں ملحوظ ہے مخلوق کی لیکن رضامندی
محمدؐ کی ثنا آلِ محمدؐ کی مذمت ہے ۔۔۔ مسلمانوں خدارا سچ کہو یہ کیا خطابت ہے
کیا تھا کل یہ ہم سے حکمرانِ شام نے وعدہ ۔۔۔ کہ مسجد میں پڑھیگا یہ خطبہ نبیؐ زادہ
شکستِ عہد بھی ہے۔ آج اسیروں پہ جفا بھی ہے ۔۔۔ نبی زادوں پہ یہ سب و شتم بھی عمداً جفا بھی ہے
یہ کہکر آپ نے چاہا کہ اب خاموش ہو جائیں ۔۔۔ اصولِ دیں سے واقف اہلِ عقائد پُرجوش ہو جائیں
صفوں میں برہمی پیدا ہوئی اک بار ہر جانب ۔۔۔ نظر آئے ملال و غیظ کے آثار ہر جانب
ہوا غل ہر طرف خطبہ پڑھیں سجادؑ منبر پر ۔۔۔ اتر آئے خطیبِ بد زباں منبر سے ہے بہتر
یہ یکجہتی کا منظر حکمراں کو جب نظر آیا ۔۔۔ بانداز سیاست حضرتِ عابدؑ سے فرمایا
کریں ارشاد خطبہ آپ حسرت سب کی بر آئے ۔۔۔ بمشتاق خطبہ خواں فی الفور منبر سے اتر آئے
مسلمانوں نے دیکھی منزلت سبطِ پیمبرؐ کی ۔۔۔ صدا مسجد میں گونجی ہر طرف اللہ اکبر کی

حضرت عابدؑ کا خطبہ

سرِ منبر بعز و جاہ زین العابدینؑ آئے ۔۔۔ برائے خطبہ فرزندِ امام المرسلینؐ آئے
قبائے سبز بر ہاشمی دستار سر پر تھی ۔۔۔ ضعیف و ناتواں عابدؑ پہ جلوہ بجلی چھا رہی تھی
تجلی تھی رخِ روشن میں انوارِ الٰہی کی ۔۔۔ قدمبوسی پہ مائل تھیں شعاعیں تاجِ شاہی کی

رہے جاتے نہ دشت میں بھی جذب شوق طور کی لہریں ۔۔۔ نگاہ شوق ملیں سے جلوہ گر تھیں نور کی لہریں

نسیم خلد نے چومے قبائے ناز کے دامن ۔۔۔ جبیں حق نما کے نور سے مسجد ہوئی روشن

لب شیریں سے بسم اللہ کے الفاظ جب نکلے ۔۔۔ ہوا معلوم آج عرش سے انوار رب نکلے

بیاں حمد خدائے ذوالمنن کی اس فصاحت سے ۔۔۔ کہا قدسیوں نے بارک اللہ بام رفعت سے

ہوئے لب آشنا جب مدح محبوب مکرمؐ سے ۔۔۔ ہوئی گلپاشیٔ انوار حق عرش اعظم سے

اقامت بنی آیات قرآنی تلاوت کیں ۔۔۔ بیاں جملوں میں تفصیلاً احکام شریعت کیں

تصدق تھی فصاحت ہاشمی رنگ فصاحت پہ ۔۔۔ زباں منہ چومتی تھی اس لطافت اس سلاست پہ

فصیحان دمشق و شام پہ تھی حیرت سی طاری ۔۔۔ بقدر ذوق تھیں خاموش مسجد کی صفیں ساری

جو فقرہ برمحل بیساختہ منہ سے نکلتا تھا ۔۔۔ اثر انداز ہوتا تھا اثر بین و بیاں ہوتا تھا

نمازی آفریں برلب تھے اس طرز تکلم پر ۔۔۔ فرشتے کہہ رہے تھے رحمتیں اللہ کی تم پر

مخاطب کر لیا سجادؑ نے حضار کو جس دم ۔۔۔ کہے دو چار جملے مختصر با دیدۂ پر نم

کہا اے ساکنان شام ہے کیا یہ خبر تم کو ۔۔۔ سمجھتا ہے زمانہ امت خیر البشر تم کو

وہی خیر البشر خالق کا جو پیغام لائے تھے ۔۔۔ وہی خیر البشر جو عرش سے اسلام لائے تھے

وہی خیر البشر ختم الرسل تم جن کو کہتے ہو ۔۔۔ وہی فرمانروائے جزو و کل تم جن کو کہتے ہو

وہی ختم رسل محبوب رب العالمین ہیں جو ۔۔۔ وہی ختم رسل تاج سر عرش بریں ہیں جو

وہی نام مبارک ہے محمدؐ مصطفیٰ جن کا ۔۔۔ وہی مداح قرآن مبیں میں ہے خدا جن کا

وہ سلطان دو عالم تاجدار یثرب و بطحا ۔۔۔ وہ کعبے کے امین و حجلۂ توسین کے دولہا

خدا شاہد امام الانبیا وہ میرے نانا ہیں ۔۔۔ مجھے کہتے ہیں شہزادہ نبی جو لوگ دانا ہیں

بھتیجہ ہوں حسنؑ کا فاطمہ زہراؑ کا پوتا ہوں ۔۔۔ نبیرہ شیر یزداں حیدر صفدر کا پوتا ہوں

حسینؑ ابن علیؑ شاہ شہیداں کا پسر ہوں میں ۔۔۔ گل ریحان باغ حضرت خیر البشر ہوں میں

امام ذو سید مظلوم کا نور نظر ہوں میں ۔۔۔ بتولؑ و زینبؑ و کلثومؑ کا لخت جگر ہوں میں

میں وہ ہوں جسکا لٹا ہے کارواں میرا
ہوا ہے قتل دشت کربلا میں خانداں میرا

میں وہ ہوں پابجولاں شام تک لایا گیا جسکو
میں وہ ہوں جا بجا زنداں میں ٹھہرایا گیا جسکو

میں وہ ہوں جو خواتین حرم کا ایک محرم ہوں
میں وہ ہوں جو کہ اپنی بیکسی پر وقف ماتم ہوں

وہ مستورات جنکے حق میں آیات حجاب آئیں
نہ اپنے گھر کی چوکھٹ سے کبھی جو بے نقاب آئیں

انھیں بے پردہ گلیوں میں پھرایا کوفہ والوں نے
انھیں غربت میں لوٹا شام کے فوجی رسالوں نے

نبی کے گھر کی مستورات پر کیا کیا ستم ڈھائے
ستمگر ہائے اس پردہ دری پر کچھ نہ شرمائے

یہ وہ جملے تھے بنکر تیر جو دل سے گذرتے تھے
یہ وہ جملے تھے جو ہر قلب کو مجروح کرتے تھے

فغاں کا شور مسجد سے اٹھا افلاک تک پہونچا
فلک کے آنسوؤں کا مینہ فرش خاک تک پہونچا

عقیلیں مسجد کی تصویر صف ماتم بنی ساری
تجاوز کر گیا حد سے یہ شور گریہ و زاری

موذن سے کہا والی نے اب فوراً اقامت کہہ دے
کرے تعجیل تکبیر اقامت بیگماں کہہ دے

موذن نے کہا آواز سے اللہ اکبر جب
کہا سجاد نے لاریب ہے اللہ میرا رب

کہا پھر اشہد ان لا الہ جب موذن نے
شہادت اپنے رب کی دی وحدانیت کے محسن نے

صدائے اشہد ان محمداً سنتے ہی عابد
ہوئے گویا کہا اے بندگان خالق واحد

شہادت دو بتاؤ یہ محمد کس کے نانا ہیں
یزید شام تیرے آپکے یا میرے نانا ہیں

رسول اللہ ختم الانبیاء یہ وہ محمد ہیں
یہ نانا ہیں میرے عم ہیں میرے جد امجد ہیں

ہوئے ہیں خانماں برباد ہم اس نام کی خاطر
ہوا کنبہ ہمارا سب شہید اسلام کی خاطر

اثر میں تھی عجب ڈوبی ہوئی تقریر عابد کی
تھیں آنکھیں آنسوؤں سے تر خود مسجد کے ہر نمازی کی

دوبارہ پھر اٹھا شور الم آثار مسجد میں
سہ بارہ پھر ہوئی ہلچل بپا اک بار مسجد میں

یزید شام پھر بولا موذن سے علی الاعلان
توقف کیوں ہے تکبیر اقامت ختم کر اذان

بپا مسجد میں کوئی فتنہ تازہ نہ ہو جائے
کہیں ہم مسلمانوں کا شیرازہ نہ ہو جائے

نماز جمعہ کی صف بندیاں ہونے لگیں آخر
ہوئی قائم جماعت پیش رب العالمیں آخر

سیاست یزید

نمازی ہو کے فارغ اپنے اپنے گھر ہوئے واپس
دمشق و شام میں تھا حکمراں پر طعنہ زن ہر کس

خلاف حکمران شام تھے شامی تمام بندے
لرزتے تھے خدا کے قہر سے اللہ کے بندے

قضائے نامبارک یہ حکومت سے تھی پنہاں
بعجلت ہو رہے تھے راز میں اصلاح کے ساماں

یزید شام نے تدبیر فوراً سوچ لی دل میں
بلایا حضرت عابدؑ کو پھر ایک محفل میں

کیا دربار اک فی الفور ایوان حکومت میں
نئی اک روح پھونکی قلب افراد رعیت میں

بلایا شام کے ذی رتبہ اشراف و عمائد کو
طلب فرما لیا کوفے کے ہر سردار و قائد کو

سر دربار اک پر مغز تقریر سیاسی کی
سر منبر کی اہانت کوفیوں کی بد حواسی کی

کہا ابن زیاد و ابن سعد و شمر پر لعنت
کہ ان اشرار نے کی کچھ نہ اہلبیت کی عزت

سنائی ابن انس پر اور خولی پر ملامت کی
غرض تکذیب جو کرنی تھی اپنی قتل و غارت کی

کہا یہ بھی کہ ہے ابن زیاد اس ظلم کا بانی
کہا یہ بھی کہ ابن سعد نے کی یہ ستم رانی

کہا یہ بھی کہ کوفی میری بدنامی کا باعث ہیں
کہا یہ بھی یہ دشمن میری ناکامی کا باعث ہیں

کہا یہ بھی کہ راحت ابن مرجانہ نہ پائے گا
حسینؑ ابن علیؑ کا خون ناحق رنگ لائیگا

امام و سرور کا قتل کب منظور تھا مجھکو
انھیں مد نظر رکھنا فقط محصور رکھنا تھا مجھکو

نہیں میری خطا اس میں خدا پر میرے روشن ہے
مگر حکم قضا کے آگے کس کو تاب گفتن ہے

کیا سجاد کا دربار میں اعزاز شاہانہ
کیا رخصت نہیں آخر بصد انداز شاہانہ

روانگی کاروانِ اہلبیت

مدینہ طیبہ کو

صفر کی بیسویں تاریخ سنہ اکسٹھ کا وہ دن تھا
امیر کاروانِ اہلبیتِ مصطفےٰ عابدؑ
خواتین حرم کے ساتھ تا باب دمشق آئے
جلو میں نالہ بر کف تھے ہزاروں خویش و بیگانے
ہزاروں نوحہ زن سر دھن رہے تھے قیامت کے ماتم تھے
فغاں کا شور تھا ہر کوچہ و برزن میں ہر گھر میں
عمائد اغنیا و اشرافِ ایوانِ حکومت گئے
یزید آیا مگر کچھ دور تک پھر وہ گیا واپس
تمنائے قدم بوسی میں دنیا ٹوٹی پڑتی تھی
حدودِ شہر سے جب قافلہ آگے نکل آیا
مسلمانوں کی زحمت مجھ سے اب دیکھی نہیں جاتی
ذرا ان کا خیال ہے یہ تم کہہ دو کہ رک جائیں
مخاطب شہر والوں سے ہوئے نعمانؓ انصاری
ذرا ٹھیریں مسلماں جو یہاں تک آئے ہیں
کہ سب لوگ ٹھہرا قافلہ حضرت نے فرمایا
تم اپنے غمزدہ بھائی کو رخصت کر کے آئے ہو
میں ہوں ممنونِ منت آپکی مہماں نوازی کا
خدائے پاک بیشک آپکو اس کی جزا دیگا

بلادِ شام میں یہ عیش ممکن غیر ممکن تھا
حضور قرۃ العین شہید کربلا عابدؑ
سلام رخصتی کرنے کو ارباب دمشق آئے
لگی تھی کس بلا کی چوٹ سینوں میں خم آجاتے
ہزاروں دل غمگساران وطن باچشم پرنم تھے
رواں سے تھے اشک کے دریا غم سبط پیمبرؐ میں
جیلے سے ہزاروں تھے ساتھ فرزند رسالت کے
گیا ساعات تک ہمراہ لیکن حرف ناکس
رہائے صبر دستِ غم وہ سے چھوٹی پڑتی تھی
رکے سرکار اور نعمانؓ سے آہستہ فرمایا
نہ فوراً غم ہے دل میں بات بھی تو کی نہیں جاتی
مری خاطر زیادہ اور اب زحمت نہ فرمائیں
کہاں سے قدر سکے قابل یہ ہمدردی یہ غمخواری
امام وقت میرا کچھ آپ فرمانے والے ہیں
مسلمانوں تمہارے قلب ہیں ایمان کے سرمایا
خدا حافظ مجھے کہنے فقط تشریف لائے ہو
کیا ہے آپ نے اکرام جو کچھ اک حجازی کا
یہ حاجتمند آپ کو تا زندگی دل سے دعا دیگا

عزیزانِ گرامی آپ سے ہے التجا میری
مسلمانو! قابلِ تعمیل سمجھو یہ صدا میری

ہمیشہ اتباعِ دینِ حق کرتے رہو لوگو
نڈر ہو کر رہو اللہ سے ڈرتے رہو لوگو

کرو ہر کام میں تعمیل احکامِ شریعت کی
رہو آپس میں امن سے نہ تفریق ملت کی

کرو تبلیغ دینِ مصطفےٰ جب تک ہے دنیا میں
رہو دلدادۂ خدا میں مرضیٔ حق کی تمنا میں

ہمیشہ متحد رہنا نشانِ فتح و نصرت ہے
ولائے مصطفےٰ تکمیلِ ایماں کی علامت ہے

رہے عشقِ اہلِ بیتؑ الفتِ اصحابؓ کرو ہیں
تمہیں آسانیاں پیش آئیں گی ہر ایک مشکل میں

گرفتارِ مصائب گر خدا ناخواستہ ہو تم
ازالہ ناگہاں آفات کا بھی دل سے چاہو تم

مصائب دکربلا والے شہیدوں کے
ابد تک ہیں حسینؑ پاک حامی نا امیدوں کے

یہ کہہ کر رو بقبلہ سیدِ عابدؑ نے دعا مانگی
دعائے نصرتِ اسلام رب سے بر ملا مانگی

کہا اے شام کے احباب جاؤ خدا حافظ
ہمارے حق میں بھی سب مل کے فرماؤ خدا حافظ

قافلہ کا کوچ

بڑھے نعمانؓ آگے تیس فوجی نوجواں لیکر
ہوا رخصت یہاں سے کاروانِ سبطِ پیغمبرؐ

چلا منزل بہ منزل قافلہ تا کربلا پہنچا
امام پاک تک ابنِ امام نوحہ سرا پہنچا

ہر اک شہید کے آگے مچی گریہ و زاری
یہاں حاضر تھے جابر ابنِ عبداللہ انصاری

مدینہ کی جماعت اور بھی اک کربلا میں تھی
ہجومِ رنج سے مصروفِ فریاد و بکا میں تھی

ادا کی تعزیت کی رسم اربابِ مدینہ نے
غمِ پیہم کا نظارہ کیا ہر چشمِ بینا نے

سروں کو دفن نعشوں سے ملا کر شہؑ نے فرمایا
خواتینِ حرم کو حد سے زیادہ مضطرب پایا

مدینہ کو روانہ کربلا سے سب ہوئے ملکر
مدینے کے قریب آئے جب اہلبیتِ پیغمبرؐ

اٹھا شورِ قیامت خیمہ ہائے آلِ اطہر سے
زمینِ طیبہ پر محشر ہوا قائم انہی سے

جوارِ روضۂ انور میں جب یہ کارواں پہنچا
زمیں سے شورِ فریاد و فغاں تا آسماں پہنچا

خواتینِ حرم نے روضۂ اقدس کو جب دیکھا — ہجومِ یاس سے سب نے درِ محبوبِ رب دیکھا
زباں پر امِ کلثومؓ شکستہ دل کے نالے تھے — یہ نالے نطق نے اشعار کے سانچے میں ڈھالے تھے
نبی زادی نبیؐ کے سامنے سرگرمِ شکوہ تھی — شکستہ دل کی یہ آواز اک پُر درد نوحہ تھی

بالفاظِ دگر مفہوم ان اشعار کا یہ تھا
تخیلِ امِ کلثومؓ جگر افگار کا یہ تھا

ترجمہ اشعار حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا

ہمارے سامنے ہرگز نہ آئے بلدۂ رحمت — یہاں ہم آئے ہیں با دلِ شکستہ با غم و حسرت
قبیلہ ساتھ تھا رخصت یہاں سے جب ہوئے تھے ہم — لٹا کر قافلہ سب کچھ ہیں بے مونس و ہمدم
حسینؑ قافلہ سالار کو ہم کھو کے آئے ہیں — ہیں تنہا ہاتھ گویا زندگی سے دھو کے آئے ہیں
ہمارے ناز کے پالے ہوئے سارے جدا ہم سے — ہوئے روپوش فرزندانِ محبوبِ خدا ہم سے
سواری پر عماری پر گئے تھے ہم مدینہ سے — یہاں آئے ہیں جب اک ہوک سی اٹھتی ہے سینے سے
تہی داماں یہاں آئے ہیں ہم محتاج آئے ہیں — شکستہ پیرہن اے صاحبِ معراج آئے ہیں
یہاں سے جب گئے تھے اپنے خالق کی اماں میں تھے — کوئی کلفت نہ تھی ظلِ امیرِ کارواں میں تھے
یہاں آئے ہیں یوں جیسے نہیں کپڑے دل میں آزردہ ہیں — رفاقت میں تھے قاسمؑ ہمرہ اصغرؑ ہمرہ اکبرؑ ہیں
حسینؑ ابنِ علیؑ کے ساتھ طیبہ سے گئے تھے ہم — مگر لاشے شہیدوں کے یہاں کھوتے ہوئے ہائے ہم
نہ زیور میں نہ تن پہ ہماری زیب و زینت کا — ہے دشتِ کربلا مشہد ہمارے عیش و راحت کا
شکستہ دل سکوں برباد ہیں ہم بے گھر ہیں ہم — یقیناً بیٹیاں حسنینؑ و طٰہٰؐ کی مگر ہیں ہم
ہم اپنے باپ پہ ہیں نوحہ گر ہم صبر کرتے ہیں — نہ فرطِ غم میں تڑپتے ہیں دل پر جبر کرتے ہیں
ہمارے بابا ہمارے قتل ہو کر ہم یتیم آئے — تمہارے خانماں برباد اے جدِ کریمؐ آئے
حسینؑ اے فاطمہؑ کے لال اے والدِ سکینہؑ کے — حسینؑ اے قرۃ العینین سلطانِ مدینہ کے

نہایت مرتبہ کی آپ کے کچھ کی نہ دشمن نے ہمیں لوٹا اکیلا جان کر غربت میں رہزن نے
ہمیں بے پردہ اونٹوں پر پھرایا شمر کوفی نے اہانت کی ہماری جا بجا ملت فروشوں نے
سکینہ بھائی کو تپتی زمیں پر یاد کرتی تھی پیاسی فاطمہ بے چین تھی فریاد کرتی تھی
کسی کو بیکسی پہ ہائے زینبؑ کی نہ رحم آیا کوئی ظالم ہماری کسمپرسی پر نہ شرمایا
پہنائیں بیڑیاں سجادؑ کے مجروح پیروں میں نہ تھی بوئے وفا کچھ پُرجفا دیدہ دلیروں میں
پھرایا در بدر دشمن نے ہم کو شاہراہوں پر کسی کو بھی نہ رحم آیا ہماری سرنگاہوں پر
مسلمانو ہمارے حال سے آگاہ ہو جاؤ ہمارا غم بٹاؤ کچھ شریکِ آہ ہو جاؤ
زباں پر تھا اُدھر کلثومؑ کے یہ مرثیہ جاری ادھر طیبہ کے مرد و زن تھے وقفِ گریہ و زاری
مدینہ کے بزرگ و خورد، عورت، مرد گھر گھر سے بچشمِ خوں فشاں جا کر ملے آلِ پیمبرؐ سے
تھیں پُر اطفال و مستورات سے گلیاں مدینہ کی نہ تھی پرواہ کسی کو فرطِ غم سے مرنے جینے کی
مدینے کے مہاجر زادے اور انصار زادے سب گھروں سے پا پیادہ چل پڑے صحرا کی جانب سب
قریشی ہاشمی سب پُرسشِ احوال کو آئے غرض پیر و جواں عابدؑ کے استقبال کو آئے
چلا جب عابدِ زار و حزیں تا باب السلام آیا نظر کے سامنے جب روضۂ خیر الانام آیا
مچا کہرام شور و گریۂ اہلِ عزا اٹھا درِ رحمت پہ اک طوفانِ محشر انتہا اٹھا
یہ عالم تھا ہجومِ بیخودی کا جوش بیحد کا ہر اک لب پر تھا نعرہ یا محمدؐ یا محمدؐ کا
صدائے یا حسینؑ ابنِ علیؑ کہہ کہہ کے روتی تھی جسد سے جان نکلنے کے لئے بے چین ہوتی تھی
جنابِ امّ سلمہؓ فاطمہؑ کے ساتھ میں لائیں خواتینِ حرم سب روضۂ پُر نور پر آئیں
ہوئے سجادؑ حاضر قبرِ سلطانِ دو عالمؐ پر کلیجہ تھام کر بالائے مرقد رکھ دیا پھر سر
مزارِ مصطفٰیؐ کو لگایا اپنے سینے سے سلام آقا کی روحِ پاک پر بھیجا قرینے سے
غشی چھائی مراقب ہو گئے بیخود نظر آئے مبارک دل کے اندر عرش کے جلوے نظر آئے
کنارِ رحمۃ للعالمیں میں لختِ دل آیا سکینہ بن کے سینہ میں سکونِ مستقل آیا

بہ نورِ معرفت دیکھا کہ ہیں آغوشِ رحمت میں — نظر آئے شہیدانِ وفا گلزارِ جنت میں
حیاتِ جاوداں قرباں نظر آئی شہیدوں پر — گہر افشانیاں حوروں کی دیکھیں سر بریدوں پر
بقدرِ حوصلہ فائز ہوئے انعامِ باری سے — ظہورِ خلد کو آنکھوں میں کھینچا اشکباری سے
ہوئے جی بھر کے لطف اندوز فیضانِ نبوت سے — کئے انوارِ عرفاں اخذ لمعانِ نبوت سے
اٹھایا سر لیا بوسہ مزارِ جدِّ امجد کو — لیا سینہ میں انوارِ جمالِ ذاتِ سرمد کو
ادب سے دست بستہ کچھ پڑھے اشعار عابدؓ نے — صلہ میں پا لیا کیفِ ابد آثار عابدؓ نے
مزارِ فائز الانوار سے با حسرت و رقت — ہوئے یہ کہہ کے فرزندِ شہیدِ کربلا رخصت
نہاں تم سے نہیں آقا مرا حالِ دلِ پُر غم — کہ ہو تم رازدارِ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ

اختتام

گھروں میں اپنے اپنے دل شکستہ سوگوار آئے — امامِ زمن کی تعزیت کو غمگسار آئے
خزاں دیدہ چمن زہراؓ کا لایا رنگ مرجھا کر — یزیدِ شام پر دنیا کی لعنت رہ گئی چھا کر
یزیدِ شام کا نام و نشاں دنیا سے پنہاں ہے — بہارِ جاودانِ زہراؓ کے گلشن کی نگہباں ہے
ہیں زہراؓ کے چمن کی نکہتیں گلزار جنت تک — حسینؓ ابن علیؓ کی نسل زندہ ہے قیامت تک
یزیدی فتح کی آثار پیغامِ ہزیمت تھی — کہ پیشِ نصرتِ حق سرنگوں باطل کی دولت تھی
انھیں وہ فتح جس پر آج دنیا کی لعن کرتی ہے — یزیدِ شام پر دنیا ابھی تک لعن کرتی ہے
ابھر کر قوتیں باطل کی مٹ جاتی ہیں دنیا سے — خراجِ فتحِ حق کی قوتیں پاتی ہیں دنیا سے
الٰہی واسطہ حسینؓ کے ذوقِ شہادت کا — الٰہی واسطہ ان سرفروشانِ محبت کا
الٰہی واسطہ خونِ گلوئے ابنِ زہراؓ کا — الٰہی واسطہ لختِ دلِ سلطانِ بطحا کا
حسینؓ ابنِ علیؓ کی منزلت کا واسطہ یارب — جمالِ قاسمؓ[1] قدسی صفت کا واسطہ یارب

[1] قاسم رضا ابن حسنؓ بن علیؓ ۔

وسیلہ جعفرؓ و عباسؓ و عبداللہؓ و عثمانؓ کا
وسیلہ اکبرؓ و عونؓ و محمدؓ عبدرحمٰنؓ کا

تصدق حرؓ ابوبکرؓ و حبیبؓ ابن مسلمؓ کا
زہیرؓ و عابسؓ و شوذبؓ کی جانِ پاک کا صدقہ

الٰہی ملتِ اسلام کو ذوقِ شہادت دے
تمہارے کفر کو زیر و زبر کرنے کی طاقت دے

عطا فرما مسلمانوں کو توفیقِ عمل یارب
منظم کر ہمارا اتحاد بر محل یارب

ہمارے قلب سے زائل نفاق و بغض کینہ ہو
نثارِ جذبۂ اسلام ہر مسلم کا سینہ ہو

ہمیں آزادیٔ کامل کا احساس مکمل دے
ہماری سعیٔ پیہم کو فتوحاتِ مسلسل دے

ہماری حریت کوشی نوید کامرانی ہو
ہمیں دشمن پہ حاصل اقتدار جاودانی ہو

ہمیں قرآں بسر خنجر بکف رہنے کی ہمت دے
ہمیں عباسؓ کی صولت ہمیں قاسمؓ کی جرأت دے

نئی تنظیم پر مسلم کی درسِ تیغ و قرآں ہو
مسلماں کی رگ و پے میں رواں خونِ شہیداں ہو

نمایاں عسکری طاقت کے ہر مسلم میں جوہر ہوں
ہمارے نوجواں تیغ آزما فوجی دلاور ہوں

ہمارے خوفِ ناکامی میں تازہ انقلاب آئے
ہمارے ضعف و اضمحلال میں جوشِ شباب آئے

ہمیں فتح مبیں اعدائے ملت پر عطا کر دے
الٰہی ہم میں روحِ خالدؓ و فاروقؓ و حیدرؓ دے

گروہِ فتنہ کو شانِ وطن پر کر ہمیں غالب
ہمیں دے زورِ بازوئے علیؓ ابن ابیطالبؓ

بنا ہادی ہمارا جانِ نثارانِ رسالت کو
نشانِ نصرتِ اسلام دے مسلم جماعت کو

بنا نصرت نشاں خیر الوریٰ کے نام کا جھنڈا
رہے یارب قیامت تک بلند اسلام کا جھنڈا

---

۱ تا ۴ پسرانِ حضرت علیؓ از بطن ام البنین بنت الحزام ۵ عبداللہ علی اصغر ۶ علی اکبرؓ پسرانِ حسینؓ بن علی ۷ عون ۸ پسرانِ عبداللہؓ بن جعفرؓ بن ابی طالب از بطن حضرت زینبؓ محمد بن ابی سعید بن عقیل ۱۰ محمد بن علیؓ از بطن ام الولد ۱۲ پسرانِ عقیل ۹ ابوبکر بن حسن بن علیؓ

راسِ حسینؓ

ہے تاریخی ثبوت آئینہ اُن اسرارِ پنہاں کا
سرِ اقدس کہاں ہے دفن سردارِ شہیداں کا

روایاتِ سیر نامعتبر ہیں بے دلائل ہیں
مگر ہم بے سند خود ساختہ باتوں کے قائل ہیں

اکابر اہلِ دانش کا قوی تر یہ قرینہ ہے
سرِ شاہِ شہیداں رونقِ ارضِ مدینہ ہے

بقیعِ پاک میں نزدِ مزارِ محملِ زہرہؓ
ہوا کوفہ سے دفن آکر سرِ لختِ دلِ زہرہؓ

روایت یہ بھی آتی ہے نظر اقوالِ دیگر میں
سرِ انور ہے پہلوئے مزارِ سبطِ اکبر میں

ہیں شیعی[۱] شاہدانِ باخبر اس بات کے قائل
سرِ پُرنور جسمِ نازنیں کے ساتھ ہے شامل

دمشق[۲] شام میں ہے دفن سر یہ بھی روایت ہے
زمینِ عسقلانِ[۳] پاک کو بھی سر سے نسبت ہے

روایت ہے کہ مستنصر[۴] کے ایامِ خلافت میں
نیا طوفان اٹھا بدر جمالی[۵] کی عقیدت میں

کھلا رازِ سرِ پُرنور جب بدر جمالی پر
زیارت کے لئے فی الفور آیا قبرِ عالی پر

سرِ شاہِ شہیداں کا عیاں یہ فیض کامل تھا
دیارِ عسقلاں جنت نشاں تھا خلد منزل تھا

نکالا قبرِ کہنہ سے سرِ پرنور کو باہر
کئے موتی عقیدت کے نچھاور فرقِ اطہر پر

کرامت آفریں تھی فرقِ خون آلودہ کی صورت
بنا ہر موئے سر سے آئینہ تھی ہاشمی شوکت

رکھی بنیادِ مشہد بدر نے جوشِ عقیدت میں
رہا مصروف خود فرقِ مبارک کی حفاظت میں

نسیمِ خلد نے کی عطر بیزی باغِ گیتی میں
ہوئی تعمیرِ مشہد چار سو چوراسی ہجری میں

کیا مدفون پھر سر کو بصد توقیر مشہد میں
رفیع الشان ممبر بھی کیا تعمیر مشہد میں

---

۱ نور الابصار ۲ دمشق نزد باب الفرادیس ۔ سر دفن ہوا یا اسلحہ خانہ میں محفوظ کیا گیا بعہد سلطان عبدالملک ۳ دمشق سے سرِ مبارک عسقلان بھیج گیا ۴ خلیفہ المنتصر باللہ ۴۲۷ھ تا ۴۸۷ھ ۵ بدر جمالی وزیرِ اعظم نے عسقلان میں مشہد و مسجد و ممبر تعمیر کرائے اور جائیداد وقف کر دی۔

ہوئی جب سطوت شان خلافت ختم ہو کر ختم
خر زمندوں نے قائم کی یہ رائے مستقل ہو کر
یہ قصہ پانصد و ہشت و چہل ہجری میں پیش آیا
سرِ اطہر کو ارباب عقیدت مصر لے آئے
لبِ علامہ ہروی[۲] سے بھی یہ نغمہ نمایاں تھا
دیارِ عسقلاں وہ شہر دلکش خلد پایا تھا
سرِ اطہر جب آیا عسقلاں سے مصر کی حد میں
مکمل پانچسو چالیس و نو میں جب ہوا مشہد
ہوا مدفون پھر فرقِ امام دوسرا اس میں
زیارت گاہ اہلِ قاہرہ جب سے ہے یہ مشہد
صلاح الدین ایوبی کے عہدِ عدل گستر میں
شہنشاہِ معظم نے قریبِ مشہدِ عالی
ترقی دی مدارس کے نصاب ابتدائی کو
یہ علامہ دمشقی ایک نقیہہ نام آور تھے
معین الدین بن شیخ الشیوخ پاک طینت نے
بنائی خانقاہِ خوشنما ایوان کی صورت

نظر آنے لگا خطرہ میں اوجِ عسقلاں جب ہم
کیا فرقِ شہِ دیں کو یہاں سے منتقل ہو کر
نصارا نے تسلط عسقلانِ[۱] پاک پر پایا
مگر ممبر خطیب مسجدِ اقصیٰ کو دے آئے
یقیناً عسقلاں میں مشہدِ شاہِ شہیداں تھا
جہاں علامہ ہروی پانسو ستر میں آیا تھا
رہا کچھ دن نہاں تہ خانہ قصرِ زمرد میں
بنا فرمانِ شاہی کے بموجب خوشنما گنبد
تجلی بن گئے چمکا ہر طرف نور خدا اس میں
بنا ہے قبلۂ حاجات حکمِ رب سے یہ مشہد
مدارس مذہبی قائم ہوئے جب قاہرہ بھر میں
بنائے مدرسہ سن پانچسو سڑسٹھ میں[۳] ڈالی
کیا تعلیم پر مامور علامہ بہائی کو
جہانِ علم میں سب اپنے ہمعصروں کے افسر تھے
قریبِ مشہدِ عالی کئے تعمیر کچھ حجرے
غرض دی مشہدِ راسِ حسین پاک کو زینت

---

[۱] انگریزوں کا تسلط، ۲ جمادی الثانی ۵۴۸ھ میں ہوا۔ ۵۸۳ھ ہجری میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے دوبارہ عسقلان فتح کیا۔ [۲] امام ہروی سیاح نے ۵۶۹ھ میں سر مبارک کو قاہرہ منتقل ہونے کی شہادت دی۔ [۳] فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی نے مدرسہ مشہد حسین قائم کیا۔ اور امام فقیہہ بہائی دمشقی کو صدر مدرس بنایا۔

ابھی تک حکمراں مصر تھے شاہان ایوبی ابھی تک قاہرہ تھا نو عروس شان محبوبی

تعالی اللہ تھا یہ مشہد پر نور کا پایا یہاں ابن جبیر[۱] نامور سیاح بھی آیا

یہاں کی اس نے حالت خود بچشم دید لکھی ہے ثنائے مشہد راس حسین پاک لکھی ہے

لکھا ہے نامور سیاح نے شہزادہ یہ مشہد پر کہ ہے فرق مقدس نقرئی تابوت کے اندر

ابو القاسم[۲] نے چھ سو بیس یا چھبیس ہجری میں اضافہ خود کیا مشہد کی خوبی خوشنمائی میں

کھنچا زینہ فلک تک مشہد راس منور کا منارہ باب اخضر پر کیا تعمیر پتھر کا

لگی چھ سو چھیالیس میں بھڑک کر آگ مشہد میں مگر آئی نہ آنچ اصلا در ایوان مرقد میں

درستی از سر نو ہو گئی فوراً عمارت کی نئی صناعیوں نے شان بدلی زیب و زینت کی

یہ سیاح جہاں ابن بطوطہ[۳] کی شہادت ہے سر سبط نبی کی قاہرہ میں اک زیارت ہے

بطوطہ سات سو چھبیس ہجری میں یہاں آیا بذوق معرفت آداب مشہد سب بجا لایا

سفر نامہ میں اس نے تذکرہ لکھا ہے مشہد کا بطوطہ معترف ہے قبہ کے اعزاز بے حد کا

بیاں اک اور خالد[۴] ابن عیسیٰ مغربی کا ہے یہاں کا ماجرا کہ چشم دید اس نے بھی لکھا ہے

یہاں سیاح یمن سات سو سینتیس میں آیا لکھا سب حال اس سامان کا موجود جو پایا

ہے خالد کا یہ دلکش تبصرہ سامان مشہد پر مرصع کار ہے ایوان میں اک مقصورہ انور

اکثر جھاڑ شیشے کے ہیں محرابوں میں آویزاں ہر اک فانوس مینا کار ہر قندیل نور افشاں

خدیو مصر سلطان سعید[۵] با سعادت کا خط طغرا میں ہر شیشہ پہ نام پاک ہے لکھا

تھا اک شیشہ عجب ان شیشہ آلات میں پنہاں نگاہیں جس کی تابش جس کی رعنائی سے حیراں

فزوں ہوتے رہے ہر دور میں تزئین کے ساماں ہمیشہ والیان مصر مشہد کے رہے نگراں

---

۱ مغربی سیاح ۲ ابن یحییٰ بن ناصر السکری المعروف بالزندی ۳ مشہور سیاح ۴ ابن عیسیٰ البھادی مشہور سیاح ۵ الملک الظاہر ابو سعید چقماق والی مصر ۸۴۲ھ

ملقب کتخدا امیر حسنؒ[1] نے عہد میں اپنے — توجہ صرف کی توسیع مشہد میں عقیدت سے
بنایا خوشنما تابوت چوب آبنوسی کا — سنہرا کام تھا جس پر عقد کا اور چاندی کا
تھی اس تابوت اطہر پر حریر سبز کی چادر — زیارت کے لئے افراد شاہی آتے تھے اکثر
بفرمان خدیو مصر سلطان جہاں پرور — لکھے اشعار عبداللہ[2] شیرازی نے ہر زیور
بصد تزئین ہر محراب مشہد پر وہ روشن ہیں — ہوئے تحریر اشعار سن گیارہ سو چھپن میں
ہوئی پھر یک ہزار و یک صد و ستر میں مشہد کی — بحکم عبدالرحمٰن[3] کتخدا تعمیر میں بیشی
کیا تعمیر قبہ خوبصورت اس نے مشہد پر — کرایا نصب بالحجر پر تاریخ کا پتھر
خوشا ذوق عقیدت اے خوشا ذوق جہانداری[4] — رہا مشہد کی تعمیرات نو کا سلسلہ جاری
بعہد شاہی سید علیؒ الواز ذی عزت — ہوئی توسیع تعمیر مزار مشہد حضرت
مکرر یک ہزار و دو صد و سن چار ہجری میں — توجہ کی علی نے نادر مشہد کی ترقی میں
خدیو قاہرہ عباسؒ[5] اول صاحب شوکت — بنانا چاہتے تھے مشہد پر نور کو جنت
مکاں اکثر خریدے آپ نے ایوان بنوائے — قریب مشہد انور نئے دالان بنوائے
ہوئے واصل بحق عباس بارہ سو تراسی میں — ارادے رہ گئے مرحوم جی کے تا لحد جی میں
ہوئے مسند نشین مصر اسمٰعیل[6] پاشا جب — بنائے قصر مشہد میں ہے مصروف روز و شب
عمارات حسین مشہد کے گرد و پیش بنوائیں — مکلف خوشنما اطراف میں آئیں نکلوائیں
منگایا خاص استنبول سے سامان عمارت کا — دقیقہ کوئی باقی ہی نہ چھوڑا زیب و زینت کا

---

۱ امیر حسن کتخدا اغربان الجلقی المتوفی سنہ ۱۱۲۴ھ ۲ مشہور عربی شاعر مصر ۳ عبدالرحمٰن والی مصر ۴ والی مصر ۵ عباس پاشا والی مصر ۶ مشہد راس حسینؓ کا یہ وہ مشہور خلوت گاہ ہے جس میں سر مبارک تابوت کے اندر محفوظ ہے اور سالانہ جس کی زیارت شاہی اہتمام کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ یہ حالات ہم نے شہید ملت مولانا مظہر الدین مالک الامان دہلی کے سفرنامے سے لئے ہیں

مرصع کاریاں آئینہ برکف ہیں ہر اک شے میں
ہوئی تکمیل تعمیرات کی بارہ سو نوے میں

بنا زریں غلاف اس طرح تابوت مبارک کا
بجواہر نقش صاف اس لوح تابوت مبارک کا

ہوا اور وہ بدل اس دور میں جو اس عمارت کا
ہے اسکا ہر ورق آئینہ تاریخی شہادت کا

ہے دورِ حاضرہ میں مشہد اقدس کی یہ صورت
کہ ہر ذرہ یہاں کی سرزمیں کا ہے فلک رفعت

مگر اگلو عمارت حملۂ سابق سے اکثر ہے
قدیم آثار میں باقی مگر اک باب اخضر ہے

نہایت خوشنما بائیں طرف محراب باقی ہے
گذشتہ دور کی یہ حجت شاداب باقی ہے

منارہ گو نہیں باقی ہے لیکن منزل زیریں
عیاں ہر نقش سے جسکے ہے اب تک شوق کی تمکیں

منارہ کی مرصع اور مطلا اوپری منزل
ستونِ مسجدِ راس حسینی میں ہوئی شامل

نشانِ عہدِ ماضی وہ حسین و خوشنما گنبد
ہے آغوشِ اتقیا میں وہ التاج سرِ شہید

اسی قبہ کی سطح ارض میں ہے اک تہ خانہ
رکھا ہے تختِ سنگیں پر جہاں تابوت شاہانہ

اسی تابوت میں پنہاں ہے سر شاہ شہیداں ہے
یہی وہ سر ہے جانِ سرفروشاں جس پہ قرباں ہے

درونِ قبہ رنگ آمیزیاں ہیں دیکھنے قابل
بہشت آثار تختہ ہیں یہاں ہیں دید کے قابل

در و دیوار پر نقش و نگار آئینہ برکف ہیں
بآب سیم و زر ہیں چار قسم آیات مصحف میں

ابھی سن یک ہزار و تین سو سولہ میں عجمی نے
درونِ قبۂ انور گئے جب نصب آئینے

کرائی صیقل آب طلا آیات رحمت میں
چڑھایا رنگ جو کھا زیب و زینت میں نیا اک عہد

باندازِ نگاہِ شوق ہیں دلکش بہ اندازے
بنو در اس قبہ پر انور کے ہیں چار دروازے

ہے اک دروازہ بحری جسکی جدت باب اخضر ہے
قریب باب مسجد دوسرا اور تیسرا در ہے

کواڑوں پر جو راول کے ضخیم تانبے کی چادر ہے
جنوبی رخ کھیر دروازہ پر چاندی کا پتر ہے

ہے سمتِ قبلہ جو تھا وہ مرصع کار دروازہ
بعنوانِ دگر کھلنے لگا ہے جسکے یا دروازہ

لہ ضمیمہ ہے تابوت مبارک کا وہ مخملی کا غلاف چڑھایا جو شاہ زمن کے زمانہ میں بدلا گیا۔

قریب قبہ ہے کمرہ جو آثارِ شریفہ کا
اسی جانبِ قبلہ یہ کھلا کرتا ہے دروازہ کو

پئے تقدیس آثارِ شریفہ مرقد و قطعہ
بنا ہے ایک ہزار و تین سو گیارہ میں کمرہ

یہ کمرہ جسکو فخرِ زمیں نہیں جنت محل کہئیے
یہ کمرہ جس کو قصرِ رحمتِ عزّ و جل کہئیے

زیارت کرتی ہے دنیا جہاں آثارِ معظم کی
شرافت سے جہاں کے قسمت شہانِ مصر چمکی

اسی حجرہ میں پنہاں ہیں اسی حجرہ کی زینت ہیں
ہر شاہِ شہیداں کیلئے تاجِ سعادت ہیں

ہے نزدِ مشہدِ راسِ حسینِ پاک یہ حجرہ
ہے رحمت یابِ آثارِ شہ لولاک یہ حجرہ

جنابِ سید محمود شیخِ مشہدِ اقدس
زعیم قاہرہ شیخ الطریق ہر کس و ناکس

ہوئے فائز زیارت سے درونِ قصر تو جانا
بجا لائے عقیدت سے تمام آدابِ شاہانہ

انھوں نے حسبِ منشا اُرفق شاہِ زمانہ کی
زیارت یک ہزار و تین سو اکیس میں کی تھی

وکیلِ مسجدِ مشہد محمد عرفہ ذی عزت
بطورِ خود ہوئے فائز زیارت سے اسی صورت

سرِ پرنور کی دونوں بزرگوں نے زیارت کی
ہے اہلِ مصر میں تحقیق اس عینی شہادت کی

سرِ پرنور کی نسبت یہ تاریخی نظائر ہیں
حلالت واقعہ میں اور جو فرضی ذخائر ہیں

جنابِ مظہر دیں نے یہ سب حالات لکھے ہیں
شیوخِ قاہرہ سے بعد تحقیقات لکھے ہیں

عراق و مصر و شام و قاہرہ کا یہ سفرنامہ
ہے حسن اثر میں کئے مدت کا بالتفصیل سفرنامہ

یہ تحقیقات کامل یہ شہادت مستند تر ہے
سرِ شاہِ شہیداں کربلا میں مصر میں ہے

فلسفہ شہادت

تخیل کو بقدرِ ذوق تنقید کرنا ہے
شہادت کس کو کہتے ہیں شہادت واقعی کیا ہے

شہادت کے نئے عنوان کیوں موجود نشاں میں
شہید اربابِ دانش کس کو کہتے ہیں زمانے میں

شہادت کیسے مبارک کون سے اسباب بنتے ہیں
شہید اللہ کے نزدیک کیوں محبوب ہوتے ہیں

شہادت کیوں مکرم ہے یہ آخر ماجرا کیا ہے   حقیقت میں شہادت کا مکمل فلسفہ کیا ہے
بجا کیوں ہے قتیل خنجر جانکاہ ہو جانا   ہے کیوں زیبا شہید فی سبیل اللہ کہا جانا

شہادت نزد ارباب عقیدت کس کو کہتے ہیں
شہادت کے ہیں کیا معنی شہادت کس کو کہتے ہیں

بگفتن شہادت کے ہیں معنی جان دیدینا   خدا کی راہ میں جاں بن کے خود اپنی جاں دیدینا
شہادت ہے مگر وہ جذبۂ ایثار قربانی   ہیں جسکے سامنے عاجز قوائے عقل انسانی
شہادت کیف روحانی کا ہے اک راز سربستہ   نہاں ہے قرب حق کا جسکے محسوسات میں رشتہ
شہادت جستجوئے راہ حق کا نام ہے گویا   شہادت عشق کی تکمیل کا پیغام ہے گویا
شہادت ہے وہ اک نعمت جزا مستور ہے جسکی   شہادت وہ ہے لذت زندگی سے دور ہے جسکی
شہادت ہے وہ اک جذبہ عمل تلوار ہے جسکی   شہادت ہے وہ سر اپنے قلم تلوار ہے جس پر
شہادت شوق سجدانی ہے ذوق اضطراری ہے   یہ وہ نعمت ہے جو منجملۂ انعام باری ہے
شہادت امتحاں ہے حوصلہ انسانی مصائب کا   شہادت حال یا معیار ہے اوج مراتب کا
شہادت کا اثر آغاز عالم سے ابھی تک ہے   شہادت کا اثر ہر عالم انسانی پہ بیشک ہے
شہادت کا بالفاظ دگر ہے نام قربانی   شہادت سے ہے نوید امتحان عشق ربانی

خدا کا حکم ابراہیمؑ کو یہ عرش سے آیا   خلیل رب سے رب نے خواب میں ارشاد فرمایا
ہماری راہ میں قربان اسمٰعیلؑ کو کر دو   کہو لخت جگر سے عشق حق میں جان دو سر دو
ذبیح اللہ نے تعمیل فرمان الٰہی کی   خود اپنے قتل کے محضر پہ خود اپنی گواہی کی
چھری رکھدی پدر نے نوجواں بیٹے کی گردن پر   شکن آئی نہ اسمٰعیلؑ کے رخسار روشن پر
ہوئی تکمیل الفت امتحان گاہ محبت میں   رہے ثابت قدم یہ ابن و اب راہ محبت میں

کئے ہیں اور بھی نظارے قربانی کے زمانے — رہِ الفت میں دی ہے جان یحییٰ نے زکریا نے
رسولوں نے باذن اللہ یہ قربانیاں دی ہیں — رضائے کبریا میں اپنی جانیں بے گماں دی ہیں
فقط پیغمبروں ہی تک نہ تھی محدود قربانی — حسینؓ پاک بھی تھے واقفِ منشائے یزدانی
انھیں معلوم سارے راز تھے اپنی شہادت کے — انھیں سب یاد تھے اقوال سلطانِ رسالت کے
نظر میں ہیچ تھی انکے جہانبانی و سلطانی — رگ و پے میں تھا انکے جذبۂ ایثار و قربانی
نہ تھا ذوقِ جہاد اُن کا نمود و نام کی خاطر — مٹے وہ راہِ حق میں عزتِ اسلام کی خاطر
خروجِ ملک گیری تھا نہ جذبہ انکی فطرت کا — غلط الزام ہے ان پر حکومت سے بغاوت کا
انھیں منظور تھی تقدیسِ احکامِ شریعت کی — انھیں اصلاح کرنی در حقیقت تھی حکومت کی
اُنھوں نے جان کر دی آل و مال و جان کی قربانی — ابھی تک دے رہی نصرت ہے شہ خوباں کی قربانی
حق و باطل میں باہم ہے ازل سے کشمکش جاری — ہمیشہ سے رہی ہے حامیِ حق نصرتِ باری
ہوئے ہیں سرفروشانِ وفا حق کے لئے قرباں — حسینؓ ابن علیؓ نے بھی مٹا دی راہِ حق میں جاں
شہیدانِ محبت نے بتایا کیا ہے قربانی — خدا کے عشق میں خود کو مٹا دینا ہے قربانی

ہے قربانی یقیناً امتحاں عشق و محبت کا
ضیاء گویا مکمل فلسفہ ہے یہ شہادت کا

سلام

سلام ان سرفروشانِ وفا کو بار ہا کہئیے
سلام اپنے شہیدِ کربلا کو بار ہا کہئیے

سلام اُن پر جو سلطانِ حریمِ عرشِ اطہر ہیں — سلام اُن پر جو ختم الانبیاء محبوبِ داور ہیں
سلام ان پر جو تھے اربع عناصر بزمِ وحدت کے — سلام اُن پر جو صدیقؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہیں

سلام اُن پر جو ہیں زوجِ بتولؑ فاطمہ زہراؑ — سلام اُن پر جو ہیں شیرِ خدا فاتحِ خیبر ہیں
سلام اُن پر جو بزمِ معرفت بزمِ امامت ہیں — حسنؑ ابنِ علیؑ ہیں راکبِ دوشِ پیمبرؐ ہیں
سلام اُن پر گلا چوما نبیؐ نے بارہا جن کا — سلام اُن پر گلے کا ہار جن کے تیغ و خنجر ہیں
سلام اُن پر ہے جو زیبِ دوشِ مصطفےٰؐ برسوں — سلام اُن پہ جو صرفِ سجدۂ خاکِ رہگذر ہیں
سلام اُن پر نبیؐ جب جنکے لئے خطبہ میں اُٹھتے تھے — سلام اُن پر جو زیبِ زینتِ محرابِ منبر ہیں
سلام اُن پر جو ہیں ریحانِ بستانِ شہِ بطحا — سلام اُن پر جوانانِ بہشتی کے جو سرور ہیں
سلام اُن پر جبیں تھی بوسہ گاہِ مصطفےٰؐ جنکی — سلام اُن پر کہ زخمِ تیغ خونفشاں جنکی جبیں پر ہیں
سلام اُن پر ہوئے جو ملتِ اسلام پہ قرباں — سلام اُن پر جو بےشک اُمتِ مسلم کے رہبر ہیں
سلام اُن پر رہے جو کربلا میں تین دن پیاسے — سلام اُن پر جو ابنِ ساقیِ تسنیم و کوثر ہیں
سلام اُن پر حسینؑ ابنِ علیؑ کہتے ہیں سب جنکو — سلام اُن پر شہیدِ عشق مرجعِ نیّر و در ہیں

سلام اُن پر جہاں جنکے ہواسوں کا سوالی ہے
سلام اُن پر ضیاؔ ہم جن کے مداح و ثناگو ہیں

سببِ تالیف

یہ اوراقِ پریشاں جو مرتب ہیں شہادت کے — رقم ہیں تذکرے جس میں شہیدانِ محبت کے
یقیناً مصحفِ حسنِ عقیدت کے ہیں سیپارے — ہیں اس میں مستند تر واقعاتِ کربلا سارے
شکیل[1] خوش بیاں فرزندِ مولانا جمیل احمد[2] — سخن فہم و سخنداں سعادت ہوش مند ہے
ہے میرا راحتِ جان و جگر گودوں کا پالا ہے — کسی مرحوم کی تصویر ہے گھر کا اجالا ہے
پئے تفریح پہونچا بمبئی والد کی خواہش پر — سفر لیکن کیا یوسف میاں[3] کو ساتھ میں لیکر
نمازِ عید اضحیٰ پڑھتے دونوں بمبئی پہونچے — ملے عیش و خوشی کے ساتھ اپنے بھائی عمو سے
محرم کی مجالس کا زمانہ جب قریب آیا — مجھے سرہند پیغامِ شکیلِ خوش نصیب آیا
بصد تاکید مجھکو مندلون بچوں نے یہ لکھا تھا — کہ ہمکو بمبئی کی مجلسیں میں بالیقیں پڑھنا
شکیل اللہ کے خوش بیاں ہیں جو پڑھتے ہیں — سنانے کو کلامِ خاص جب ممبر پہ چڑھتے ہیں
مسخر خیر سے کر لیتے ہیں اربابِ محفل کو — بقدرِ ذوق کرتے ہیں غرض محظوظ ہر دل کو
مگر تعمیلِ فرمائش سے ممکن ہی نہ تھا مجھکو — بعجلت نظم مانگی تھی فقط تھا یہ گلا مجھکو
گے ہمراہ تھا گنور میں میرا کتب خانہ — کہ ہوں آغاز ہی سے میں کتبِ علمی کا دیوانہ
نظر تاریخِ ابن خلدون آئی کتابوں میں — ہوئے غیبی اشارے بھی مسلسل شب کو خوابوں میں
مسخر کو حمد و نعت و منقبت کی ابتدا کر دی — رقم یوں نظم میں کچھ سرگزشتِ کربلا کر دی
تو آزمن سے تھے جو سرکاری سے وابستہ — لکھے دو تین دن میں پانچسو اشعارِ برجستہ
نہ تھی گو کثرتِ اشغال سے فرصت گھڑی دم کو — یہ پہلی قسط لیکن بھیجدی پہلی محرم کو

---

[1] شاعرِ بے عدیل مولوی شکیل احمد قادری سلمہٗ شکیل [2] ابوالجمال مولانا جمیل احمد صاحب دختہ قادری متوفی ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء بروز یکشنبہ [3] محمد اظہر الحق یوسف حسین

قادری - ایم اے۔

ردا اس کی بیٹی کو پانچویں دن قسط دوم بھی مگر بعد اس کے پھر نوبت نہ آئی اور لکھنے کی

ہوا مقبول یہ لکھا ہوا اکثر محافل میں وہاں پڑھتی رہی قدر شکیل افراد قابل میں

مرقع کی ہوئی تخلیق پہلے پانچ سال اب سے رہا تازہ مگر جوش عقیدت رحمتِ رب سے

گذشتہ سال تک ہر سال آغاز محرم میں لکھا جو کچھ کہ لکھا جا سکا ایام ماتم میں

بدایوں، آگرہ، گونڈہ، علی گڑھ اور متھرا میں شکیل اکثر اسے پڑھ آئے ہیں حوش و اعزا میں

تقاضے ہر طرف سے تھے مرقع کی طباعت کے ابھی تک سلسلے جاری تھے باہم خط کتابت کے

مرقع ہے جواب اک آئینہ ہر فکر روشن کا نمایاں فیض ہے روحِ امیر[1] خلد مسکن کا

خدائے پاک تو لاریب آقائے حقیقت ہے تری بخشش سے سرافراز جوشِ عقیدت ہے

سراپا معصیت مجموعۂ صد سہو و نسیاں ہوں مجھے ہے اعترافِ جرم و تقصیرات انساں ہوں

مری تحریر میں جو لغزشیں یارب نظر آئیں معاف اہل نظر ان کو تری رحمت سے فرمائیں

صلہ پائے ضیا شاہِ شہیداں کی زیارت ہو

الٰہ العالمین مقبول یہ نذرِ عقیدت ہو

تاریخی قطعات

انصار — حضرت سید شاہ انصار حسین صاحب سجادہ نشین درگاہ سید صاحب الہ آباد

زہے حبِ آلِ احمد یہ ضیا کی ضو فشانی کہ تڑپے ہیں ہر سو غم جلوۂ محبت

بجز اسکے اور کیا میں لکھوں سال طبع انصار کسی دل کا آئینہ ہے یہ مرقع شہادت

۷۱   ھ   ۱۳

---

[1] حضرت مولانا علی احمد خاں صاحب اسیر نقشبندی قادری مرنی استاد مصنف متوفی ۲۰ محرم سنہ ۱۳۲۶ھ

ہاشم منشی ہاشم رضا خانصاحب بدایونی نبیرۂ مصنف

ہاشم ہے مرقع شہادت | افسانۂ گلشن شجاعت
تاریخ طباعت مکرر | لکھ - نوحۂ کشتگان الفت

۱۳ ۰ ۰ ۷ ۱

انوار - الحاج جناب مولوی حافظ محمد انوار الحق صاحب اکبر آبادی

واقعاتِ شہادتِ حسنین | جز مرقع نہ یافتم انوار
بہر سالش مکن تلاش مزید | ترک کربلا - بگو دوبار

۱۳۶۰ = ۲ × ۶۸۰

رزم: جناب سید مظہر احمد صاحب نقوی سہسوانی (ایم - اے) علیگ

مستند تر کربلا کے واقعات | ہیں مرقع میں رقم بازیب و زین
ہے اگر سالِ طباعت کا خیال | لکھ جدید لے بزم تاریخ حسین

۱۳۳۹ ۲۱

حشر: جناب ملا محمد فرمل حسین صاحب بدایونی ایڈیٹر نرالی دنیا لاہور

دی ہے مولانا ضیا کو حق نے وہ طبع سلیم | ورنہ ہے دشوار تر لکھنا صفاتِ اہلبیت
ہے مرقع میں رنگ شاعری زمج بتول | کربلا میں جیسے اتری ہے برات اہلبیت
زیست میں جنت کے ساماں ہیں یہ صحف کے لئے | ہے نجات اخروی کا راز ذاتِ اہلبیت
حشر ہے جوشِ عقیدت کا تقاضا با یا | کہئے تاریخ مرقع - التفاتِ اہلبیت

۱۳ ۵ ۶۰

خلیق جناب سید عبد الخلیق صاحب نقوی قادر آبادی متعلم مسلم یونیورسٹی

حضرت قبلہ کی تصنیف لطیف — ہے عجب مخزنِ عرفاں کہیئے
اہلبیت نبوی کے حالات — جس میں ہیں۔ خلد بداماں کہیئے
ہے وہ دلکش یہ شہادت نامہ — اہل رسول اس پہ ہیں قرباں کہیئے
صاف تاریخ مرقع کی خلیق — دفترِ شاہِ شہیداں کہیئے

۱۳۶۰ھ

سحر جناب سید وراثت علی صاحب بی، اے اکبر آبادی

شہادت تو عین نماز ہے عین ایماں اے مسلماں — مرقع پر کف کل عقیدت نثار سلطان محترم کر
ہے مستحق ہزار تحسین جناب قبلہ ضیاء کی ہمت — کئے ہیں تاریخ کربلا کے تمام عنوان نظم جم کر
مرقع پڑھ صبح شام مسلم مثال عباس عشق میں قائم — بجائے سر تیز قلم سے کلکِ اعدا دیں قلم کر
سحر مرقع کی سال تازہ رقیبہ خلوص لمبیہ عقیدت — صحیفہ ذکر و کربائی۔ وراثت کربلا رقم کر

۱۳۶۰ — ۱۳۶۰ھ

سیفی جناب مولوی رفاقت حسین صاحب قادری بدایونی

کیوں ہو صف ماتم نہ عزا داروں کی ہر بزم — شرح غم حسنین مرقع کا ہے ہر باب
تاریخ بعنوان دگر بزم میں سیفی — ماتمکدہ شورش دل کہتے ہیں احباب

۱۳۶۶ھ

سحر جناب منشی علی احمد صاحب صدیقی بدایونی کاتب مرقع

تاریخ کربلا کے یہ منظوم واقعات — ہیں قابل ستائش ہر ملت و گروہ
کہتی ہے سرخئ شفق اے سحر — ہے سال طبع خون شہیداں با شکوہ

۱۳۶۰ھ

طالب جناب مولوی قدرت اللہ صاحب انصاری۔ گنوری
فارسی ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول باغبانپورہ لاہور

مبارک باد مولانا ضیاء کو — ہے مضموں آفریں کسے رجہ تحریر
مرقع ہے یہ وہ منظوم تاریخ — ہے جنگ کربلا کی جس میں تصویر
ہے خون ناحق آل علیؑ سے — زمیں شعر زیر آب شمشیر
ہے طالب صاف تاریخ مرقع — شہادت نامۂ اولاد شبیرؑ

یوسف جناب مولوی محمد یوسف صاحب صدیقی ایم اے ایل ٹی ٹیچر ہائی اسکول الہ آباد

اللہ رے کمال سخن سنجیٔ ضیاء — ہر شعر ہے مرقع میدان کربلا
ہے منقبت حسین علیہ السلام کی — یا سامنے ہے طلعت سلطان کربلا
تفصیل واقعات شہادت کی ہر جگہ — کامل ہے سر گذشت بیابان کربلا
یوسف ہے فکر سال مرقع تو کر رقم — امید گاہ خون شہیدان کربلا

نیاز مند۔ یوسف حسین صاحب نور قادری جامع اوراق مرقع

مرقع کا ہر شعر صل علےٰ — ہے تنویر آئینہ کربلا
کہا نور سال طباعت رقم — بیاض تجلی آل عبا

ناز جناب منشی شرافت اللہ صاحب ناز صدیقی بدایونی

پڑھئے سو بار مرقع اے ناز — کھینچئے ماتم آل احمد
کہئے تاریخ شہادت نامہ — یادگار غم آل احمد

نور جناب خطیب نورالدین صاحب نور اعلی پوری

مرقع نزد اہل معرفت ور نہ صف ماتم — عجب رو داد غم آگیں عجب تاریخ مسعود است
زمن اے نور ہاتف بہر سالش گفت برجستہ — شہادت نامۂ تبلیغ شبیر گلین جو دست